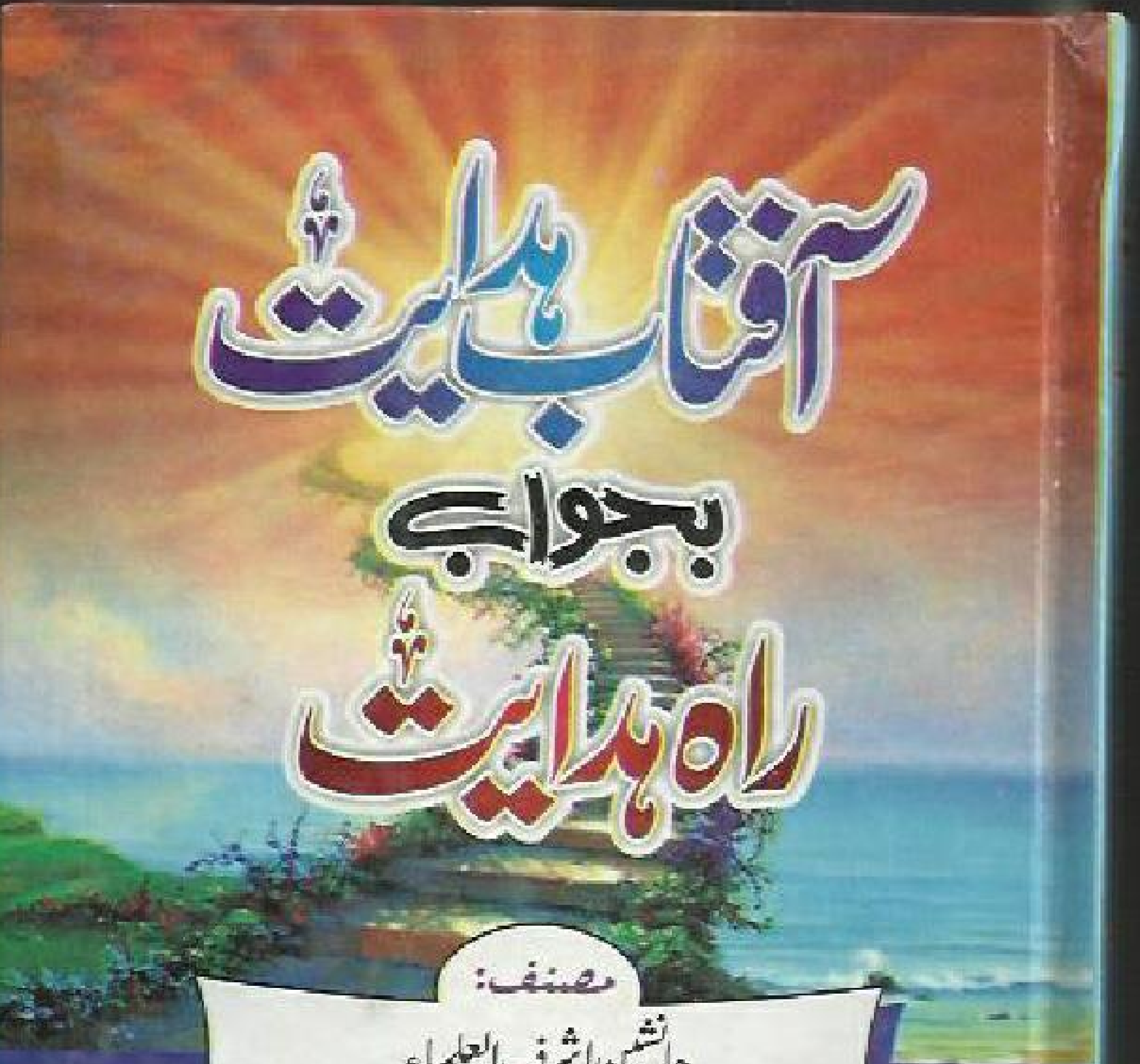

آفتاب ہدایت

بجواب

راہ ہدایت

مصنف:

جانشین اشرف العلماء

پاسبان مسلک امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

محقق العصر یادگار اسلاف

حضرت علامہ مولانا

مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب مدظلہ العالی

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام
یونیورسٹی روڈ سرگودھا

آفتاب ہدایت
بجواب
راہ ہدایت

مصنف:
جانشین اشرف العلماء
پاسبان مسلک امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

محقق العصر یادگار اسلاف
حضرت علامہ مولانا
مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب مدظلہ العالی

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام
یونیورسٹی روڈ سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	آفتاب ہدایت بجواب راہ ہدایت
مصنف	جانشین اشرف العلماء پاسبان مسلک امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ یادگار اسلاف محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب
ضخامت	415 صفحات
ناشر	جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام یونیورسٹی روڈ سرگودھا 0483-724695
تاریخ اشاعت	شوال المکرم ۱۴۳۱ھ ستمبر 2010

ملنے کے پتے

- جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام یونیورسٹی روڈ سرگودھا
- اکرام کیسٹ ہاؤس دوکان نمبر 10 زیلدار روڈ داتا دربار لاہور موبائل 03004609860
- جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ 0544-633881
- مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ لاہور
- مکتبہ جمال کرم داتا دربار مارکیٹ لاہور
- کرمانوالہ بک شاپ داتا دربار مارکیٹ لاہور

الحمد للہ و کفی و السلام علی عبادہ الذین اصطفی و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و احمد المجتبیٰ الذی کان نبیاً وادم بین الطین و الماء.

اما بعد!

حمد و صلوۃ کے بعد گزارش یہ ہے کہ اہلسنت اور دیو بندیوں کے درمیان کافی مسائل مختلف فیہ ہیں جن میں ایک مسئلہ نبی کریم علیہ السلام کے مختار ہونے کا بھی ہے۔ وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کسی شے کے مالک و مختار نہیں ہیں جب کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے دنیا و آخرت کی تمام چیزوں کے مالک و مختار ہیں اور پوری کائنات میں متصرف ہیں۔

لیکن ہمارا یہ عقیدہ ظنی ہے جو آدمی نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی گستاخی کا مرتکب نہ ہو اور نہ گستاخی کرنے والوں کی گستاخی کو برحق جانتا ہو بلکہ گستاخی کرنے والا کوئی بھی ہو اس کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہو لیکن اس عقیدہ (مختار کل) میں اہلسنت سے اختلاف کرتا ہو ہم اس کو کافر یا گمراہ قرار نہیں دیتے لیکن دجال لعین یا شیطان کو تو مختار مانتا ہو اور نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں اس کے عقیدے کی زبان یہ ہو کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا ایسے شخص کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں کیونکہ اگر اس کا انکار کرنا توحید کی حمایت کی وجہ سے ہوتا تو شیطان لعین یا دجال کیلئے اختیارات کا قائل نہ ہوتا تو اس کا ان ملعون ہستیوں کے بارے میں مختار ہونے کا عقیدہ رکھنا اور فخر موجودات علت غائیہ ممکنات رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین فخر الاولین والآخرین عالم ماکان وما یکون حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ سے مطلقاً ہر قسم کے اختیارات کی نفی کر دینا اس بات کی دلیل

ہے کہ اس کے دل میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہیں اور جس کے دل میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہیں وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ ارشاد نبوی ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

ترجمہ:

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی محبت میرے ساتھ اولاد والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

دیوبندی حضرات کے دلوں میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہ ہونے کی دلیل انکی کفریہ عبارات ہیں جو صراحتاً نبی کریم علیہ السلام کی توہین پر مشتمل ہیں ہم ان عبارات کی ایک اجمالی فہرست قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (تصفیۃ العقائد ص ۲۵)

نوٹ:

یہ کتاب بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب کی ہے۔

انہی کی دوسری عبارت بالجملہ کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ معصیت ہے اور انبیاء کریم معصیت سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔

۲۔ مولوی حسین علی واں بھچروی بلغۃ الحیران میں لکھتا ہے کہ انسان خود مختار ہے اچھے کام کرے یا نہ کرے اور اللہ کو پہلے علم بھی نہیں ہوتا بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد

معلوم ہوتا ہے اور آیات قرآنی جیسا کہ وقیعلمن اللہ الذین امنوا وغیرہ اسی مذہب پر منطبق ہیں۔

۳۔ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ میں لکھتا ہے۔ الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم ﷺ کے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کونسا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر باون (۵۲) پر لکھتا ہے اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونیکی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ ﷺ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہے چہ جائے کہ زیادہ۔

۴۔ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ میں کہتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنی نجات کا علم نہیں ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۵۔ نبی کریم علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۶۔ اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے کہ نبی علیہ السلام جیسا علم بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۸)

۷۔ اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے کہ زنا کے وسوسے سے بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور نبی کریم کے خیال سے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانا بہت اچھا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کی طرف توجہ کا مبذول ہونا گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے بدرجہا برا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۸۶)

۸۔ رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ میں لکھتا ہے رحمۃ للعلمین ہونا نبی پاک ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ)

۹۔ نبی کریم علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننا یہ بے وقوف لوگوں کا خیال ہے اہل عقل کے نزدیک آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

(تحذیر الناس ص ۳)

۱۰۔ اگر بالفرض نبی علیہ السلام کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ اقدس کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۱۔ نبی کریم علیہ السلام کو اردو زبان کا علم مدرسہ دیو بند سے سیکھنے کی وجہ سے آیا۔

۱۲۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زینب کے ساتھ عدت کے اندر نکاح فرمایا۔

(بلغۃ الحیران)

۱۳۔ مولوی حسین علی اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ پل صراط سے گزر رہے ہیں تو میں نے آپ کو گرنے سے بچایا۔

۱۴۔ دیو بندیوں کا کلمہ اس طرح ہے لا الہ الا اللہ اشرفعلی رسول اللہ۔

(رسالہ امداد)

۱۵۔ انبیاء علیھم السلام ہمارے بھائی ہیں اور ان کا ادب بڑے بھائی جتنا کرنا چاہیے۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۳)

۱۶۔ مولوی اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں

۱۷۔ اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں یہ لکھتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور کسی سے نہ ڈر۔

۱۸۔ اسی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ نمبر ۱۰ پر کہتا ہے کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہم اپنے کام پر اسی کو پکاریں۔ اور کسی انسان کو کیا کام، جیسے کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوڑھے چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

۱۹۔ مولوی اسمعیل دہلوی انبیاء کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہتا ہے اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے تو سب رعب میں آکر بدحواس ہو جاتے ہیں۔

۲۰۔ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

۲۱۔ تقویۃ الایمان کے صفحہ نمبر ۲۲ پر لکھتا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔

۲۲۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر کہتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

۲۳۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ پر لکھتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو، اور جو بشر کی سے تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔

۲۴۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵ پر لکھتا ہے اللہ جیسے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا جو کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجیے۔

۲۵۔ اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸ پر لکھتا ہے یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

۲۶۔ مولوی اسمعیل دہلوی اسی کتاب میں رقمطراز ہے کہ بسجان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔

۲۷۔ مولوی حسین علی واں بھچروی اپنی تفسیر بلغۃ الحیران کے صفحہ ۴۳ میں یہ لکھتا ہے طاغوت کے معنی کلما یعبد من دون اللہ فھو الطاغوت، اسی معنی کے لحاظ سے فرشتوں اور

جنوں اور رسولوں کو طاغوت بولنا جائز ہوگا۔

٢٨۔ قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

٢٩۔ اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے غائب کے معاملے میں سب اللہ تعالیٰ کے نبی اور ولی یکساں بے خبر اور نادان ہیں۔

٣٠۔ اسمعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے جیسے ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار تو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔

٣١۔ مولوی حسین علی اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں لکھتا ہے ادخلوا الباب سجدا باب سے مراد مسجد کا دروازہ ہے جو کہ نزدیک تحقیق اور باقی تفسیروں کا کذب ہے اس عبارت میں مولوی حسین علی نے تمام مفسرین کو کذاب قرار دے دیا۔

٣٢۔ رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ میں لکھتا ہے کہ محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔

(فتاوی رشیدیہ ص ١١٣ حصہ سوم)

٣٣۔ ہندو جو پیو پانی کی لگاتے ہیں اور اس پر سود والا روپیہ خرچ کرتے ہیں اس کا پینا جائز ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ١١٤ جلد نمبر سوم)

٣٤۔ اسی کتاب کے حصہ دوم ص ١٢٣ پر گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان سب چیزوں کو کھانا جائز ہے۔

٣٥۔ اسی فتاوی رشیدیہ جلد دوم ص ١٣٠ پر تحریر ہے جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام

جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کے کھانے والے کو ثواب ہوگا۔

٣٦۔ مولوی محمود الحسن شیخ الہند اپنے مرثیہ گنگوہی میں لکھتا ہے۔

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

گویا اس شعر میں محمود الحسن نے اپنے پیر کو نبی کریم علیہ السلام یا اللہ تعالیٰ کے مثل قرار دے دیا۔

٣٧۔ یہی محمود الحسن صاحب اسی مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

٣٨۔ محمود الحسن صاحب اسی مرثیہ میں رقمطراز ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

٣٩۔ اسی مرثیہ میں ایک اور مقام پر گل افشانی فرماتے ہیں۔

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

— مندرجہ بالا عبارات کی رو سے دیوبندی حضرات کو گستاخ کہا جاتا ہے کیونکہ ان عبارات میں صراحتاً انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء کرام کی توہین پائی گئی۔ لیکن دیوبندی حضرات بجائے ان عبارات کا صحیح اور ٹھوس جواب دینے کے الٹا اہلسنت و جماعت کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں اور عوام الناس کی توجہ اپنی ان سیاہ کارناموں اور رو سیاہیوں اور بد اعمالیوں سے ہٹانے کیلئے آئے روز اہل سنت کو ملامت

یا رسول اللہ، نور و بشر، حاضر و ناظر اور علم غیب وغیرہ کے اختلافی مسائل پر چیلنج کرتے رہتے ہیں اور اہل سنت کے علماء کو ان مسائل پر دعوت مباحثہ و مناظرہ دیتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کا اصل نزاع ان کے ساتھ، ان کی کفریہ عبارات کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب الحق المبین میں ارقام فرمایا ہے ہم برکت کیلئے حضرت کی وہ تحریر قارئین کی عدالت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اہلسنت اور دیو بندیوں کے درمیان بنیادی اختلاف کا باعث وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب کریم علیہ السلام کی صریح اور صاف الفاظ میں توہین کی گئی ہے لہذا جب تک دیو بندی علماء اپنی ان عبارات سے تائب نہیں ہوں گے اور ان عبارات کے قائل کا جو شرعی حکم ہے وہ نافذ نہیں کریں گے تو اہل سنت ان سے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ (الحق المبین)

تو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی اس منقولہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کا دیوبندیوں سے بنیادی اختلاف ان کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ہے لیکن چونکہ یہ حضرات عوام الناس کے اندر نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات اور علم غیب اور آپ ﷺ کی نورانیت کا مسئلہ چھیڑتے رہتے ہیں اس لئے مجبوراً اہل سنت حضرات کو ایسے مسائل کے اندر بھی قلم اٹھانا پڑتا ہے اسی سلسلہ میں سرفراز خان صفدر نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے راہ ہدایت۔ اور انہوں نے اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عام انسانوں میں صرف یہی فرق ہے کہ نبی علیہ السلام وصف رسالت سے موصوف ہیں۔ اور باقی انسان رسالت و نبوت سے موصوف نہیں ہیں۔

اور سرفراز صاحب نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ معجزات

اور کرامات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ہم انشا اللہ اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور اقوال علماء بلکہ خود دیو بندی اکابر کے اقوال سے ثابت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صادر کرنے میں بااختیار ہوتے ہیں اور معجزات ان کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔ اس بارے میں ہم کئی ابواب قائم کریں گے اور برہانی اور جدلی دلائل سے ہم اپنے دعووں کو پایہ ثبوت تک پہنچائیں گے اور سرفراز کے بے سروپا شبہات کا ازالہ بھی کریں گے اور ان کی اکابر علماء کرام کے اقوال میں خیانت کو بھی طشت ازبام کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نبی کریم علیہ السلام کی نظر کرم سے اس امر کو مبرہن کیا جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہیں۔

باب اول

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متصرف ہونے کا بیان از روئے قرآن، ارشاد باری تعالیٰ ہے

واذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفه۔

ترجمہ:

اور یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے رب نے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔

خاتم المحدثین امام المفسرین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت قدسیہ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر فتح العزیز میں ارشاد فرماتے ہیں۔ طریق دادن خلافت آن خلیفہ کہ روح اور انمونہ صفات خود عطا فرمودند از علم وحکمت کہ عبارت از دریافت کلیات وقواعد وارادہ واختیار۔

ترجمہ اس خلیفہ کو خلافت دینے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کی روح کو اپنی صفات کا نمونہ عطا فرما دیا جائے گا اور اس کو ایسا ارادہ واختیار عطا فرمایا جائے گا جس کی وجہ سے تمام کائنات کے امور کی تدبیر کے قابل ہو جائے گا، اور اس کو ایسا علم وحکمت بھی عطا کیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ دنیا کے تمام قواعد وکلیات کو جان لے گا۔

اس کے متصل ہی شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی جائے گی کہ اس روح کی وجہ سے آسمان میں رہنے والوں پر اور ستاروں کے موکلان پر حکمرانی کرے گا اور ان کو اپنے کام میں مصروف ومشغول کرے گا۔ (تفسیر عزیزی جلد نمبر ا صفحہ ۱۵۵)

تو شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین وآسمان میں متصرف تھے اور چونکہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے جس طرح علامہ آلوی روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ ہر نبی جو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے تو جو کمالات حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ثابت ہوں گے وہ تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے ثابت ہو جائیں گے نیز قائل بالفصل کوئی نہیں۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کے تصرفات کے منکر ہیں وہ تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے اس صفت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور جو لوگ قائل ہیں وہ تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے قائل ہیں۔

جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کیلئے زمین میں متصرف ہونا ثابت ہو جائے گا تو تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے ثابت ہو جائے گا۔ اور اس آیت کریمہ سے ان لوگوں کا رد بھی ہو جائے گا۔ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں (معاذ اللہ) نیز ان کا یہ عقیدہ بھی ہے انبیاء علیہم السلام ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں اور ناکارہ لوگ ہیں۔ اور انبیاء کرام بتوں کی طرح بے بس اور بے اختیار ہیں کیونکہ جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ اپنا نائب اور قائم مقام بنائے ان کے بارے میں ایسے نظریات رکھنا یہ سراسر قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب ہے۔

اس طرح دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يا داؤد انا جعلنك خليفة فى الارض

ترجمہ:

اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔

جس طرح آدم علیہ السلام کی خلافت ان کے متصرف فی الکائنات ہونے کو

مستلزم تھی۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کے بارے میں یہی الفاظ وارد ہیں لہذا ان کیلئے بھی یہی کمال بطور عبارت النص ثابت ہو جائے گا۔ نیز مولوی سرفراز صفدر اپنی کتاب اتمام البرہان میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ہمارے روحانی باپ ہونے کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ ہمارے لئے حرف آخر ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب کی منقولہ بالہ عبارت کا مطالعہ فرمانے کے بعد ہم حضرت سے امید رکھیں کہ آپ حضرت شاہ صاحب کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور اپنے اس عقیدہ سے توبہ کر لیں گے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں۔

اسی طرح دیو بندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن بھی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ کیونکہ اس کمال علمی کے بغیر خلافت اور دنیا پر حکومت ممکن نہیں۔ اگر سرفراز صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کی بات کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے شیخ الہند کی بات تو مان لیں کیونکہ وہ ان کے بالواسطہ استاد بھی ہیں نیز حضرت سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنے اکابر کی ان عبارات کو تسلیم فرمایا کریں جن سے شان رسالت ظاہر ہوتی ہے صرف کفری عبارات کو تسلیم کر کے اور ان پر ایمان لا کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بنایا کریں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے متصرف فی الکائنات ہونے پر دوسری دلیل۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وكذلك مكنا يوسف في الارض يتبوا منها حيث يشاء.

ترجمہ:

اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ پکڑتا تھا اس میں جہاں

چاہتا تھا۔ (پ ۱۳ سورۃ یوسف)

دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یوسف علیہ السلام جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے۔ گویا ریان بن ولید برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی فرما رہے تھے۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۱۹)

اس طرح کی عبارات کتب تفاسیر کے اندر بھی موجود ہیں مثلاً تفسیر خازن، معالم التنزیل، جمل، قرطبی، روح المعانی، صاوی تفسیر ماتریدی، تفسیر مدارک تفسیر روح البیان، البحر المحیط تفسیر عنایت القاضی، شیخ زادہ مع البیضاوی، تفسیر زاد المسیر، تفسیر کبیر، تفسیر ابوسعود تفسیر مظہری۔

نوٹ:

ان تفاسیر میں اور تفسیر عثمانی میں صرف الفاظ کا فرق ہے مضمون ایک ہی ہے۔ سرفراز صاحب اگر پرانے مفسرین کی بات نہیں مانتے یا قرآن مجید کی آیت کو بھی نہیں مانتے (کیونکہ دیو بندی دھرم میں قرآن مجید کی آیت کا وہ مرتبہ نہیں ہے جو ان کے اکابر کے اقوال کا مرتبہ ہے) کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی بات تو مان لیں نیز سرفراز صاحب سے استفسار یہ ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کیلئے اگر پوری زمین میں بادشاہی ثابت ہو جائے تو تم اس کو تسلیم کرو گے یا نہیں۔ صورت اولیٰ میں یوسف علیہ السلام کا ایک ایسے کمال سے متصف ہونا لازم آیا جس کمال سے بقول وہابیہ نبی کریم علیہ السلام خالی ہیں۔ اور بصورت ثانیہ اگر یوسف علیہ السلام کیلئے بادشاہی تسلیم نہ کریں تو قرآن کی اس آیت کا انکار لازم آتا ہے۔ اب سرفراز صاحب ان کیلئے تسلیم کریں گے تو ان کو سرکار علیہ السلام کیلئے بھی تسلیم کرنی پڑے گی کیونکہ ان

کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی شہاب ثاقب میں اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کو تمام کمالات چاہے وہ علمی ہوں یا عملی ہوں یا اور کوئی کمال ہو اس کے ساتھ آپ کو اولا موصوف مانتے ہیں، یعنی جو بھی کمال ہو اور جو بھی نعمت ہو وہ پہلے نبی کریم علیہ السلام کو ملتی ہے۔ پھر آپ کے واسطے سے کسی اور کو ملتی ہے پھر بھی ان کو سرکار علیہ السلام کیلئے اختیارات ماننے لازم آجائیں گے۔ اور ان کو نبی کریم علیہ السلام کو مختار ماننا پڑے گا۔

اور اگر یوسف علیہ السلام کیلئے تسلیم کریں اور نبی پاک علیہ السلام کیلئے نہ کریں تو پھر کیا یوسف علیہ السلام خدا کے شریک ہو سکتے ہیں نبی پاک علیہ السلام نہیں ہو سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو اختیار عطا فرما دے تو اس کی حکومت میں کوئی کمی لازم نہیں آتی اگر نبی کریم علیہ السلام کو عطا فرما دے جو سید المحدثین ہیں تو پھر اس کی حکومت اور اقتدار میں کمی کیسے آسکتی ہے۔

مولوی سرفراز صاحب یہ بتائیں۔ کیا نبی کریم علیہ السلام کو مختار ماننے سے شرک لازم آتا ہے۔ باقی انبیاء کرام کو مختار ماننے سے شرک لازم نہیں آتا؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ باوجود اپنے آپ کو سرکار کا امتی کہلانے کے نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات کا انکار کیوں کیا جاتا ہے (اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی۔ نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا)۔ ارے وہ تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر۔ ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے۔

دلیل نمبر ۳:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون۔

ترجمہ:

اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔ (ترجمہ محمود الحسن)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں (کامل وفادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنایا۔ چنانچہ فرمایا۔

ان الاوض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین

ترجمہ:

بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے اور آخرت کا اچھا انجام متقین کیلئے ہے۔ (سورۃ اعراف رکوع ۱۵)

دلیل نمبر ۴:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وعداللہ الذین امنوامنکم وعملوالصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ (سورۃ نور رکوع ۷ پارہ ۱۸)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک کام کیے کہ ضرور بر ضرور ان کو زمین میں اقتدار عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو اقتدار عطا فرمایا تھا۔

دلیل نمبر ۵:

ارشاد ربانی ہے۔

فقد اتینا آل ابراھیم الکتب والحمکۃ واتینھم ملکاً عظیما

(سورۃ النساء پارہ ۵)

ترجمہ:

سوہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت۔ (ترجمہ محمود الحسن)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے۔

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز اور اس کے بزرگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کسی شے کے مالک نہیں ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام صاف طور پر لکھ رہے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عطا کی ہے اگر مولوی سرفراز کو عربی تفاسیر کا مطالعہ کرنے کی فرصت نہیں تھی تو کم از کم اپنے شیخ الہند کا ترجمہ اور اپنے شیخ الاسلام کی تفسیر کو ہی ملاحظہ کر لیتے تا کہ ان کو نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات کی نفی کیلئے راہ ہدایت جیسی بے مغز اور رکیک استدلالات پر مبنی کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

دلیل نمبر ۶:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل اللھم ملک الملک توءتی الملک من تشاء

ترجمہ: تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے۔

(ترجمہ محمود الحسن) (سورۃ ال عمران پارہ ۳)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روم وفارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہ خزانے مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔

نوٹ:

سرفراز صفدر صاحب پر اگر آیات قرانیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی اس بات کو تسلیم کر لیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ میں روم و فارس کے خزانوں کی چابیاں تھیں۔

دلیل نمبر ۷:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا مکنا لہ فی الارض واتیناہ من کل شی سببا (سورہ کیف پارہ ۶)

ترجمہ:

ہم نے اس کو جمایا تھا ملک میں اور دیا تھا اس کو ہم نے ہر چیز کا سامان (ترجمہ محمود الحسن)

تو جب اللہ تعالیٰ ایک مسلمان بادشاہ کو زمین میں اقتدار عطا فرما سکتا ہے تو نبی کریم ﷺ کو بھی زمین کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۸:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتو الیرز قنھم اللہ رزقاً حسناً
(سورہ الحج پارہ ۱۷)

ترجمہ:

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں پھر مارے گئے **یا** مر گئے اللہ ان کو دے گا روزی اچھی۔ (محمود الحسن)

مہاجر کا ایک معنی تو یہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلا جائے اور ایک معنی حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے المہاجر من ہجر ما نہی **اللہ** عنہ۔ (بخاری شریف)

ترجمہ:

مہاجر وہ ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ رب العزت نے منع فرمایا اس لحاظ سے اولیاء کرام حضرت داتا صاحب۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ یہ سب مہاجر ہیں اسی طرح دیگر اولیاء کرام بھی مہاجر کے مفہوم میں داخل ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ: ضرب اللہ مثلا عبدا مملو کاً لایقدر علی شی ومن رزقناہ منا رزقاً حسنا فھو ینفق منہ سرا و جھرا۔
(سورہ النحل پارہ ۱۴)

ترجمہ:

اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندے کی کہ پرایا مال ہے نہیں قدرت رکھتا

کسی چیز پر اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے اچھی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے روبرو۔

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں عطا ہوتی ہیں اور وہ نعمتیں آگے تقسیم کرتے ہیں تو جب اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ نعمتیں تقسیم کرتے ہیں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی کیا شان ہوگی کیا غلام تو نعمتیں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے آقا ﷺ معاذ اللہ فارغ ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ۱۳ ویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما نقموا منھم الا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔ (سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ترجمہ:

اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ (ترجمہ محمود الحسن)

نبی پاک ﷺ کے مختار ہونے پر ۱۴ اویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ

ترجمہ:

اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا۔

نوٹ:

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں عطا فرمانے والے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ۱۵ ویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رب اغفرلی وهب لی ملگا لاینبغی لاحد من بعدی انك انت الوهاب فسخرناله الریح تجری بامره رخاءً حیث اصاب والشیطن کل بناءٍ وغواص واخرین مقرنین فی الاصفاد هذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر حساب (سورہ ص پارہ ۲۳)

ترجمہ:

دعا مانگی سلیمان علیہ السلام نے کہ اے میرے رب معاف کر مجھ کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ مناسب نہ ہو کسی کے میرے پیچھے بے شک تو ہے سب کچھ بخشنے والا پھر ہم نے تابع کر دیا ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے جہاں وہ پہنچنا چاہتا اور تابع کر دیئے شیطان سارے عمارتیں بنانے والے اور غوطے لگانے والے اور بہت سے اور جو باہم جکڑے ہوتے ہیں بیڑیوں میں یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا۔ (ترجمہ محمود الحسن)

دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو اور اس قدر بے حساب دیا اور حساب کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا اور مہربانی کی اتنی دیا اور مختار کر دیا۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۷۸۲)

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دیو بندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں۔ یہ ہمارا عطیہ ہے خواہ کسی کو دو یا نہ دو تم سے کوئی دار و گیر نہیں یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں کچھ حارث نہیں بنایا جیسا دوسرے ملوک خزائین مملکہ کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا۔

(بیان القرآن جلد ۲ ص ۸۸۹)

نوٹ:

مولوی سرفراز صفدر اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک آدمی کو ارشاد فرمایا کہ تھانوی صاحب کی کتابیں پڑھتے رہنا اور ان پر عمل کرنا اور کسی کے منع کرنے سے رک نہ جانا اگر بقول مولوی سرفراز کے کہ یہ خواب سچا ہے تو پھر سرفراز تھانوی صاحب کی اس عبارت کو کیوں نہیں مانتے اسی طرح سرفراز صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ تھانوی صاحب کے ایمانی نسخے ہم استعمال کرتے ہیں اور ان سے اپنی روحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں تو تھانوی صاحب کا یہ ایمانی نسخہ کیوں قابل قبول نہیں ہے اور اس ایمانی نسخے کے ذریعے انبیاء علیہم السلام کے تصرفات کے انکار والی روحانی بیماری کا علاج کیوں نہیں کیا جاتا کہیں ان ایمانی نسخوں سے مراد وہ نسخے تو نہیں جو بہشتی زیور کے آخر میں بیان کیے گئے ہیں۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں اگرچہ سلیمان علیہ السلام کے تصرف کا ثبوت ہے لیکن جو لوگ

تصرفات کے منکر ہیں وہ سلیمان علیہ السلام کے تصرفات کے بھی منکر ہیں اور نبی کریم علیہ السلام کے تصرفات کے بھی منکر ہیں یعنی قائل بالفصل کوئی نہیں جو منکر ہیں وہ نبی علیہ السلام کے بھی قائل نہیں اور سلیمان علیہ السلام کے تصرفات کے بھی قائل نہیں اور جو قائل ہیں وہ سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی اور نبی علیہ السلام کیلئے بھی قائل ہیں جب سلیمان علیہ السلام کا متصرف ہونا آیت سے قطعی ثابت ہو گیا تو نبی علیہ السلام کیلئے بھی ثابت ہو جائے گا۔

اگر سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام کو عطا نہیں فرماتا تو ان پر یہ مثال بچی آئے کہ فرمن المطر وقام تحت المیزاب۔ تو ایک ہستی کیلئے ماننے کا انکار کیا اور بے شمار اولیاء کرام کیلئے ماننا لازم آگیا تو ہم سرفراز صاحب سے یہی گزارش کریں گے کہ جس راستے پر وہ چل رہے ہیں وہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں۔

ترسم کہ نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

دلیل نمبر ۹:

اللہ تعالیٰ نے ہدہد کی بات کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انی وجدت امرۃ تملکھم واوتیت من کل شی (سورۃ النمل پارہ ۱۹)

ترجمہ:

میں نے پایا ایک عورت کو جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر ایک چیز ملی ہے۔

(ترجمہ محمود الحسن)

وجہ استدلال:

جو خدا بلقیس جیسی کافرہ کو اتنا ملک اور ساز و سامان عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے محبوب علیہ السلام کو بھی دنیا و آخرت کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملک سبا کی بادشاہی بلقیس کو عطا فرمائی تھی تو کیا اللہ تعالیٰ کا قبضہ اس ملک پر ختم ہو گیا تھا؟

اگر اللہ تعالیٰ بلقیس کو ملک عطا فرما دے تو اللہ تعالیٰ کا اس ملک پر اقتدار ختم نہیں ہوتا تو اگر اپنے حبیب علیہ السلام کو عطا فرما دے تو پھر بھی اس کا قبضہ ختم نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ۱۰:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ ان اتہ اللہ الملک (سورہ بقرہ پارہ ۳)

ترجمہ:

کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے بابت اس وجہ سے کہ دی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت۔

وجہ استدلال:

جب اللہ تعالیٰ نمرود جیسے کافر کو ملک عطا فرما سکتا ہے تو اپنے محبوب کریم علیہ السلام پر اس کا کتنا کرم ہوگا۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

دلیل نمبر ۱۱:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولو انهم رضوا ما اٰتهم الله ورسوله وقالو حسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله. (سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ترجمہ:

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ (ترجمہ محمود الحسن)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اس پر آدمی راضی اور قانع ہو اور جو ظاہری اور باطنی دولت خدا اور اس کے رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور اور مطمئن ہو۔

وجہ استدلال:

اگر نبی کریم علیہ السلام کا وہی مقام اور مرتبہ ہوتا جو مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت میں پیش کر رہے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نبی کریم علیہ السلام کی یہ شان بیان نہ فرماتا اور نہ سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب اس آیت کی یہ تشریح کرتے۔

دلیل نمبر ۱۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ونادى فرعون فى قومه قال يقوم اليس لى ملك مصر

(سورہ زخرف پارہ ۲۵)

ترجمہ:

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں اور کہا اے میری قوم کیا نہیں ہے میرے ہاتھ میں حکومت مصر کی

وجہ استدلال:

جو خدا فرعون جیسے کافر کو ملک اور سلطنت عطا فرما سکتا وہ اپنے نبی ﷺ کو دونوں جہاں کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔ نیز اس آیت سے نبی پاک ﷺ کا متصرف ہونا بطور اولویت کے ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ جب سلیمان علیہ السلام مفضول ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ تو نبی کریم علیہ السلام تو ان سے افضل ہیں تو ان کے لیے بدرجہ اولیٰ یہ کمالات ثابت ہو جائیں گے۔ نیز امام رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ اولئك الذين هدى الله فبهد هم اقتده کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں جو خوبیاں اور کمالات تھے۔ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام عطا فرما دیے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قاسم نانوتوی بانی دیوبند لکھتے ہیں۔

انبیاء کے سارے کمال اک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

اور سرفراز صاحب کے استاد محترم شیخ الاسلام شہاب ثاقب میں لکھتے ہیں کہ

نبی کریم علیہ السلام ہر کمال کے ساتھ اولا اور حقیقۃ متصف ہیں اور باقی جس کو کمال اور خوبی ملتی ہے اور جو نعمت ملتی ہے وہ نبی کریم علیہ السلام کے طفیل ملتی ہے تو اگر دیو بندی وہابی سلیمان علیہ السلام کیلیے تو اختیار مانیں اور نبی کریم علیہ السلام کیلیے انکار کریں تو بقول ان کے شیخ الاسلام کے لازم آیا کہ جو طفیلی ہوں وہ تو متصرف فی الکائنات ہوں لیکن جن کے طفیل انکو یہ مقام حاصل ہو رہا وہ اس کمال سے محروم ہوں ایسی صورت میں ان پر یہ شعر منطبق ہو جائے گا۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یا وہ اس شعر کے مصداق بن جائیں گے۔

ارے وہ تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

نیز اس امر کی وضاحت کیلیے کہ نبی کریم علیہ السلام کو بھی جنوں اور شیطانوں پر تصرف حاصل تھا ہم ایک حدیث پاک پیش کر رہے ہیں۔

مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے شیطان لعین آیا اور نبی کریم علیہ السلام کی نماز میں خلل انداز ہونے کی کوشش کی اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک انگارہ اٹھایا ہوا تھا تا کہ نبی کریم علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر معاذ اللہ پھینکے تو نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد شریف کے ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ مدینے کے بچے اس کے ساتھ کھیلیں پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی اور میں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک روایت جو صحیح ابن حبان کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو گردن سے پکڑا اسکی زبان باہر آگئی اور اس کی زبان کی تری میں نے اپنے ہاتھوں پر محسوس کی حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو تمام جنوں اور انسانوں پر تصرف حاصل تھا اور نبی کریم علیہ السلام نے اس لئے اس کو چھوڑ دیا تا کہ سلیمان علیہ السلام کی دعا کا ظاہری طور پر خلاف لازم نہ آئے ورنہ نبی کریم علیہ السلام کی قدرت اور اختیار سلیمان علیہ السلام سے زیادہ تھا۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول)

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب راہ ہدایت میں اور اتمام البرہان میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی کتاب مدارج النبوہ کا حوالہ پیش کیا ہے کہ معجزات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا اس عبارت کا صحیح مطلب ہم اگلے اوراق میں بیان کریں گے۔ فی الحال گزارش یہ ہے کہ اگر سرفراز صاحب کے نزدیک حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سند کی حیثیت رکھتی ہے تو یہ بھی حضرت کی عبارت ہی ہے یہ کیوں قابل قبول نہیں ہے اس عبارت سے اپنے فاسد مطلب کی تکمیل ہوتی ہو اس کو بڑے طمطراق سے پیش کرنا اور اسی عبارت کے قائل کی بیسیوں دوسری عبارات کو نظر انداز کر دینا کونسی دیانت داری ہے تو سرفراز صاحب کے اس رویہ کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے تلك اذا قسمة ضيزى.

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ۱۵ ویں دلیل:

ارشاد باری تعالی ہے۔

انا اعطینك الكوثر

ترجمہ:

بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر۔ (ترجمہ محمود الحسن)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حبر امت ہیں جن کو نبی کریم علیہ السلام نے دعا دی تھی۔

اللھم علمه التاویل وفقهه فی الدین (بخاری شریف)

ترجمہ:

اے اللہ ان کو قرآن کی تفسیر کا ماہر بنا اور دین کی سمجھ عطا فرما۔

وہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں **الکوثر هو الخیر الکثیر کله**. یہی معنی احناف کے عقائد کے امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور علامہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ علاؤالدین خازن اور علامہ نسفی اور علامہ قرطبی اور علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان فرمایا اور اب اس مقام پر سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کا حوالہ پیش کر رہے ہیں وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے البحر المحیط میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی دنیوی دولتیں اور حسی ومعنوی نعمتیں داخل ہیں اسی مضمون کی عبارت تفسیر جمل اور صاوی کے اندر بھی موجود ہے نیز حضرت عبداللہ ابن عباس کی تفسیر جو ہم نے پہلے بخاری شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا **هو الخیر الکثیر کله** اورامام حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے علامہ ذھبی نے بھی مستدرک کے حاشیہ میں یہی بات ارشاد فرمائی۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس خیر کثیر میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے صحاح میں بھی دونوں تفسیریں اور ایک تفسیر کا دوسری تفسیر میں داخل ہونا آیا ہے۔ (بیان القرآن ص ۱۱۵۲)

باب دوئم

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

دلیل نمبر۱:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا ایک آدمی آیا اس نے ایک قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کی قرأت کی تصویب فرمائی پھر دوسرا آدمی آیا اس نے دوسری قراۃ کے ساتھ پڑھا اس کی بھی آپ ﷺ نے تائید فرمائی اس طرح ایک اور آدمی آیا اس نے تیسری قراۃ کے ساتھ قرآن مجید پڑھا نبی پاک علیہ السلام نے اس کی بھی تصویب فرمائی حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو اسلام سے پہلے بھی پیدا نہیں ہوئی تھی نبی پاک ﷺ نے جب میرے دل کی حالت کو دیکھا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میرے دل سے سب تکذیب زائل ہوگئی اور دوبارہ نور ایمان حاصل ہوگیا۔ (مسلم شریف)

وجہ استدلال:

اس حدیث میں اس امر کی واضح دلالت ہے کہ نبی پاک علیہ السلام دل میں تصرف کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچا سکتے ہیں اسی لئے امام رازی فرماتے ہیں۔

ان اللہ اعطا ھم القدرۃ ما لاجلہ یتصرفون فی بواطن الخلق (تفسیر کبیر)

ترجمہ:

بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو ایسی قدرت عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے وہ مخلوق کے دل میں تصرف کرتے ہیں۔

دلیل نمبر۲:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے قضاء حاجت فرمانی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان درختوں کو بلا لاؤ وہ درخت حاضر ہوئے تو سرکار علیہ السلام نے ان کی اوٹ میں بیٹھ کر قضاء حاجت فرمائی اس کے بعد درخت اپنی جگہ پر چلے گئے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کی حکومت نباتات پر بھی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر تیسری دلیل:

جنگ خیبر کے موقع پر نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس بندے سے محبت کرتے ہوں گے جب صبح ہوئی تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں عرض کی گئی کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے نبی کریم عنیہ السلام نے آپ کو بلایا اور آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔

(بخاری شریف)

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کی تھوک مبارک بھی مشکل کشا ہے۔ جن کی تھوک مبارک مشکل کشا اور حاجت روا ہو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

نوٹ:

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ ان کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں اسی لئے تو لعاب دہن آپ نے ان کی آنکھوں میں ڈالا نیز یہ امر خارق للعادت ہے کیونکہ عادتاً ہر بندے کی تھوک سے تو آنکھیں ٹھیک نہیں ہو جاتیں کیا سرفراز صاحب اگر کسی کی آنکھوں میں تھوک دیں تو اسکی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی؟ ہمیں امید ہے کہ پہلے سے بھی خراب ہو جائیں گی جس طرح مسیلمہ کذاب کا واقعہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چوتھی دلیل:

ایک صحابی عتبہ رضی اللہ تعالی عنہ کی چار بیویاں تھیں وہ بڑی اعلی قسم کی خوشبو استعمال کرتی تھیں لیکن جو خوشبو حضرت عتبہ کے بدن سے آتی تھی وہ سب پر فوقیت رکھتی تھی انہوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے تیرے بدن سے آنے والی خوشبو ہم سب کی خوشبو پر فائق ہے تو انہوں نے بتلایا کہ ایک بار میرے سارے بدن پر پھنسیاں نکل آئیں تو میں سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قمیض اتارو میں قمیض اتار کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھ گیا تو سرکار علیہ السلام نے اپنے ہاتھ پر لعاب دہن مل کر میرے جسم پر ملا اس سے میری تکلیف بھی دور ہو گئی اور اسی وجہ سے خوشبو بھی پیدا ہو گئی۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط میں نقل فرمایا ہے۔ امام سیوطی نے خصائص کبری میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مولوی سرفراز خان صاحب صفدر فاضل دیوبند ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر علامہ ہیثمی کو اپنے وقت صحیح اور سقیم کی پرکھ نہیں تھی تو اور کس کو تھی۔

(احسن الکلام)

نبی کریم کے مختار کل ہونے پر پانچویں دلیل:

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ کی جنگ احد میں تیر لگنے سے آنکھ نکل گئی تو آنکھ کا ڈیلہ لے کر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام نے آپ کی آنکھ کو جوڑ دیا تو اس آنکھ کا نور دوسری آنکھ سے بڑھ گیا اور جب کبھی دوسری آنکھ میں درد ہوتا تھا تو اس آنکھ میں نہیں ہوتا تھا۔

یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں اور امام ابونعیم نے دلائل النبوہ میں علامہ ابن جوزی نے الاصابہ میں نقل فرمائی ہے اس حدیث کی سند پر کسی قسم کی کوئی جرح منقول نہیں ہے لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے لوگوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں اور جن کی بینائی ختم ہو چکی ہو ان کی بینائی بحال ہو جاتی ہے۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے ہی صادر ہوتا ہے کیونکہ یہ نبی پاک علیہ السلام کا معجزہ تھا کیونکہ محدثین نے اس کو نبی پاک علیہ السلام کی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے۔

ایک اہم نوٹ:

ہمارے بعض خطباء حضرات جب اس حدیث پاک کو بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں دیکھو جو آنکھ اللہ تعالیٰ نے بنائی تھی وہ اتنی حسین نہیں تھی اور جو آنکھ نبی کریم علیہ السلام نے عطا فرمائی ہے وہ زیادہ حسین ہے۔ حالانکہ نبی کریم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقابل کرنا یہ غلط ہے کیونکہ دونوں آنکھوں میں نور اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے لہذا اس طرح کہنا چاہیے کہ جو آنکھ ماں باپ کے واسطے سے ملی تھی اس کا نور کم تھا اور جو سرکار علیہ السلام کے طفیل ملی اس کا نور زیادہ ہے۔

نیز اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ نبی کریم علیہ السلام باوجود اپنی عظمت وشان کے اللہ تعالیٰ کے تو عبد ہی ہیں جیسا کہ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہا کہ کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

تو جس طرح ہمارے خطباء یہ حدیث پیش کرتے ہیں اس پہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی قدرت اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہے لہذا ایسے موہم الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

نوٹ:

وہابی حضرات کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اس حدیث کو ان کے امام حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ کے اندر بھی نقل کیا ہے اور اس کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں کی۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چھٹی دلیل:

ایک یہودی ابو رافع جو نبی پاک علیہ السلام کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا تو ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کے اس کو قتل کر دیا جب اس کو قتل کر کے سیڑھیوں سے اتر رہے تو گرنے کی وجہ سے ان کو شدید چوٹ آگئی اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو وہ اپنی پنڈلی کو پگڑی کے ساتھ باندھ کر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سرکار علیہ السلام نے ان کی پنڈلی پر اپنا دست اقدس پھیر دیا وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دست اقدس پھیرنے کے بعد مجھے ایسے محسوس ہوتا تھا کہ گویا مجھے کبھی درد ہوا ہی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری شریف، مشکوۃ شریف)

وجہ استدلال:

یہ حدیث پاک اس امر پر قطعی الدلالت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام فوق الاسباب امور میں تصرف فرما سکتے ہیں اور آپ ﷺ کے چاہنے سے لوگوں کی مشکلات آسان ہوئی ہیں اور اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ

اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں اور اگر ان کا عقیدہ یہ ہوتا کہ نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام معجزہ کے صادر کرنے میں اس طرح ہیں جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو ہرگز نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوتے بلکہ کسی طبیب سے اپنا علاج کرواتے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ساتویں دلیل:

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ضرب کا نشان حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیسی ضرب ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ضرب مجھے خیبر کے دن پہنچی لوگوں نے کہا کہ اب سلمہ فوت ہو جائے گا پس میں سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے تین مرتبہ پھونک ماری اب اس کے بعد سے لے کر آج تک مجھے درد نہیں ہوا۔ (بخاری شریف۔ مشکوۃ شریف۔ مسند امام احمد)

وجہ استدلال: اس حدیث پاک میں ہر اس شخص کے لئے جس کی بصیرت اور بصارت کو اللہ تعالیٰ نے ماؤف نہیں کر دیا اور ہر اس انسان کیلئے جو بغض رسالت میں اندھا نہیں ہو گیا اس امر کا وافر ثبوت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں لہذا کوئی عقل و دانش سے اندھا اور بد طینت انسان ہی کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو مختار کل ماننے والا مشرک ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ و السلام کے مختار کل ہونے پر آٹھویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب دجال آئے گا تو زمین پر

اس کی حکومت ہوگی یعنی زمین کے تمام خزائن اس کے قبضے میں ہوں گے اور جب چاہے گا کہ تو اس کے چاہنے پر آسمان بارش برسا دے گا اور زمین اس کے چاہنے سے سبزہ اگائے گی گویا اس کی حکومت زمین پر بھی ہوگی اور آسمان پر بھی ہوگی وہ ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد زندہ بھی کر دے گا۔

وجہ استدلال:

جب اللہ تعالیٰ دجال جیسے ملعون کو اتنے اختیارات دے سکتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام جو سید المحبوبین ہیں ان کے اختیارات کا کیا عالم ہوگا حیرت کی بات ہے کہ دجال کیلئے تو یہ لوگ اختیارات مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے چاہنے سے یہ سارے امور وقوع پذیر ہوں گے لیکن نبی پاک علیہ السلام کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو دجال سے اتنی عقیدت کیوں ہے؟

نوٹ:

مولوی سرفراز صفدر اس حدیث پاک کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام کے اختیارات کو دجال کے اختیارات پر قیاس کرنا نبی کریم علیہ السلام کی توہین ہے حالانکہ مولوی سرفراز کا دماغ خراب ہے کیونکہ ایک تو وہ وہابی ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ کہ ارذل العمر کو پہنچ چکے ہیں ان کو اہل سنت کے استدلال کی سمجھ ہی نہیں آتی اہلسنت کا استدلال یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اتنے اختیارات دے سکتا ہے تو اپنے خلفاء اور نائبین کو اتنے اختیارات کیوں نہیں دے سکتا کیونکہ اگر کسی غیر اللہ کو مختار کل ماننا شرک ہے تو پھر دجال بھی تو غیر اللہ ہی ہے اگر اس کے اندر اتنے کمالات ماننا شرک نہیں تو نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات ماننا کیسے شرک

ہو سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کو اس کے غیر کیلئے ثابت کیا جائے تو مولوی سرفراز صاحب بتائیں کہ آسمان سے بارش کا نازل کرنا زمین سے نباتات کا اگانا مردوں کو زندہ کرنا زندہ کو مار دینا یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں یا نہیں اور دجال غیر اللہ ہے یا نہیں اب سرفراز صاحب دوہری مصیبت میں پھنس گئے اگر دجال کو غیر اللہ مانتے ہیں تو پھر بھی مشرک بنتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے اندر مان رہے ہیں اور اگر دجال کو خدا مانتے ہیں تو اس لحاظ سے پھر مشرک ہوگئے۔

دوگونہ رنج وعذاب است جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ
من نہ گویم ایں مکن وآں کن
مصلحت بیں وکار آساں کن

اگر سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ دجال کے اختیارات تو عطائی ہیں اور شرک اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب اختیارات ذاتی مانے جائیں پھر اہل سنت کو مشرک کیوں قرار دیتے ہیں ہم بھی تو عطائی ہی مانتے ہیں اگر دجال کیلئے تو اختیارات عطائی ماننا شرک نہیں تو نبی کریم علیہ السلام کیلئے اختیارات ماننا شرک کیسے ہوسکتا ہے۔

سرفراز صاحب اپنی کتاب ”دل کا سرور“ میں رقمطراز ہیں کہ بریلوی کے نزدیک ہر قبر والا خدا ہے اور بریلوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ عطائی اختیارات کے مالک ہیں۔ حضرت کا اس بارے میں تبصرہ یہ ہے کہ یہ بات انتہائی لچر اور پوچ ہے کیونکہ آج تک کسی مشرک نے اپنے معبود کو ذاتی اختیار کا مالک نہیں سمجھا بلکہ یہ فرقہ مفوضہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک علیہ السلام کو تمام اختیارات سونپ رکھے ہیں اب

حضرت یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر انبیاء اور اولیاء کیلئے عطائی اختیارات ماننے والا فرقہ مفوضہ کی طرح مشرک ہے تو پھر دجال کیلئے ماننے والا بھی مشرک ہونا چاہیے جب دجال آپ کے دھرم میں خدا کا شریک ہوسکتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام نہیں ہوسکتے آخر تمہارے دل میں نبی پاک علیہ السلام کے بارے میں اتنی کدورت کیوں ہے؟

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے
(ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے)

مولوی سرفراز صاحب اس حدیث پاک کا جواب دیتے ہوئے یہ گل افشانی بھی فرماتے ہیں۔ کہ دجال جب ایک بار ایک بندے کو مارے گا تو پھر اس کو زندہ کرے گا اور پھر مارنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو عاجز کر دے گا۔

تو مولوی سرفراز صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دجال مختار ہوتا تو پھر عاجز کیوں ہوتا۔ اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کو عاجز کر دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے اس کے پاس اختیار تھا کیونکہ عاجز کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی قدرت موثر نہ ہوسکے اگر قدرت دی ہی نہ گئی ہو تو پھر اس کے موثر اور غیر موثر ہونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اگر اس کو زندہ کو مارنے کی اور مرے ہوئے کو زندہ کرنے کی قدرت دی ہی نہیں گئی تھی تو پھر اس کو اس کام سے عاجز کرنے کا کیا مطلب ہے نیز سرفراز صاحب بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دیکھنے کی چلنے کی پکڑنے کی قدرت دی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس قدرت کو عطا کرنے کے بعد اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ہمیں چلنے پھرنے اور دیکھنے پکڑنے سے روک دے کیا یہ آیہ کریمہ سرفراز صاحب نے نہیں پڑھی۔

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین

نیز سرفراز صاحب نے بخاری شریف کے اندر حضرت سارہ والے واقعہ کے

اندر ظالم بادشاہ کے ہاتھ بار بار شل ہو جانا ملاحظہ نہیں کیا اور جنگ بدر کے اندر مسلمانوں کا کافروں کو دو ہزار نظر آنا اور کافروں کا مسلمانوں کو تین سو تیرہ سے بھی کم نظر آنا قرآن مجید میں نہیں دیکھا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: یرونہم مثلیہم رای العین

ترجمہ: کافر مسلمانوں کو اپنے آپ سے دوگنا دیکھتے تھے اور مسلمان کافروں کو اپنے آپ سے کم دیکھتے تھے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: یقللہم فی اعینکم.

عطائی اختیار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو عطائی اختیار موثر نہیں ہوتا کئی بار ہم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ کام ہمارے بس کے اندر بھی ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہیں ہوتی تو وہ کام وقوع پذیر نہیں ہو پاتا۔ عطائی اختیار کسی چیز کو وقوع پذیر کرنے کا سبب تو ہے لیکن علت تامہ نہیں ہے جس طرح آگ جلانے کا سبب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو نہیں جلا سکتی۔

جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ کے فرمان یا نار کونی بردا کے تحت آگ ٹھنڈی ہوگئی۔

مولوی سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ

فافہم وتدبر ولا تکن من الغفلین

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر نویں دلیل:

شفاء شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ بدر میں لڑ رہے تھے تو ان کا ایک ہاتھ مبارک کٹ گیا لیکن ایک معمولی سا حصہ

کٹنے سے بچ گیا اور لٹکتا رہا جو کہ لڑائی میں رکاوٹ بنا ہوا تھا تو انہوں نے اس کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر جسم سے علیحدہ کر دیا تاکہ کفار کے ساتھ قتال کرنے میں وہ رکاوٹ باقی نہ رہے پھر سرکار علیہ السلام نے اپنے لعاب اقدس سے اس کو جوڑ دیا حضرت علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا لعاب اقدس بھی مشکل کشا اور حاجت روا ہے جس ہستی پاک ﷺ کا لعاب دہن مشکل کشا اور حاجت روا ہو خود ان کی ذات اقدس کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے وہابی حضرات کہتے ہیں کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کا قصد اور ارادہ نہیں ہوتا تو ان سے استفسار یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب اقدس لگا کر ان کے ہاتھ کو درست کر دیا تھا تو کیا نبی کریم علیہ السلام چاہتے نہیں تھے کہ اس کا ہاتھ درست ہو جائے کوئی عقل کا اندھا اور بے بصیرت آدمی ہی کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا ارادہ نہیں تھا اور بغیر ارادہ کے ہی آپ نے ان کے کٹے ہوئے ہاتھ کو جوڑ دیا جب وہ وہابی حضرات دجال کو اس کے استدراج میں بااختیار سمجھتے ہیں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو معجزہ کے صادر کرنے میں بااختیار کیوں نہیں سمجھتے شاید اسی لئے امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر دسویں دلیل:

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا ایک جبہ مبارک تھا جو کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جب ان کا وصال ہو گیا تو اسے میں نے حاصل کر لیا ہم اس جبہ مبارکہ کو دھو کر پانی مریضوں کو پلاتے ہیں اور شفاء حاصل کرتے ہیں۔ (مسلم شریف جلد اول)

وجہ استدلال:

جب نبی پاک علیہ السلام کے جسد اقدس سے مس ہونے والے جبہ مبارک کا یہ مقام ہے کہ اس کا غسالہ مریضوں کے لئے شفاء بخش ہے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کا کیا مقام ہوگا جن کے جسد اقدس سے مس ہونے کی وجہ سے وہ اتنی برکات کا حامل ہے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی شان کا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور آپ کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے متصرف ہونے پر گیارہویں دلیل:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور علیہ السلام کے چند موئے مبارکہ تھے (جن کو انہوں نے چاندی کی ڈبیوں میں رکھا ہوا تھا) جب کسی کو نظر بد لگ جاتی یا کوئی اور مصیبت پہنچتی تو وہ پانی کا تغار حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجتا آپ سرکار علیہ السلام کے موئے مبارکہ کو پانی میں ڈبو دیتیں تو اس کے بعد وہ بیمار آدمی اس پانی کو پیتے اور شفاء یاب ہو جاتے یہ حدیث پاک بخاری شریف میں ہے۔

(بخاری شریف)

وجہ استدلال:

جب نبی کریم ﷺ کے سر اقدس سے جدا ہونے والے موئے مبارک یہ شان اعجازی رکھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے مریض شفاء یاب ہو جاتے ہیں تو نبی کریم علیہ السلام کی کیا شان ہوگی۔

نوٹ:

وہابی ان تمام احادیث مبارکہ کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو معجزات ہیں لہذا ان سے استدلال جائز نہیں۔

تو اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات بھی تو معجزہ ہیں لہذا یہ بھی پیش نہیں کرنی چاہئیں۔ نیز جو چیز شرک ہے وہ بطور معجزہ ہو تو پھر بھی شرک ہے کیا کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ خدائی کا دعویٰ شرک ہے لیکن بطور معجزہ خدائی کا دعویٰ شرک نہیں؟

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر بارہویں دلیل:

بخاری شریف کے اندر حدیث پاک ہے کہ۔ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انی اعطیت بمفاتیح خزائن الارض

ترجمہ:

مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں

یہ حدیث مبارک ہمارے دعویٰ پر قطعی الدلالت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہیں

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کی تیرھویں دلیل:

بخاری شریف کے اندر حدیث پاک ہے کہ نبی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

بینما انا نائم اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی

ترجمہ:

میں سویا ہوا تھا کہ تمام زمین کی چابیاں میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔

حضرت علامہ خفاجی اور حضرت ملاعلی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام تمام دنیا کے خزانوں کے مالک ہیں اور حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زمین و آسمان اور تمام ملک وملکوت میں حاکم ہیں۔

نوٹ:

مولوی سرفراز صفدر نے اپنی کتاب راہ ہدایت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ معجزہ کے اندر انبیاء کے قصد کو دخل نہیں ہوتا۔

مولوی سرفراز صاحب صفدر نے حضرت شیخ صاحب کا یہ حوالہ بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے کیا حضرت شیخ کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں گے جو ہم نے پیش کی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر چودھویں دلیل:

نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

اوتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق

ترجمہ:

تمام دنیا کے خزانوں کی چابیاں میرے پاس ایک چتکبرے گھوڑے پر لاد کر لائی گئیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک کے اندر بھی ہر اس شخص کیلئے جس کی بصارت پر ابلیس نے بغض رسالت کی پٹی نہ باندھ دی ہو اور جس کی بصیرت ماؤف نہ ہو چکی ہو اس امر کا وافر ثبوت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر پندرھویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

واعلموا انما الارض للہ ورسولہ

ترجمہ:

جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

بخاری شریف کے اندر حدیث پاک جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے پانی کی کمی ہوگئی تو نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تلاش کرو جس کے پاس بھی کوئی پانی بچا ہو تو

لے آؤ۔ چنانچہ لوگ ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا نبی کریم علیہ السلام نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور فرمایا آؤ کہ وضو کا پانی اور خدا کی برکت حاصل کرو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمے کی طرح پھوٹ رہا ہے۔

اسی لئے امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا یہ کہنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں ہے۔ یہ عقیدہ باطلہ ہے اور یہ صحیح حدیث کی تکذیب ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر سولویں دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے وضو کیلئے پانی طلب فرمایا جب نہ ملا تو مجھ سے فرمایا کہ لشکر میں سے پانی کو تلاش کرو میں نے تلاش کرنے کے بعد عرض کیا کہ قافلہ بھر میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں ملا۔ ایک انصاری نبی کریم علیہ السلام کے لئے اپنی مشک میں پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس جا کر دیکھو ہوسکتا ہے اس کی مشک میں پانی ہو جب دیکھا گیا تو اس میں معمولی پانی تھا نبی کریم ﷺ نے پانی کو ہاتھ مبارک پر لیا اور اس پر کچھ پڑھا پھر اس کو اپنے ہاتھ پر ملنے لگے اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

جس کسی کے پاس ٹب ہو جو پورے قافلے کو کافی ہو جائے وہ اس ٹب کو لے آئے چنانچہ ایک بڑا ٹب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ مشکیزہ لو اور پانی کو میرے ہاتھ پر ڈالو میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی ہاتھوں پر سے برتن میں ڈالا تو میں نے دیکھا کہ پہلے آپ کی انگلیوں سے پانی نکلا پھر پورے ٹب میں پھیل گیا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک صحیح مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جب چاہیں اپنی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری کر سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر سترھویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لشکر میں پانی نہیں تھا تو سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس معمولی پانی ہے تو ہم نے عرض کیا کہ کچھ تو ہے تو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا جس میں معمولی پانی تھا آپ نے اپنی مبارک انگلیاں برتن کے اوپر پھیلائیں تو آپ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو انتہائی بدتمیزی

کے ساتھ کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں اور اہل سنت کے اس عقیدہ کی پر زور تائید ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں اگر چہ یہ حدیث پاک مولوی سرفراز نے بھی کئی بار پڑھائی ہوگی لیکن بات وہی ہے۔

فانها لاتعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور

نیز ارشاد ربانی ہے

فى قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً

نبی محترم ﷺ کے مختار کل ہونے پر اٹھارویں دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک برتن میں معمولی سا پانی پیش کیا گیا آپ نے اس میں اپنی متبرک انگلیاں پھیلا دیں اس کے بعد فرمایا کہ آؤ وضو کے پانی کی طرف اور اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی برکت کی طرف۔

میں نے دیکھا کہ پانی پھوٹ پھوٹ کر آپ کی انگلیوں سے نکلنے لگا حتیٰ کہ تمام صحابہ نے وضو بھی کر لیا اور پی بھی لیا اور اس وقت صحابہ کرام کی تعداد چودہ سو تھی۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک مسلم شریف کے اندر موجود ہے اور یہ حدیث پاک مسند امام احمد کے اندر بھی موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام متصرف فی الکائنات ہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے مختار کل ہونے پر انیسویں دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ایک اور حدیث پاک مروی ہے کہ صلح حدیبیہ میں ان کو پانی نہ مل سکا اور ان کو سخت پیاس لگی نبی کریم ﷺ کے سامنے چمڑے کا تھیلہ تھا آپ نے اس سے پانی لے کر وضو فرمایا لوگ پانی دیکھ کر بے تابی کی صورت میں اس طرف لپکے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ وضو کیلئے پانی ہے اور نہ ہی پینے کیلئے بس یہی ہے جو آپ کے پاس ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے تھیلے میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا اور پانی خوب بہا اور لوگوں کو بھی پلایا اور وضو بھی کیا اور لوگوں نے بھی اس سے وضو کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ تم اس وقت کتنے تھے تو آپ نے فرمایا ہم پندرہ سو تھے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمارے لئے کافی تھا۔ یہ حدیث پاک بخاری شریف مسلم شریف اور مشکوۃ شریف میں ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی قطعی طور پہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مافوق الاسباب امور میں متصرف ہیں اور آپ اپنی شان اعجازی سے قلیل پانی کو بھی

لاکھ آدمیوں کیلئے سیرابی کا باعث بنا سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر بیسویں دلیل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مقام زوراء میں تھے نماز کا وقت ہو گیا لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا تو نبی پاک علیہ السلام نے پیالہ منگوایا جس میں بالکل معمولی سا پانی تھا آپ نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں سے نکلنے لگا اس وقت صحابہ کرام کی تعداد تین سو تھی اور پانی سب کیلئے کافی ہو گیا تو یہ حدیث پاک بھی ہمارے اس دعویٰ پر واضح برہان ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں یا یہ کہنا کہ رسول کے چاہنے سے معاذ اللہ کچھ نہیں ہوتا اس حدیث پاک کی رو سے سراسر باطل اور مردود ہے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک مسلم شریف اور مسند امام اعظم میں موجود ہے۔

نبی محترم علیہ الصلوۃ والسلام کے مختار کل ہونے پر اکیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک رات پانی ختم ہو گیا صبح کے وقت نبی پاک ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا۔ جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس سے مختصر وضو فرمایا اور اس سے جو پانی بچا تھا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا آگے چل کر اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہو گا۔

جب دن خوب چڑھ گیا اور سورج کی گرمی سے ہر چیز جلنے لگی تو لوگوں نے

آپ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو پیاس سے مر گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا اور تم پر کوئی ہلاکت نہیں یہ فرما کر آپ ﷺ نے وضو کے پانی کا برتن منگوایا اور برتن دیکھ کر اس پر لوگ امنڈ پڑے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے اخلاق ٹھیک کرو تم میں سے کوئی بھی پیاسا نہیں رہے گا تم سارے سیراب ہو جاؤ گے سرکار علیہ السلام نے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سارے لوگ سیراب ہو گئے نبی کریم علیہ السلام اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو پیاسا رہ گیا ہو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ خود نوش فرمالیجئے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پہلے تو پی لے کیونکہ پلانے والا سب سے آخر میں پانی پیتا ہے۔

نوٹ:

حدیث پاک کے یہ الفاظ جان وہابیت پر کوکب شہابی ہیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔

حالانکہ نبی پاک ﷺ تو پانی انڈیل رہے تھے اور حضرت ابو قتادہ لوگوں کو پلا رہے تھے لیکن چونکہ اصل ساقی نبی کریم ﷺ ہی تھے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کے معجزہ کی وجہ سے اور خداداد اختیار کی وجہ سے پانی میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ پورے لشکر کو کفایت کر گیا اس لیے نبی کریم علیہ السلام نے اپنے آپ کو ساقی (پلانے والا) فرمایا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ہر اس شخص کیلئے جو شرم وحیا کا کوئی ذرہ بھی رکھتا ہو

اور غیرت ایمانی کا کوئی شمہ بھی رکھتا ہو یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی ﷺ مختار کل ہیں ۔ اور اس حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ میں غور کرنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ معجزات کے صادر کرنے میں بااختیار ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس برتن کو سنبھال کر رکھو عنقریب اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا نیز سرکار علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی کہ تم سارے سیراب ہو جاؤ گے کوئی بھی پیاسا نہیں رہے گا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنی ذات اقدس پر اتنا اعتماد تھا کہ میں اس قلیل پانی کو پورے لشکر کیلئے پیاس بجھانے کا سبب بنا سکتا ہوں اگر نبی کریم علیہ السلام کا یہی نظریہ ہوتا کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو سرکار علیہ السلام کے مذکورہ بالا ارشادات درست نہ ہوتے۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر بائیسویں دلیل:

بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ خندق کے موقع پر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کیلئے کھانا تیار کیا ہے سرکار علیہ السلام خود تشریف لائیں اور چند آدمی اور ہوں تو نبی کریم علیہ السلام نے اعلان فرمایا۔

ياهل الخندق حي هلا بكم قد صنع لكم جابر سورا

ترجمہ:

اے خندق والو! سارے آجاؤ تمہارے لئے جابر نے کھانا تیار کیا ہے

پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لے گئے اور ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنے لعاب دہن کو آٹے میں ڈالا تو نبی کریم علیہ السلام نے وہ کھانا جو چند آدمیوں کے لئے تیار کیا گیا تھا اس سے ہزار آدمیوں کو سیر فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

انا عجيت كنجز كما هو وان برمتنا لتغظ كما هي

آٹے کے اندر بھی کوئی کمی نہ آئی اور سالن کے اندر بھی کوئی کمی نہ آئی۔

نوٹ:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب کسی دعوت دی جائے تو مہمان میزبان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو ساتھ نہیں لے جا سکتا لیکن یہاں نبی کریم علیہ السلام کو جب عرض بھی کر دیا گیا کہ صرف آپ جلوہ افروز ہوں اور آپ کے ساتھ صرف چند آدمی ہوں اس کے باوجود نبی علیہ السلام نے عام اعلان کر دیا کہ اے خندق والو! تم تمام آجاؤ جابر نے تمہارے لئے کھانا تیار کروایا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی پاک علیہ السلام کو اپنے آپ پہ اعتماد تھا کہ میں آٹھ دس آدمیوں کا کھانا ایک ہزار آدمی کو کھلا سکتا ہوں تو وہابی حضرات کو چاہیے کہ اس حدیث پاک کا بار بار مطالعہ کریں اور غور کریں کہ اگر ہم کسی کھانے میں تھوک دیں تو کیا اس کے اندر اسی طرح برکت پیدا ہو جائے گی؟ یا اس کا یہ اثر ظاہر ہوگا کہ جو پہلے کھانے کیلئے تیار بیٹھے ہیں وہ بھی کھانے سے انکار کر دیں گے ۔ اور تھوکنے والے کی دماغی کیفیت کے بارے میں سوچ بچار میں مصروف ہو جائیں گے بلکہ تھوکنے والی کی اس حرکت کی وجہ سے اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک بھی کیا جا سکتا ہے لہذا وہابی حضرات کو چاہیے کہ نبی پاک ﷺ کو اپنے آپ پر قیاس نہ کیا کریں اور اس عقیدہ باطلہ پہ اصرار نہ کیا کریں کہ نبی کریم علیہ السلام ہماری طرح مجبور اور بے اختیار ہیں بلکہ وہابی حضرات کو چاہیے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں اور نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پہ

ایمان لے آئیں تاکہ کل قیامت کے دن ان کو پچھتانا نہ پڑے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

نبی کریم ﷺ کے متصرف امور کلیہ ہونے پر تیسویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی پر قرضہ تھا اور وہ جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد میں نے اپنے والد کے قرض خواہوں کو کہا کہ پورا باغ لے لو اور قرضہ معاف کردو لیکن انہوں نے میری اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا میں نے نبی کریم ﷺ سے سفارش کروائی لیکن انہوں نے سرکار علیہ السلام کی سفارش قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تم کھجوروں کو جمع کرو اور کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دو اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام ایک ڈھیر پر خود جلوہ افروز ہوئے اور اسی سے سارا قرضہ ادا فرما دیا اور اس ڈھیر سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ مختار کل ہیں اور مخلوق خدا کی حاجت روائی پر قادر ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے جب چاہیں جو بھی چاہیں تصرف فرمائیں۔

انہیں احادیث کو دیکھتے ہوئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے

اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بہ دہد۔

کہ تمام خزانے نبی کریم علیہ السلام کے قبضے میں ہیں آپ جس کو چاہیں جو چاہیں اللہ کے اذن سے عطا فرما دیں۔

اس کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے ایک شعر لکھا ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

ترجمہ:

اگر تو دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے تمنا کر۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چوبیسویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعے نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں کھانا بھیجا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے عرض کیا جی ہاں پوچھا کیا کھانا دے کر بھیجا ہے عرض کی جی ہاں تو آپ نے فرمایا کھانا لے چلو ہم ابھی آتے ہیں نبی کریم علیہ السلام تمام صحابہ کو لے کر حضرت ابوطلحہ کے گھر کی طرف چلے حضرت ابوطلحہ نے ام سلیم سے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اور صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ ہم سب کو کھلا سکیں تو اس پر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ ورسولہ اعلم سرکار علیہ السلام کے ساتھ ستر یا اسی آدمی تھے سب نے کھانا سیر ہو کر کھایا اور کھانے کے اندر کوئی کمی واقع نہ

ہوئی۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مختارکلّ ہونے پر پچیسویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زینب بنت جحش] کے ساتھ شادی فرمائی تو شب زفاف کے بعد حضرت ام سلیم] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کچھ حلوہ دے کر نبی کریم علیہ السلام کی طرف بھیجا تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ اصحاب صفہ کی تعداد تین سو تھی وہ سارے حاضر ہو گئے اور حلوہ تناول فرمانے لگے حتی کہ سارے اس سے سیر ہو گئے حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتہ کہ جس وقت رکھا گیا اس وقت زیادہ تھا یا جس وقت اٹھایا گیا اس وقت زیادہ تھا۔

وجہ استدلال:

یہ حدیث پاک بھی اس امر پر روشن دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان اعجازی سے طعام کی قلت کو کثرت میں تبدیل کر دیا جاتا۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چھبیسویں دلیل:

صحیح بخاری شریف، مسلم اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جگہ تشریف فرما تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس آیت کریمہ کا مطلب پوچھا۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما و اسیرا

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس آیت کا مطلب بتا دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے ان سے بھی اس آیت کریمہ کا مطلب دریافت فرمایا تو انہوں نے بھی اس آیت کریمہ کا مطلب بتلا دیا پھر نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے بھی اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو نبی کریم علیہ السلام ان کے سوال پر مسکرائے اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور فرمایا جاؤ اور دودھ کا پیالہ اٹھا لاؤ جب وہ اٹھا لائے تو فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش نبی کریم دودھ کا یہ پیالہ مجھے ہی عطا فرما دیتے تاکہ میری بھوک اس کے ذریعے سے ختم ہوجاتی لیکن نبی کریم ﷺ کے حکم کی وجہ سے ستر صحابہ کرام کو بلا لائے ۔ نبی کریم علیہ السلام نے ان سب کو وہ دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہو گئے پھر حضرت ابو ہریرہ کو ارشاد فرمایا کہ تم پیو انہوں نے نوش فرمایا پھر نبی کریم علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ اور پیو چنانچہ انہوں نے مزید دودھ نوش فرمایا سرکار علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا کہ اور پیو تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو میرے پیٹ میں مزید گنجائش ہی نہیں ہے تو نبی کریم الصلوۃ والسلام نے ان کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے اذن سے متصرف امور کلیہ ہیں۔

نوٹ:

اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ استاد کیلئے شاگرد کا اور شیخ کیلئے مرید

کا جھوٹا پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث پاک کی ترجمانی بریلی کے تاجدار نے یوں فرمائی۔

کیوں جناب بو ہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

صاحب لولاک ﷺ کے متصرف امور دنیا و عقبی ہونے کیلئے ستائیسویں دلیل:

صحیح بخاری شریف کے اندر حدیث مقدسہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک مرتبہ صلوۃ کسوف پڑھائی تو نبی کریم علیہ السلام نماز میں آگے بڑھے پھر پیچھے ہٹے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے دیکھا آپ آگے بڑھے اور پھر پیچھے ہٹے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے ایک خوشے کو پکڑا اگر میں اس کو لے لیتا تو تم قیامت تک اس کو کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث مطہرہ سے واضح ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جنت کے اندر بھی تصرف فرما سکتے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ جنت کے مالک ہیں۔ کیونکہ اگر نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم جنت کے مالک نہ ہوں تو آپ کیلئے یہ تصرف کرنا جائز ہی نہیں ہوگا اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم علیہ السلام کے دست قدرت کا کمال بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ یہاں (زمین سے) ہاتھ بڑھائیں سات آسمانوں سے پرے جنت میں ہاتھ پہنچ جائے جبکہ زمین سے پہلے

آسمان کی مسافت پانچ سو سال ہے اور اتنی ہی اس کی موٹائی ہے اور اسی طرح سات آسمانوں کی پانچ سو سالہ مسافت اور پانچ سو سالہ موٹائی یہ کل سات ہزار سال کی مسافت ہے تو نبی کریم ﷺ اگر چاہیں تو زمین پر کھڑے ہو کر سات ہزار سال کی مسافت تک دور جنت میں تصرف فرما سکتے ہیں۔

نوٹ:

جامع ترمذی شریف میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ ہر آسمان کی مسافت دوسرے آسمان تک پانچ سو سال ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال پر مشتمل ہے۔

اسی لئے تو امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

صاحب لولاک ﷺ کے مختار کل ہونے پر اٹھائیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ جنگ تبوک کے موقع پر جب صحابہ کرام کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی تو انہوں نے فاقہ کی وجہ سے اپنے اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت نبی کائنات ﷺ سے حاصل کر لی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنے ان لشکریوں کے پاس جو کچھ بھی کھانے کا سامان ہے آپ اس میں برکت کی دعا فرمائیں اور اونٹ ذبح کرنے کا حکم جو آپ

نے ارشاد فرمایا ہے وہ منسوخ فرمادیں نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز ہے وہ حاضر خدمت کر دے تو جن جن صحابہ کرام کے پاس جو بھی چیز تھی انہوں نے وہ دربار مصطفی ﷺ میں پیش کر دی حتی کہ معمولی مقدار کچھ چیزیں جمع ہوگئیں اس کے بعد تاجدار کائنات ﷺ نے دعا فرمائی اور ان قلیل اشیاء میں ایسی برکت ہوئی کہ تمام لشکریوں کیلئے وہ چیزیں کافی ہوگئیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام معجزہ کے صادر کرنے میں بااختیار بھی ہیں اور اس حدیث پاک سے اس عقیدہ باطلہ کا بھی رد ہوگیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ ہوتا کہ میری چاہت سے کچھ نہیں ہوسکتا تو آپ حضرت عمر کو ٹوک دیتے کہ تمہیں دعا کیلئے گزارش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میرے چاہنے سے تو کچھ ہوتا ہی نہیں لیکن بجائے اس کے کہ نبی پاک ﷺ ان کو ٹوکتے آپ نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور بارگاہ خلاق عالم میں دست دعا دراز کیے اور اللہ تعالی نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ان تھوڑی چیزوں میں لاکھ صحابہ کیلئے کفایت عطا فرمادی۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر کا یہ نظریہ نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو وہ دربار رسالت مآب میں دعا کیلئے گزارش نہ فرماتے تو حضرت عمر وہ ہستی ہیں جو ملہمین میں سے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ذیشان ہے۔

لقد کان فی ماقبلکم من الامم محدثون فان یلث فی امتی احد فعمر

(بخاری شریف)

ترجمہ:

پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن کی طرف الہام کیا جاتا تھا اگر میری امت میں کوئی اس صفت سے متصف ہے تو وہ عمر ابن خطاب ہے۔

جس طرح جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے۔

لو کان بعدی نبی لکان عمر

ترجمہ:

اگر بالفرض میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

ان الحق ینطق علی لسان عمر

کے بے شک اللہ تعالی عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر کا یہ عقیدہ الہامی عقیدہ تھا اور ان کو اللہ تعالی کی بارگاہ سے الہام ہوا تھا کہ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں ایسی احادیث کی ترجمانی اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی زبان شعری میں فرمائی۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اسکی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

تاجدار دوجہاں ﷺ کے کلی مختار ہونے پر انتیسویں دلیل:

مشکوہ شریف ،شرح السنہ، الوفاء، المستدرک میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام معبد کے خیمہ میں تشریف لے گئے وہاں ایک لاغر بکری کھڑی تھی۔ جو چلنے پھرنے سے عاجز تھی لیکن نبی کریم علیہ السلام نے اس سے اتنا دودھ نکالا کہ ان کے گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے اس حدیث کو امام حاکم نے اور علامہ ذھبی نے صحیح قرار دیا۔

وجہ استدلال:

یہ حدیث پاک اس امر پر صراحۃً دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اس امر کا اختیار حاصل ہے کہ جس بکری میں دودھ کی صلاحیت نہ ہو اس سے بھی دودھ حاصل کر لیتے ہیں لہذا ان لوگوں کو اپنے اس عقیدہ باطلہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے جس عقیدہ کی رو سے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام عاجز اور بے اختیار ہیں ان کی ایسی جسارتوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراءتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

اسی طرح ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں میں امت رسول اللہ کی

جان دو عالم ﷺ کے متصرف فی العالمین ہونے کی تیسویں دلیل:

صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عبداللہ ابن

مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو سرکار علیہ السلام نے فرمایا ایسی بکری لے آؤ جس کے ساتھ نر نے جفتی نہ کی ہو وہ لے آئے تو سرکار علیہ السلام نے اس بکری سے بھی دودھ حاصل کر لیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود نبی پاک ﷺ کے اس معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

نبی کل ﷺ کے مختار کل ہونے پر اکتیسویں دلیل:

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث ہے کہ کفار نے نبی کریم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا تفسیر قرطبی اور فتح الباری کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم اسلام لاؤ گے۔ لیکن انہوں نے وعدہ کرنے کے باوجود اور چاند کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھنے کے باوجود اسلام قبول نہ کیا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی انگلی کے اشارے سے اڑھائی لاکھ میل دور چمکنے والے چاند کو دولخت کر کے رکھ دیا تو اس سے نبی پاک ﷺ کا آسمانوں کے اندر بھی متصرف ہونا ثابت ہو گیا۔ تو اہل سنت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام آسمان کے اندر بھی متصرف ہیں اور زمین کے اندر بھی۔

نور مجسم شفیع معظم کے متصرف ہونیکی بتیسویں دلیل:

مشکوہ شریف۔ مسند امام احمد۔ دارمی اور المستدرک کے اندر حدیث پاک

موجود ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک اعرابی حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ کون آپ کی نبوت پر گواہی دیتا ہے۔

نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا وہ درخت جو اس طرف کھڑا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے اس درخت کو بلایا اور اس سے تین دفعہ گواہی طلب کی تو درخت نے تین مرتبہ اللہ تعالی کی وحدانیت اور نبی کریم روف الرحیم ﷺ کی نبوت کی گواہی دی اور پھر واپس درخت اپنی جگہ پر چلا گیا اور وہ اعرابی مسلمان ہوگیا علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح قرار دیا ہے علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے صراحۃ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے نباتات وجمادات پر بھی حکومت عطا فرمائی ہے۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدہ قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة
تمشي اليه علي ساق بلا قدم

نوٹ:

اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں لکھتا ہے کہ یہ قصیدہ مبارکہ الہام خداوندی سے لکھا گیا۔

تاجدار ہر دوسرا کے متصرف ہونے پر تینتیسویں دلیل:

جامع ترمذی کے اندر حدیث پاک ہے کہ ایک اعرابی نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کیا کہ میں کیسے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالی کے نبی ﷺ ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر میں کھجور کے اس خوشے کو بلاؤں تو کیا تو میری نبوت کی تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا جی ہاں تو نبی کریم ﷺ نے کھجور کے خوشے کو بلایا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ واپس چلا جا تو وہ واپس بھی چلا گیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی پاک علیہ السلام نباتات پر بھی حاکم ہیں۔

احمد مختار ﷺ کے مختار کل ہونے پر چونتیسویں دلیل:

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم روف الرحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

الله يعطي وانما انا قاسم

ترجمہ:

اللہ تعالی عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد

فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ علم بھی تقسیم کرتے ہیں اور اموال بھی تقسیم کرتے ہیں اور تمام دینی و دنیاوی نعمتیں نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھوں سے نکلتی ہیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے سید دو عالم ﷺ کا کونین کی نعمتوں کو بانٹنے والا ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور اسی حدیث پاک کی ترجمانی بریلی کے تاجدار نے یوں فرمائی۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

رحمت دو عالم ﷺ کا اختیارات کلیہ کے حامل ہونے پر پینتیسویں دلیل:

مسند ابو یعلی میں روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ یا مالک الناس اور نبی کریم علیہ السلام اس بات کو سن کر خاموش رہے منع نہیں فرمایا۔ (مسند ابو یعلی جلد ۶)

نوٹ:

مجمع الزوائد میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

جب نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ تمام لوگوں کے مالک ہیں تو نبی پاک علیہ السلام کا عقیدہ بھی یہی ہوا کہ آپ تمام لوگوں کے مالک

ہیں کیونکہ اگر یہ بات غلط ہوتی تو نبی پاک علیہ السلام منع فرما دیتے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو غلط اعمال اور عقائد سے بچا ئیں۔ اگر مولوی سرفراز صاحب صفدر کو لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی فکر ہے اور وہ ہر وقت بزعم خویش اس امر میں کوشاں رہتے ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ جن کو اللہ تعالی نے مبعوث غلط عقائد کے خاتمے اور لوگوں کو شرک سے ہٹا کر سچا پکا موحد بنانے کیلئے فرمایا ہے تو ان کا لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں کیا حال ہوگا۔

شب اسری کے دولہا ﷺ کے مالک اختیارات کلیہ ہونے کی چھتیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں سرکار کا فرمان ذیشان ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر تھا ایک آدمی آیا اس نے ایک قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا نبی کریم علیہ السلام نے اس کی قرأت کی تصدیق فرمائی پھر دوسرا آدمی آیا اس نے دوسری قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا اس کی بھی آقائے عالمین نے تائید فرمائی اور ایک اور آدمی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پہلے دونوں حضرات سے مختلف طریقے سے قرأت کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی تصدیق فرمائی حضرت ابی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو نور ایمان سے پہلے بھی پیدا نہیں ہوئی تھی جب نبی پاک نے میرے دل کی کیفیت کو دیکھا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میرے دل سے سب تکذیب زائل ہو گئی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا میں اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہوں اور نبی آخر الزمان ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے دوبارہ مجھے ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور میرا دل نور ایمان سے روشن ہو گیا۔

نوٹ:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشرفعلی تھانوی نے التکشف میں لکھا ہے کہ اس حدیث پاک میں نبی کریم علیہ السلام کے تصرف کا ثبوت ہے تو اگر مخالفین حدیث پاک کونہیں مانتے تو کم ازکم اپنے حکیم الامت کی بات کوتسلیم کر لیں کیونکہ وہابی حضرات کے دل میں نہ قرآن کی عظمت ہے نہ حدیث رسول کی عظمت ہے بلکہ صرف اپنے اکابرین کا احترام ہے اسی لئے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں کودرست تسلیم کرکے اپنے آپ کوجہنم میں لے جارہے ہیں تو ان کو چاہیے کہ اپنے اکابرین کی ان عبارات کوبھی مانیں جن سے شان رسالت مآب ﷺ ظاہر ہوتی ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک میں اس امر کا وافر سامان موجود ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اللہ کی عطا سے اس امر پر قادر ہیں کہ ظلمت کفر کونور ایمان سے تبدیل فرمادیں اسی لیے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ان اللہ اعطاھم القدرۃ مالاجلہ یتصرفون فی بواطن الخلق

ترجمہ:

اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام کوایسی قدرت عطا فرمائی جس کے ذریعے وہ مخلوق کے دلوں میں تصرف کرسکتے ہیں۔

سید المرسلین ﷺ کے حاکم ہونے پر سینتیسویں برھان:

صحیح مسلم شریف میں سرکار علیہ السلام نے ما ینطق عن الھوی والی زبان سے

ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک لڑکا تھا جو ایک راہب کے زیر تربیت تھا سرکار علیہ السلام اس لڑکے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

کان ذالک الغلام ابری الاکمہ والابرص یداوی الناس من سائر الادواء

ترجمہ:

وہ لڑکا مادر زاد اندھوں کوٹھیک کرتا اور برص کے بیماروں کوتندرست کرتا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کیا کرتا تھا۔

وجہ استدلال:

جب بنی اسرائیل کے راہب کی صحبت میں رہنے والا ایک لڑکا اتنا با اختیار ہوسکتا ہے کہ برص کی بیماری کوختم کردے اور اندھوں کوآنکھیں دے دے اور باقی بیماریوں کا علاج کرنے پر بھی قادر ہو (من حیث الکسب) پھر نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم جو اللہ تعالٰی کے نائب ہیں اور تمام انبیاء کے سردار ہیں پھر آپ کے بارے میں یہ کہنا کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں نیز یہ کہنا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والتسلیم کے متصرف ہونے پر اڑتیسویں دلیل:

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی کتاب مشکل الاثار میں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر انور رکھ کر محو استراحت تھے اور نبی کریم علیہ السلام عصر کی نماز پڑھ چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ

نے ابھی عصر کی نماز پڑھنا تھی تو نبی کریم علیہ السلام ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرماتے رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا تو جب نبی پاک ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا اے علی کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ تو آپ ﷺ نے دعا کی۔

اللهم ان عليا كان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس

ترجمہ:

اے اللہ بے شک علی تیری اطاعت میں تھا اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا پس تو اس پر سورج کو لوٹا دے تو پھر سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ پھر طلوع ہو گیا۔

نوٹ:

اس حدیث کو امام طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا یہ حدیث صحیح ہے علامہ نور الدین ھیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ مولوی ادریس کاندھلوی اپنی کتاب سیرت مصطفیٰ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے۔

جو لوگ اس حدیث کی صحت کے بارے میں تفصیلی حوالہ جات دیکھنا چاہتے ہیں وہ راقم کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ میں مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ان لوگوں کی شدید تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث پاک سے صراحتاً یہ ثابت ہو رہا

ہے کہ ڈوبا ہوا سورج نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے ہی واپس آ گیا اور حضرت علی کی نماز قضا نہ ہوئی۔

نوٹ:

اس مضمون کی ایک حدیث معجم اوسط طبرانی میں ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے بعد غروب ہونا ابھی غروب نہ ہونا تو سورج کچھ دیر کے لیے رک گیا۔

علامہ ھیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور علامہ علی قاری نے بھی موضوعات کبیر میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی ترجمانی میں ملک سخن کے شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی فرماتے ہیں۔

صاحب رجعت شمس وشق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اور مقام پر یوں رقمطراز ہیں۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی ﷺ

مالک کونین ﷺ کے مختار کل ہونے پر انتالیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور روتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ آپ کی شان میں گستاخی کرتی ہے اس لئے میں سخت پریشان ہوں آپ میری والدہ کیلئے ہدایت کی دعا فرمائیں تو نبی کریم علیہ السلام نے دعا فرمائی اللهم اهد ام ابی هريره۔

ترجمہ:

اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکار کے دعا فرمانے کے بعد میں جب اپنے گھر کی طرف دوڑتے ہوئے گیا گھر کا دروازہ بند تھا اور میری والدہ غسل فرما رہی تھیں تو کچھ دیر کے بعد انہوں نے دروازہ کھولا اور کلمہ شریف پڑھ رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی اور نبی کریم علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دے رہی تھیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے خبیث وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کی پرزور تردید ہوتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہابی حضرات ہی ارشاد فرمائیں یہ ان کے ترجمان سرفراز خان صفدر جن کی ساری عمر قرآن وحدیث اور اقوال علما کی تحریف معنوی کرتے ہوئے گزر گئی کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے تو آپ ان کی ہدایت چاہتے تھے یا نہیں اگر چاہتے تھے تو تمہارا یہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیوں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے چاہنے ہی سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ مسلمان ہوگئیں اور اگر سرفراز صاحب فرمائیں کہ سرکار علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ابو ہریرہ کی والدہ مسلمان ہو جائیں تو پھر آپ علیہ السلام نے دعا کیوں کی؟ کیا معاذ اللہ سرکار کے دل میں اور بات تھی اور زبان پر اور بات تھی حالانکہ یہ وہابیہ کا شیوہ ہے۔

یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم

اس لئے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ وہابیہ کی اسی صفت کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ذباب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد پہ کہ تسلیم زبانی ہے

محبوب رب المشرقین ﷺ کے تصرفات پر چالیسویں دلیل:

مستدرک۔ ابن حبان اور ابو یعلیٰ میں طبرانی اور مجمع الزوائد کے اندر صحیح حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی جب موسیٰ علیہ السلام یہاں سے گزریں تو میری لاش مبارک (جسد اقدس) کو اپنے ساتھ لے جائیں تو جب موسیٰ علیہ السلام وہاں (مصر) میں پہنچے تو لوگوں سے پتہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر انور کہاں ہے تو تمام لوگوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے اپنے والی جنت عطا فرمائیں اور میری جوانی واپس لوٹا دیں تو میں آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم کی طرف رہنمائی کروں گی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے تیری جوانی تو واپس لوٹا سکتا ہوں لیکن اپنے والی جنت تجھے عطا نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اپنے والی جنت عطا کردو تو انہوں نے اس کو عطا فرما دی۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت عطا کرنے کے اختیار سے سرفراز فرمایا تھا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام جنت عطا فرما سکتے تو نبی پاک علیہ السلام جن کے امتی ہونے کی تمنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کرتے رہے ہیں۔ ان کی قدرت اور اختیار کا کیا عالم

ہوگا اور نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے ایک اعرابی کو فرمایا جو مانگنا ہے مانگ لے اس اعرابی نے کہا کہ یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ایک اونٹنی عطا فرمادیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اعرابی تجھ سے تو وہ بوڑھی عورت جس نے موسیٰ علیہ السلام سے جنت کا سوال کیا تھا زیادہ ماننے والی ثابت ہوتی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی سے جنت کا سوال کیا تو تجھے ہم نے اختیار دیا کہ جو مانگنا ہے مانگ لے اور تو نے اونٹنی کا مطالبہ کر دیا۔

تو نبی کریم علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مانگنا ہے مانگ لے تو وہ جنت بھی مانگ لیتا تو سرکار علیہ السلام عطا فرمادیتے اسی لئے تو فرمایا کہ تجھ سے تو وہ بوڑھیا اچھی تھی جس نے جنت کا مطالبہ کیا اور تو نے دنیوی مال کا مطالبہ کر دیا ہے حالانکہ مسلمان ہونے کے دعویدار کو جنت کی رغبت رکھنی چاہیے۔

کما قال اللہ تعالی: وفی ذلک فلیتنا فس المتنا فسون

جنت کی نعمتوں کی رغبت کرنی چاہیے رغبت کرنے والوں کو۔ ویسے بھی جنت کی تمنا کرنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے جیسا کہ انہوں نے عرض کیا۔

واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم

اے اللہ مجھے جنت کے ورثا میں سے بنا دے۔

نوٹ:

بعض اہل سنت کہلانے والے نعت خوان اور جھوٹے صوفی جنت کی بہت تحقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں جنت نہیں چاہیے ہمیں سرکار علیہ السلام کا در چاہیے تو ان

کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا پر غور کرنا چاہیے اور شرم وحیا سے کام لینا چاہیے جب اللہ کے خلیل جنت کے طلبگار ہیں تو پھر وہ جنت سے اتنی نفرت کیوں کر رہے ہیں پھر ان کا یہ کہنا بھی بڑا تعجب انگیز ہے کہ ہمیں سرکار کا در چاہیے کیوں کہ سرکار علیہ السلام نے اپنی قبر انور کو بھی جنت قرار دیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے۔

مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنہ

نیز موطا امام مالک میں حدیث پاک ہے کہ

مابین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ

(بخاری شریف)

لہذا ایسے نعت خوانان کو چاہیے کہ کرم فرمائیں ایسے الفاظ سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے لہذا انہیں توبہ کرنی چاہیے۔

وسیلتنا فی الدارین ﷺ کے مختار کل ہونے پر اکیالیسویں دلیل:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مجھے اپنی شرم گاہ کی اور زبان کی حفاظت کی ضمانت دے گا میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں۔ (بخاری شریف)

وجہ استدلال:

اگر نبی کریم ﷺ جنت کے مالک ہی نہ ہوں اور جنت آپ کے قبضے میں ہی نہ ہو۔ تو پھر نبی کریم علیہ السلام جنت کی ضمانت کیسے دے سکتے ہیں؟

امام القبلتین محبوب رب المشرقین والمغربین کے مالک کائنات ہونے پر بیالیسویں برھان:

ایک آدمی سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ رسول اللہ میرے باغ کے اندر ایک آدمی کا کھجور کا درخت ہے اور وہ کبھی بلاوجہ بھی باغ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور مجھے اس کے اس طرح داخل ہونے سے پریشانی لاحق ہوتی ہے تو نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کو فرمایا کہ تو اپنا باغ مجھے بیچ دے اس نے کہا کہ نہیں میں باغ نہیں بیچنا چاہتا پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ درخت مجھے ہبہ کر دے تو اس نے دوبارہ انکار کر دیا۔ پھر شاہ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ درخت مجھے جنت کے درخت کے بدلے بیچ دے تو اس نے اس پر بھی انکار کر دیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ سے زیادہ بخیل وہی ہوگا جو اسلام کے معاملے میں بخیل ہو۔

نوٹ:

یہ روایت مسند امام احمد اور طبرانی شریف میں موجود ہے الفتح الربانی میں لکھا ہوا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور صاحب مشکوۃ نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا۔

وجہ استدلال:

اگر نبی کریم ﷺ جنت کے مالک نہ ہوتے تو پھر جنت کے پھلوں کی بیع دنیا میں بیٹھے ہوئے کیسے فرماتے کیونکہ جنت کے پھلوں کی بیع وہی کر سکتا ہے جو جنت کا مالک ہو۔

صاحب قاب قوسین ﷺ کے متصرف ہونے پر تینتالیسویں دلیل:

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے دوبار جنت خریدی۔

نوٹ:

یہ حدیث جس درجے کی ہے اس حدیث پاک کا مطالعہ کرنے کے بعد وہابیوں کے وکیل سرفراز صاحب صفدر کے اس قول کا رد بلیغ ہو جاتا ہے جو اس نے اپنی کتاب دل کا سرور میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام تو اپنے لئے بھی جنت کے مالک نہیں ہیں کسی اور کو جنت کیسے دیں گے۔ حالانکہ مولوی سرفراز صاحب کو اس بات کا علم ہونا چاہیے تھا کہ نبی کریم علیہ السلام لوگوں میں جنت بانٹ رہے ہیں جو ہستی پاک لوگوں میں جنت تقسیم کر رہی کیا وہ اپنے لئے جنت کے مالک نہیں ہو سکتے۔

مولوی سرفراز صاحب صفدر نے یہ جو گل افشانی فرمائی ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ اس کے اکابر خلیل احمد اور مولوی اسماعیل دھلوی نے اپنی اپنی کتابوں (براہین قاطعہ۔ تقویۃ الایمان) میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اپنے جنتی ہونے کا بھی علم نہیں ہے۔ حالانکہ مولوی سرفراز اور اس کے پیشوا اگر سورۃ یس کا بھی مطالعہ کر لیتے تو ان کو وہاں حبیب نجار کا یہ قول نظر آ جاتا کہ جب اس کو جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس نے کہا۔

یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین

ترجمہ:

کہ جب اس کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم جان لیتی جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمائی اور مجھے معزز لوگوں میں سے بنایا اسی طرح سورۃ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے کہ

وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنت تجری من تحتها الانهر

ترجمہ:

خوشخبری دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کیلئے ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیةفادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

ترجمہ:

اے اطمینان والے نفس اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی ہو اور اللہ تجھ سے راضی ہو اور میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین امنوا وعملوا الصلحت لنبوانهم من الجنة غرفا

ترجمہ:

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کو جنت میں بالا خانے عطا فرمائیں گے ان احادیث مبارکہ کی صراحت اور آیات کی واضح دلالت کے باوجود مولوی سرفراز اور اس کے اکابر کا عقیدہ یہی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو نہ اپنی نجات

کا علم ہے نہ اپنی امت کی نجات کا علم ہے تو جب دیوبندی حضرات نبی کریم علیہ السلام کو جنتی نہیں مانتے تو آپ کو جنت کا مالک کیسے تصور کر سکتے ہیں وہابی حضرات اس عقیدے کی وجہ سے عیسائیت کی راہ ہموار کر رہے ہیں کیونکہ اگر کوئی عیسائی کسی دیوبندی کو کہے کہ تمہارے نظریہ کے مطابق تمہارے نبی علیہ السلام کو اپنے جنتی ہونے کا علم بھی نہیں تو پھر ان کا کلمہ پڑھ کر اور ان کا امتی بن کے کیا حاصل کرو گے ہمارے نبی کا کلمہ پڑھو جن کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے۔

والسلم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا

حضور سیدنا جدالحسن والحسین ﷺ کے متصرف ہونے کی

چوالیسویں برھان:

مشکوۃ شریف اور دارمی شریف میں حدیث پاک مرقوم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

الکرامة والمفاتیح یومئذ بیدی

ترجمہ:

قیامت کے دن تمام عزتیں اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔
اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں یہ الفاظ نقل کیے۔

مفاتیح جنة یومئذ بیدی

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کا جنت کا مالک ہونا مہر منیر کی طرح عیاں ہوتا ہے اسی لیے تو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی

قدس سرہ العزیز نے یوں بیان فرمایا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اور ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی ﷺ

نبی کریم الصلوۃ والتسلیم کے مختار کل ہونے پر پینتالیسویں

دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ تو اس نے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (یعنی میرا دایاں ہاتھ شل ہے)۔ فی الواقع اس کا دایاں ہاتھ خراب نہیں تھا اس نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اس طرح کہہ دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو دایاں ہاتھ کبھی بھی ہلا نہیں سکے گا اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ کبھی اس کے منہ کی جانب نہ اٹھ سکا۔

وجہ استدلال:

آپ کے اس فرمان عالیشان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان کلمہ کن کا حکم رکھتی ہے۔ غالباً اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہل محبت نے فرمایا۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

شفیع المذنبین ﷺ کے مالک کونین ہونے پر چھیالیسویں

دلیل:

مشکوہ شریف میں حدیث مبارکہ ہے۔

عادی الارض للہ ورسولہ

ترجمہ:

ویران زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بیہقی اور طبرانی شریف میں بھی موجود ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

ایک اہم اشکال اور اس کا جواب

(الترغیب والترہیب، مجمع الزوائد، تنقیح الرواۃ)

وہابی حضرات یہاں ایک اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام پوری روئے زمین کے مالک ہیں اور جو تم نے دلیل پیش کی ہے اس سے صرف ویران زمین کا ہی مالک ہونا واضح ہوتا ہے تو یہاں دعویٰ عام ہے دلیل خاص ہے تو تقریب تام نہیں ہے۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہاں اگر اس اشکال کو مان لیا جائے تو لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ بھی صرف ویران زمین کا مالک ہی ہے ویران زمین کی تخصیص

اس لئے کی گئی ہے کہ اس زمین کا بظاہر بھی کوئی مالک نہیں ہوتا۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لمن الملك اليوم

ترجمہ:

آج کے دن ملک کس کا ہے۔

تو یہ فرمان عالیشان اس لئے ہے کہ وہاں اس دن ظاہری طور پر کسی کی بادشاہی نہیں ہوگی۔

راحۃ العاشقین ﷺ کے مختار کل ہونے پر سینتالیسویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی بہت ساری احادیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ چادر پھیلاؤ انہوں نے چادر کو پھیلایا تو نبی کریم علیہ السلام نے اپنا خالی ہاتھ چادر میں رکھا پھر سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کہ اپنی چادر کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے چادر کو سینے کے ساتھ لگایا اس وقت سے لے کر آج تک مجھے کوئی حدیث بھولی نہیں۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں مذکور ہے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

انیس الغریبین ﷺ کے مختار کل ہونے پر اڑتالیسویں دلیل:

حضرت محمد حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ مبارک گرم ہانڈی کے گرنے کی وجہ سے جل گئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا دی تو ان کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک نسائی شریف اور شفاء شریف میں موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کا دافع البلاء ہونا اور مشکل کشا ہونا بالکل واضح ہے۔ تو اس حدیث پاک سے ان خبثاء کے اس نظریہ کا ابطال ہو جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہ خود ہی بنظر انصاف ارشاد فرمائیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس صحابی کے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کیلئے شفاء یاب ہونے کیلئے دعا فرمائی تو یقیناً آپ چاہتے تھے کہ ٹھیک ہو جائے تو معلوم ہوا اس عقیدہ کا نبی کریم ﷺ کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار علیہ السلام کا اپنی ذات کے بارے میں وہ نظریہ نہیں ہے جو یہ لوگ ہمیں رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں ہم وہ عقیدہ رکھنے کے پابند ہیں جو عقیدہ ہمیں نبی پاک ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔

اور ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو اسماعیل دھلوی نے ہمیں

دیا۔ ہم وہابی حضرات سے یہی گزارش کریں گے اگر اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہو تو اسماعیل دہلوی کو چھوڑ کر نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لو ورنہ جہنم کی آگ اس آگ سے انہتر درجے زیادہ سخت ہے۔ اگر تم توبہ نہیں کرو گے تو اس آگ میں داخل کیے جاؤ گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا۔

فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة اعدت للکفرین

نبی کریم ﷺ کے متصرف ہونے پر انچاسویں دلیل:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا سست رفتار تھا۔ نبی کریم ﷺ اس پر ایک مرتبہ سوار ہوئے تو سرکار علیہ السلام کی برکت سے وہ اتنا تیز رفتار بن گیا کہ کوئی گھوڑا بھی تیز رفتاری میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف کے اندر موجود ہے بخاری شریف کے اندر ہی حدیث پاک ہے کہ سرکار حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر تشریف فرما ہوئے تو سرکار نے فرمایا کہ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پایا ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے سرکار علیہ السلام کا متصرف ہونا اور جانور کی سست رفتاری کو تیزی میں تبدیل کر دینا اظہر من الشمس ہے۔

باب دوم

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کا ثبوت کل علماء کے اقوال کی روشنی میں:

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ:

الجوہر المنظم میں فرماتے ہیں ہو۔ ھو ﷺ خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه وموائد نعمه تحت یدہ وارادته یعطی من یشاء ویمنع من یشاء (الجوہر المنظم ص۴۲)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانے اور نعمتوں کے سب دسترخوان نبی کریم علیہ السلام کے قبضے میں دے دیئے ہیں آپ جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جس کو چاہے عطا نہ فرمائیں۔

علامہ فاسی کا ارشاد:

کل ماظھر فی العالم فانما یعطیه سیدنا محمد ﷺ فلاتخرج من الخزائن الالھیة شی الاعلی یدہ. (مطالع المسرات ص۵۵)

ترجمہ:

جو کچھ کائنات میں کسی کو نعمت ملتی ہے وہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سے ملتی ہے

اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو کچھ کسی کو ملتا ہے نبی کریم ﷺ کے سخاوت والے ہاتھ سے ملتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دھلوی کا ارشاد:

حضرت امیر وذریۃ طاھرہ اور اتمام امت بر مثال پیران ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ راباایشاں وابستہ می دانند۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۲۳)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی تمام اولاد کو پوری امت انتہائی عقیدت کے ساتھ اپنا پیر اور مرشد مانتی ہے اور کائنات کے تمام امور کو ان سے وابستہ سمجھتی ہے۔

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب اتمام البرھان میں لکھتے ہیں کہ ہم شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا روحانی باپ تصور کرتے ہیں۔ اور ان کا فیصلہ ہمارے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ تو امید ہے کہ حضرت یہاں بھی کرم فرمائیں گے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے مسلک اہلسنت کی حقانیت کے قائل ہو جائیں گے۔

علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

کنیتہ ﷺ ابو القاسم لانہ علیہ السلام یقسم الجنۃ بین اھلھا

(طحطاوی علی المراقی) کذافی الزرقانی علی المواھب

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ کی کنیت ابو القاسم اس لئے ہے کہ آپ جنت کو مستحقین کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

حضرت بھی اپنی بخاری شریف کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے پاس تمام اہل جہان کے رزق اور روزی کے خزانے ہیں تاکہ آپ ان کی اتنی مقدار نکال کر دیں جو وہ آپ سے طلب کریں جو بھی اس جہان کے رزق میں ظاہر ہو چکا ہے وہ نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوا ہے۔

(زرقانی ج ۵ ص ۲۶۰) (ارشاد الساری جلد ۶ ص ۴۵۵)

اسی طرح کی عبارت ملا علی قاری نے شرح شفا جلد دوم صفحہ ۲۰۹ پر لکھی ہے۔ اسی مضمون کی عبارت نسیم الریاض جلد دوم ص ۲۰۹ پر بھی موجود ہے۔ اور ملا علی قاری نے شرح شفاء جلد اول ص ۱۷۴ پر اسی مضمون پر مشتمل عبارت تحریر فرمائی ہے۔

مخالفین کے گھر کی گواہی:

دیوبندیوں کے شیخ الھند مولوی محمود الحسن نے اپنی کتاب ادلہ کاملہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد از خدا مالک اعظم ہیں۔ عالم جمادات ہوں یا نباتات یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم سب کے آپ ﷺ مالک ہیں۔

(ادلہ کاملہ ص ۱۵۲)

عربی کا مشہور مقولہ ہے۔

الفضل ماشھدت بہ الاعدا

اسی طرح حدیث پاک ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ لیو ید ھذا الدین بالرجل الفاجر (بخاری شریف)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی تائید کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

آپ اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ تمام انسانوں کی گردنوں کے مالک ہیں۔ اور تمام روئے زمین کے مالک ہیں اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ بات زبور سے نقل فرمائی ہے۔

نوٹ:

چونکہ مخالفین یہ سمجھتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز ہمارے عقائد کے حامل تھے اس لئے ہم نے ان کے زعم کے مطابق ان کو مخالفین میں شمار کیا ہے ورنہ آپ علیہ الرحمۃ ہمارے بھی بزرگ ہیں۔

بانی دیو بند قاسم نانوتوی کا ارشاد:

وہ اپنی کتاب قصائد قاسمیہ میں لکھتے ہیں۔

فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی
زمین پہ جلوہ نما ہیں احمد مختار

نبی پاک علیہ السلام کا یہ ارشاد پاک کتنا اچھا ہے اور سچا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاجر

بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی تائید کرواتا ہے

(بخاری شریف)

نیز عربی کا مشہور مقولہ ہے۔

الفضل ماشھدت بہ الاعداء

ترجمہ:

فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔

انور شاہ کشمیری کا ارشاد:

کشمیری صاحب اپنی سروق شرح بخاری فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی صرف آنکھ پھوڑنے پر اکتفا فرمایا ورنہ آپ علیہ السلام کے مکہ کی طاقت کا عالم یہ ہے کہ سات آسمان وزمین کو تباہ کر کے رکھ دیں۔

(فیض الباری جلد چہارم صفحہ ۲۷۶)

نوٹ:

انور شاہ کشمیری نے یہ عبارت ایک مشہور حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھے بغیر روح قبض کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر ان کو تھپڑ مارا اور آنکھ پھوڑ دی حضرت ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت فقد فقع عینی فرد اللہ الیہ عینہ

ترجمہ:

تو نے مجھے اپنے ایسے بندہ کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس نے میری آنکھ پھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت کو آنکھ واپس کر دی اور

فرمایا کہ جا کر ان سے عرض کرو کہ آپ بچھڑے کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں جتنے بال نیچے آئیں گے اتنی عمر بڑھا دی جائے گی۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی موت وحیات میں با اختیار ہیں۔ جس سے وہابیہ کے اس عقیدہ کا رد ہو گیا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے اسے کسی چیز کا اختیار نہیں۔

باب سوم

معجزہ کا مقدورِ انبیاء ہونا

آیات قرآنی کی روشنی میں:

اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے حکایت فرماتے ہیں۔

ابرئ الاکمه والابرص واحیی الموتی باذن الله

ترجمہ:

اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے۔

دیو بند کے شیخ مولوی شبیر احمد عثمانی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”حضرت مسیح چونکہ نفخہ جبرئیلیہ سے پیدا ہوئے ہیں اس مسیحائی نفخہ کو اسی نوعی ولادت کا ایک اثر سمجھنا چاہیے۔ حضرت مسیح پر کمالات ملکیہ وروحیہ کا غلبہ تھا۔ اس کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابو البشر کو مسجود ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں جس میں تمام کمالات بشریہ جو عبارت ہیں مجموعہ کمالات روحانیہ وجسمانیہ سے اعلیٰ درجہ پہ ہوں گے اس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

نوٹ:

اس مضمون کی آیت سورۃ مائدہ میں بھی موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

واذ تخلق من الطین کهیئة الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرا باذنی

وتبرءا الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی

ترجمہ:

جب تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر تو اس میں پھونک مارتا تھا تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادر ذات اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مردوں کو میرے حکم سے۔

دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثانی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خدا کے حکم سے افاضہِ حیات کے قابل کا لبدخا کی تیار کر دینا اس میں باذن اللہ روح حیات پھونکنا مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب مادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنا دینا حتی کہ مردہ لاشوں میں باذن اللہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا۔ (تفسیر عثانی صفحہ ۲۵۲)

اس آیت سے استدلال پر دیابنہ کے شبہات کا ازالہ:

وہابی حضرات بالعموم اور سرفراز خان صاحب صفدر بالخصوص اس آیت کریمہ سے معجزہ کے اختیاری ہونے پر اہل سنت کے استدلال پر یہ شبہ وارد کرتے ہیں یہاں پر باذن اللہ کا لفظ ہے اور جہاں باذن اللہ آجائے وہاں بندہ کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ محض اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

اس شبہ کا ازالہ اس طرح کیا جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جہاں ارشاد فرمایا۔

انبئکم بما تاکلون وما تدخرون

تو یہاں باذن اللہ کا لفظ نہیں ہے۔ پھر معترض کو چاہیے کہ یہاں تو تسلیم کریں کہ یہ معجزہ عیسیٰ علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوتا تھا کیونکہ باذن اللہ موجود نہیں پھر وہابی

حضرت کا سالبہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ کوئی معجزہ نبی کے ارادہ سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ وہابیہ نے یہ ضابطہ بیان کیا تھا جہاں باذن اللہ کا لفظ آئے وہاں باذن اللہ کا لفظ بولنے والے کا کوئی ارادہ و اختیار نہیں ہوتا تو جہاں باذن اللہ نہ آئے وہاں تو ارادہ و اختیار ہونا چاہیے۔ نیز یوسف علیہ السلام کا ارشاد

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا

تو یہاں بھی باذن اللہ کا لفظ نہیں تو کیا یہاں تسلیم فرما سکتے ہیں کہ یہ معجزہ اختیار سے صادر ہوا۔ اگر کہیں کہ یہاں بھی اس کے ارادہ کا دخل نہیں تو ان کا قاعدہ ٹوٹ گیا کہ باذن اللہ جہاں ہو وہاں کوئی اختیار نہیں ورنہ ہے۔

اور نیز وہابیہ اگر اس امر پر اصرار کریں کہ جو فعل باذن اللہ واقع ہو وہاں اس فعل کے فاعل کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا تو مندرجہ ذیل آیات کا کیا جواب دیں گے۔

ماکان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ

ترجمہ:

نہیں کسی نفس کیلئے کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے۔

کیا وہابیہ یہاں کہیں گے کہ بندہ کے ایمان میں اس کا کوئی اختیار نہیں ہے حالانکہ ایمان فعل اختیاری کا نام ہے کیونکہ جبر و اکراہ والا ایمان اللہ کی بارگاہ میں قبول ہی نہیں کیونکہ ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اسکی اطاعت کی جائے اللہ کے

اذن سے۔

تو کیا جن لوگوں نے اطاعتِ رسول کی تو اضطرارا کی ان کے ارادہ واختیار کا کوئی دخل نہیں تھا۔

۳۔ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله.

بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے اذن سے غالب آجاتی ہیں۔ تو چھوٹی جماعتوں کے بڑی پر غالب آنے میں انکا کوئی اختیار وارادہ نہیں ہے۔

۴۔ فهزموهم باذن الله۔

انہوں نے انکو شکست دی اللہ کے اذن سے۔

تو کیا ان کو شکست دینے میں داؤد علیہ السلام کے لشکر کا کوئی ارادہ واختیار نہیں تھا۔

۵۔ وما هم بضارین به من احد الا باذن الله.

(جادوگر) نہیں نقصان دیتے کسی کو مگر اللہ کے اذن سے

حالانکہ اگر وہ جادو کے ذریعہ کسی کو نقصان پہنچائیں تو وہ اپنے اس فعل قبیح کے ارتکاب پر گنہگار ہوں گے اور گناہ اس فعل پر ہوتا ہے جو بندہ کے ارادہ واختیار سے صادر ہو۔

۶۔ ماقطعتم من لینة اوترکتموها قائمة علی اصولها فباذن الله.

جو تم نے کھجوریں کاٹیں یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑے چھوڑ دیا تو اللہ کے اذن سے تھا۔ تو کیا ان کے اس فعل میں ان کا کوئی ارادہ واختیار نہیں تھا۔

۷۔ فانه نزله علی قلبك باذن الله.

یہ قرآن (جبرئیل علیہ السلام) نے آپ پر اللہ کے اذن سے نازل کیا۔

تو کیا جبرئیل علیہ السلام کے قرآن شریف لانے میں ان کے ارادہ کو دخل نہیں تھا۔

۸۔ من ذاالذی یشفع عنده الا باذنه.

کون ہے جو شفاعت کرے اس کی بارگاہ میں مگر اسکے اذن سے

تو کیا انبیاء علیہم السلام کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

۹۔ انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا وداعیاالی الله باذنه.

بے شک ہم نے آپ کو شاھد ومبشرونذیر بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے۔

تو کیا نبی کریم علیہ السلام کو دعوت الی اللہ میں کوئی ارادہ واختیار نہیں تھا۔

۱۰۔ تنزل الملائکة والروح فیها باذن ربهم.

اترتے ہیں فرشتے اور روح الامین اس میں اپنے رب کے حکم سے۔

وہابیہ سے ایک سوال ہے کہ جو تصانیف وتقاریر وتبلیغ کا کام کرتے ہیں باذن اللہ کرتے ہیں یا بغیر اذن کرتے ہیں۔ اگر بغیر اذن کرتے ہیں تو اس آیت مقدسہ کا کیا معنی ہوگا۔

وما تشاؤون الاان یشاء الله رب العلمین

تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اور اگر باذن اللہ کرتے ہیں تو ان کے ارادہ واختیار کا کوئی دخل نہیں ہوگا اور جب ارادہ واختیار نہیں ہوگا تو وہابیہ کسی عمل پر مستحق ثواب نہیں ہوں گے۔ تو ان کے سارے اعمال ھباء منثورا ہو جائیں گے۔

۱۱۔ الرکتب انزلناه الیك لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربهم

ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی تا کہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف ان کے رب کے اذن سے۔

وہابیہ کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کفار کو کفر سے اسلام کی طرف راغب کرتے ہیں تو ان کے نزدیک یہاں دعوت الی الایمان مراد ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک آپ علیہ السلام کا موصل الی مطلوب ہونے

والا معنی مراد ہے اس آیت مقدسہ سے اہل سنت کے نزدیک جو معنی ہے اس کی تصدیق ایک اور آیت کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمت الی النور

اللہ اور اس کے فرشتے مومنین پر صلوۃ بھیجتے ہیں تاکہ مومنین کو کفر سے اسلام کی طرف نکالیں۔

اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کو مقصود تک پہنچا دیا جائے۔ اسی لیے تو مفسرین نے یہاں سوال قائم کیا ہے کہ مومنین تو پہلے ہی کفر سے اسلام کی طرف نکلے ہوئے ہیں تو پھر اس آیہ کا معنی کیا ہوگا کہ تم کو کفر سے اسلام کی طرف نکالے تو مفسرین نے جواب دیا کہ معنی یہ ہے کہ تم کو ہدایت پر قائم رکھے لیکن وہابی حضرت یہاں معنی یہ کرتے ہیں کہ اسلام کی دعوت مراد ہے۔

تو پھر بھی ان سے گزارش ہے کہ انبیاء کرام جو دعوت الی اللہ دیتے تھے تو کیا ارادہ اختیار کو دخل تھا یا نہیں۔ اگر فرمائیں کہ دخل نہیں تھا کیونکہ باذن کا لفظ آ گیا ہے تو پھر اس آیت کے بارے میں ان کا کیا ارشاد ہوگا۔

ولقد ارسلنا موسی بایتنا ان اخرج قومك من الظلمت الی النور

یہاں باذن کا لفظ نہیں تو کیا ارشاد فرمائیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام دعوت الی اللہ بالاختیار دیتے تھے حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام بالاضطرار دعوت دیتے تھے تو کیا امتی ہونے کا حق ادا کر دیا یہ معنی کر کے۔ نیز ارشاد باری تعالی ہے۔

وما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ

تو یہاں باذن کا لفظ بھی ہے لیکن بندوں کا اپنا بھی کوئی عمل دخل ہے کیونکہ مصائب شامت اعمال بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ما اصابکم من مصیبۃ فبما

کسبت ایدیکم سے ثابت ہے۔

وہابیہ کے اہم اشکال کا جواب:

وہابی حضرات اپنے قاعدہ کہ باذن اللہ جہاں آئے وہاں کوئی ارادہ واختیار نہیں ہوتا ہے اس پر یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ

اس آیت سے ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بات ہے کہ کوئی جاندار شے مرنے کا ارادہ ظاہر تو نہیں کرتی۔

استدلال کا جواب:

وہابیہ کے اس اعتراض کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ ان کی یہ دلیل دلائل کی اقسام ثلثہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ نہ قیاس نہ استقراء نہ تمثیل۔

نیز گزارش یہ ہے کہ جو بندہ خودکشی کرتا ہے تو اسکے ارادہ واختیار کو دخل نہیں ہوتا۔ اگر دخل نہیں ہے تو ارشاد باری تعالی کا کیا معنی ہوگا۔ **لا تقتلوا انفسکم** اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

نیز اس ارشاد باری کا کیا معنی کریں گے۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ

نیز جب خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے تو حلت وحرمت افعال اختیاریہ سے متعلق ہوتی ہے یا اضطراریہ سے۔

وہابیہ کا یہ کہنا ہے کوئی آدمی اپنی خواہش سے نہیں فوت ہوتا۔ یہ قول احادیث کے بالکل خلاف ہے۔ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ چاہے اس دنیا میں رہے یا اللہ سے

ملے تو بندہ نے اللہ سے ملاقات کو اختیار کیا۔ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے۔ کہ انبیاء کرام کو جب بھی مرض وضات میں مبتلا کیا جاتا ہے تو ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو اللہ سے ملاقات کریں۔

بلکہ حدیث ہے کہ ولی کی وفات بھی اس کی مرضی سے ہوتی ہے۔

ماترددت فی شیئی انا فاعله کترددد عن نفس المومن یکره الموت وانا
اکره مساوته ولا بدمنه

ترجمہ:

نہیں متردد ہوا میں کسی شیٔ میں جسکو میں کرتا ہوں جتنا کہ تردد بندہ مومن کی (روح قبض کرنے سے) ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے میں اس کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں حالانکہ وہ ضروری ہے۔

جب بندہ ولی کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو مجھے ایسی صورت حال پیش آجاتی ہے جو کہ کسی معاملہ میں متردد کو پیش آتی ہے کیونکہ بندہ محبوب موت کو پسند نہیں کرتا مجھے اس کی ناز برداری محبوب ہوتی ہے۔ اور موت کا وقت بھی ہے۔ پھر اللہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جنت کا خوبصورت منظر اس کے سامنے کردو اور خوشخبری دو تو فرشتے آ کے خوشخبری دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الذین قالو اربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکته ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون.

ترجمہ:

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر کہنے پر قائم رہے تو اترتے ہیں ان پر فرشتے (جو یہ کہتے ہیں) نہ خوف کرو اور نہ غم گین ہو خوشخبری قبول کرو جنت کی

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارے نفس چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہوگا جو تم چاہو گے۔

وہابیہ کے ایک اور شبہ کا ازالہ:

کہتے ہیں کہ مارنا جلانا تو اللہ کا خاصہ ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ ان کو سوال اللہ سے کرنا چاہیے یا عیسیٰ علیہ والسلام سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذتخرج الموتی باذنی

واحی الموتی باذن الله

تو معاذ اللہ یہ غلط فرمارہے ہیں۔ تو گزارش یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الله یتوفی الانفس حین موتها

قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم

ان آیات مقدسہ کے بارے میں وہابیہ کیا ارشاد فرمائیں گے نیز اگر وہابیہ نے شرح المقاصد پڑھی ہوتی تو ان کو یاد ہوگا کہ علامہ تفتازانی نے معتزلہ کی طرف سے اشکال نقل کیا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لن یستنکف المسیح ان یکون عبدالله ولا الملائکة المقربون

معتزلہ کہتے ہیں اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں کا مقام عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اس طرح کی عبارت جب بولی جاتی ہے کہ اس امر سے نہ وزیر انکار کرتا ہے نہ بادشاہ اس طرح کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی

طرف انتقال ہے۔

اس کے معجزات کو دیکھ کر ان کو خدا مان لیا ہے حالانکہ فرشتے ایسے امور خارقہ للعادات میں ان سے بھی زیادہ طاقت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو اللہ کا عبد ہونے سے کوئی نفرت نہیں۔

اگر آپ علیہ السلام کا ان معجزات میں کوئی ارادہ واختیار نہ ہوتا تو فرشتے ان امور میں سے زیادہ قدرتوں کے مالک ہیں۔

کیونکہ جہاں اسم تفضیل کا صیغہ بولا جاتا ہے وہاں نفس شئی میں دونوں برابر ہوتے ہیں ان کا یہ جواب اس طرح دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بااختیار سمجھتے ہیں لیکن فرشتوں کو زیادہ تجرد حاصل ہے۔ اس لئے انہیں زیادہ بااختیار مانتے ہیں۔ یہی جواب شرح مقاصد ومواقف میں دیا گیا ہے نیز روح المعانی، تفسیر کبیر بیضاوی وغیرہ میں بھی یہی جواب ہے۔

نیز دیو بندیوں کو اپنے شیخ الھند سے پوچھنا چاہیے کہ اگر مردے زندہ کرنا صرف اللہ کا خاصہ ہے تو اپنے شیخ کے لئے یہ فعل کیوں ثابت کر رہا ہے اور اپنے شیخ کو عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں فوقیت دے رہا۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

وہابیہ کا اعتراض سن کر یہ شعر بے ساختہ یاد آتا ہے۔

اے آتش باغ کوئے یار بھی کیسا عجیب ہے
کہ شگوفے پھوٹتے ہیں یہاں نت نئے نئے

نیز وہابی حضرات سے گزارش یہ ہے کہ وہ یہ ارشاد فرمائیں کہ ان کے شیخ الھند کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ مردے زندہ کرنا زندوں کو مارنا خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فعل خاص کو اپنے پیر ومرشد کیلئے کیوں ثابت کیا۔

نیز وہابی حضرات یہ بھی ارشاد فرمائیں گے گنگوہی صاحب مردوں کو زندہ کرتے تھے اور زندوں کو مرنے نہیں دیتے تھے پھر حضرت خود کیوں مر گئے۔ کیا زہر زیادہ لگ گیا تھا؟

نوٹ:

بعض چالاک دیو بندی وہابی اس شعر کی یہ باطل تاویل کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہلوں کو عالم بنایا اور عالموں کو جاہل نہ بننے دیا لیکن یہ ان کی تاویل بالکل باطل ومردود ہے کیوں کہ ان کے شیخ الھند نے یہاں اپنے شیخ کو عیسیٰ علیہ السلام پر فوقیت دی ہے اور اگر مردوں کو زندہ کرنے سے مراد جاہلوں کو عالم بنانا تھا اور زندوں کو مرنے نہ دینے سے مراد عالموں کو جاہل نہ بننے دینا تھا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام سے تقابل کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ وصف تو اللہ تعالیٰ کے ہر نبی میں موجود ہوتا ہے۔

نوٹ:

نیز دیو بندیوں کے شیخ الھند کے اس شعر سے پتہ چلتا ہے کہ دیو بندی اور قادیانی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اسی طرح کہا تھا کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

لہٰذا اس سابقہ بحث سے ثابت ہوا کہ وہابی حضرات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ آیت کریمہ

ابری الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ

میں جن افعال کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پائی گئی ہے ان میں کسب ان کا تھا خلق اللہ تعالیٰ کی تھی تو کسب کی تعریف شرح عقائد اور مسلم الثبوت میں اس طرح کی گئی ہے کہ اپنے قصد وارادہ کے ساتھ کسی امر کی طرف متوجہ ہوجانا اور اللہ رب العزت کا اس چیز کو عدم سے وجود کی طرف لے آنا یہ خلق ہے۔

اب وہابی حضرات یہ ارشاد فرمائیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہر روز پچاس پچاس ہزار لوگ جمع ہوجاتے اور آپ علیہ السلام ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے یا جسم پر ہاتھ پھیرتے اور ان کو بینائی عطا کرتے اور برص کے داغوں والوں کو تندرست فرماتے تو کیا ان کا ارادہ یہ نہیں ہوتا تھا کہ ٹھیک ہوجائیں آپ ویسے ہی ہاتھ پھیرتے تھے؟

وہابی حضرات جب اس آیت کے بارے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے تو بس یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہاں باذن کا لفظ ہے اور جہاں باذن اللہ کا لفظ آجائے وہاں اور جس کے بارے میں یہ لفظ بولا جائے وہاں محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور وہابی یہی آیت پیش کرتے ہیں۔

وما كان لنفس ان تموت الاباذن الله

وہابیہ کے اس استدلال کے جواب میں ہم گذشتہ اوراق میں کافی تفصیلی بحث کرچکے ہیں۔ نیز وہابی حضرات یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر آیت مبارکہ

وماكان لنفس ان تموت الا باذن الله

کا یہ مطلب ہے کہ کسی آدمی کے مرنے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہے تو پھر جو آدمی قتل ہوجائے تو پھر قتل عمد کی صورت میں قاتل پر قصاص کیوں ہے اور قتل خطا کی صورت میں قاتل پر دیت کیوں واجب ہے۔

نیز اگر وہابی حضرات کا یہ استدلال صحیح ہے تو پھر آیت کریمہ

قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم

ترجمہ:

اے محبوب تم فرمادو کہ تمہیں وفات موت کا وہ فرشتہ دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز وہابی حضرات اس آیت کریمہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

وما اصابكم يوم التقى الجمعٰن فباذن الله

جو تم کو مصیبت پہنچی جنگ احد کے دن وہ اللہ کے اذن سے تھی۔ حالانکہ اس مصیبت کے پہنچنے میں مسلمانوں کی غلطی کا بھی عمل دخل تھا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فهدى الله الذين امنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه

ترجمہ:

پھر ہدایت کی اللہ تعالیٰ نے سچی بات کی ایمان والوں کو جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔

تو کیا ان کے ہدایت پانے کے اندر ان کا کوئی ارادہ واختیار نہیں تھا؟ ہم گذشتہ اوراق میں شرح عقائد کی عبارت سے استدلال کرچکے ہیں کہ ان معجزات کے اندر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ارادے اور عمل کو اختیار تھا ہم مزید وضاحت کے لئے دوبارہ اس عبارت کے مضمون کو بیان کررہے ہیں عام وہابی حضرات سے بالعموم اور سرفراز خان صفدر سے بالخصوص گزارش ہے کہ اس عبارت پر غور کریں۔

معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں انہوں نے اس دعوی پر دلیل دیتے ہوئے اس آیت سے استدلال کیا تھا۔

لن يستنكف المسيح ان يكون عبدالله ولا الملئكة المقربون

ترجمہ:

نہیں نفرت کریں مسیح علیہ السلام اس امر سے کہ وہ اللہ کے عبد ہوں۔ اور نہ مقرب فرشتے معتزلہ کا استدلال اس طرح تھا کہ اس طرح کی عبارت میں انتقال ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف پایا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ اس امر سے نہ وزیر نفرت کرتا ہے نہ بادشاہ تو ایسی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کا مرتبہ وزیر سے زیادہ ہے تو معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے فرشتوں کا رتبہ زیادہ ہے۔ تو علماء اہل سنت نے معتزلہ کے اس استدلال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ اللہ رب العزت اس آیت کریمہ میں عیسائیوں کا رد فرما رہے ہیں کیوں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر اور خوارق عادات افعال کو دیکھ کر ان کو خدا مان لیا تھا تو اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود اس کے کہ ان سے یہ خوارق عادات افعال صادر ہوتے انہیں اللہ تعالیٰ کا عبد ہونے میں کوئی عار نہیں اور نہ فرشتوں کو جو افعال خوارق للعادات میں ان سے زیادہ خزانوں کے مالک ہیں۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام ان خوارق للعادات افعال پر قدرت رکھتے ہی نہیں تھے تو علماء عقائد اور مفسرین نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ فرشتے افعال خوارق للعادات میں ان سے زیادہ قدرتوں کے مالک ہیں کیوں کہ زیادہ قدرتوں کا مالک کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ نفس قدرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی ثابت ہے۔

کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ جہاں بولا جاتا ہے وہاں نفس شے کے ثبوت اور وصول میں مفضل اور مفضل علیہ دونوں برابر ہوتے البتہ مفضل میں وہ چیز مفضل علیہ کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہے جس طرح کہا جائے کہ زید عمر سے زیادہ عالم ہے تو نفس علم میں تو دونوں برابر ہو جائیں گے البتہ زید کا علم عمر سے زیادہ ثابت ہو جائے گا یا جیسا وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم نبی پاک کے علم سے زیادہ ہے لیکن وہابی حضرات نبی علیہ السلام کے نفس علم کے تو قائل ہیں ہی۔

نیز وہابی حضرات یہ ارشاد فرمائیں اگر امور خوارق للعادات پر قدرت رکھنا شرک ہے تو پھر فرشتوں کو یہ کمال کیسے ثابت ہو گیا کیا وہابی حضرات کے دھرم میں فرشتے غیر اللہ نہیں؟ صرف انبیاء علیہم السلام غیر اللہ ہیں؟ اگر وہابی حضرات یہ کہیں کہ فرشتوں کیلئے بھی ایسی قدرت ماننا شرک ہے پھر آیت کریمہ فالمدبرات امرا کا وہابیہ جواب دیں گے؟

وہابی حضرات سے یہی گزارش ہے کہ جس راہ پر وہ چل رہے ہیں وہ راستہ جہنم کا ہے لہذا توبہ کر کے سنی ہو جائیں۔

اگر وہابی حضرات اپنے اس عقیدہ باطلہ پر اصرار کرتے رہیں گے کہ امور خارق للعادات پر قدرت کا عقیدہ رکھنا مشرکانہ عقیدہ ہے تو پھر انہیں علامہ تفتازانی سے سید شریف جرجانی علامہ خازن علامہ نسفی علامہ آلوسی امام رازی علامہ ابو حیان اندلسی علامہ بیضاوی علامہ خفاجی شیخ زادہ شارح بیضاوی علامہ بغوی علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علامہ جمل علامہ قرطبی علامہ صاوی ان سب حضرات کو مشرک قرار دینا پڑے گا۔

اسی طرح علامہ کمال ابن ہمام مسایرہ میں علامہ شریف الدین عشری مسامرہ میں علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر ارشاد العقل میں یہی جوابات دیئے تفسیر زاد المسیر نیز علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں یہی جوابات دیئے۔ تفسیر ابن کثیر اور دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی تفسیر بیان القرآن میں یہی بات بیان کی ہے اسی طرح عقائد میں احناف کے امام ابو منصور ماتریدی اپنی تفسیر

ماتریدی میں یہی لکھتے ہیں۔ ان سب حضرات نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضیلت فرشتوں پر حاصل ہے وہ کثرت ثواب کے اعتبار سے ہے اور زیادہ امور خارقہ للعادات پر قدرت ہونا یہ افضلیت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس افضلیت میں اختلاف ہے وہ ایسی افضلیت ہے جو کثرت ثواب کی وجہ سے حاصل ہو اگر وہابی حضرات ان کتب کو نہیں مانتے تو پھر ایسی کتب انہوں نے اپنے مدارس میں داخل کیوں کی ہوئی ہے جو شرکیہ مواد فراہم کریں۔

نیز تھانوی صاحب نے بھی یہی لکھا ہے اگر وہابی حضرات پرانے علماء کی بات کو نہیں مانتے تو تھانوی صاحب کی بات کو ہی مان لیں اور امور خارقہ للعادات کا عقیدہ رکھنا شرک ہے کا عقیدہ ترک کردیں کیونکہ اگر ان امور کے قائلین کو مشرک کہنا وہ ترک نہیں کریں گے تو ان کے تھانوی صاحب بھی مشرکین میں داخل ہوجائیں گے اور پوری دیوبندی قوم اس کو حکیم الامت مانتی ہے تو اس سے وہ ساری کی ساری مشرک ہوجائے گی اس لئے وہابی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر کی فکر کریں۔

اے بلبل خوش نما تجھ کو تو پڑی ہے گانے کی
مگر مجھ کو تو پڑی ہے تیرے آشیانے کی

ایک قابل توجہ نکتہ:

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر احسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اتینا عیسی ابن مریم البینت

اس ایت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام علامہ ابومسعود بیضاوی وجمل و قرطبی، ومعالم التنزیل، خازن وصاوی علی الجلالین و امام ماتریدی جو عقائد میں اہل سنت کے امام ہیں وتفسیر ابن جریر ونیشاپوری وروح البیان وروح المعانی ومدارک

وخفاجی علی البیضاوی وشیخ زادہ علی البیضاوی ومظہری وتفسیر حسینی اسی طرح دیگر علماء اکابر اسلام نے لکھا ہے کہ بینت سے مراد معجزات جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اندھوں کو آنکھیں دینا برص کے داغ والوں کو ٹھیک کرنا گھر میں چھپی ہوئی چیزوں کی خبر دینا۔

دیوبندیوں کے گھر کی گواہی:

دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی اس مضمون کی عبارت اپنی کتاب تفسیر عثمانی میں بھی لکھی ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ان امور پر قدرت ہی حاصل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا مقام احسان میں اس کو ذکر کرنا کیسے صحیح ہے اگر کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے لیکن نہ خود اس کو اس مال سے فائدہ حاصل کرنے کی قدرت دے اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی قدرت عطا فرمائے تو کیا یہ مال عطا کرنا اس پر احسان ہوسکتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر اپنی شان کریمانہ کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ضرب الله مثلا عبدا مملوكا لايقدر على شيى ومن رزقنه منا رزقا حسنا فهو ينفق منه سرا وجهرا،

تو اس آیت سے پتہ چلا کہ جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے گا اور اس کو اس مال کے خرچ کرنے کی قدرت بھی عطا فرمائے تو ایسا مال اللہ تعالیٰ کا احسان ہوسکتا ہے۔

ایک اور قابل غور نکتہ:

وہابی حضرات کہتے ہیں کہ مردے کو زندہ کرنا اللہ ہی کا خاصہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اس فعل کی نسبت مجازی ہے تو ہم ان کو عرض کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے سامری کے اس قول کو ملاحظہ کریں جب اس نے جبرئیل علیہ السلام کی

گھوڑی کے سموں سے مس ہونیوالی مٹی کو زیورات کے اندر ڈالا تو وہ زیورات بچھڑے کی شکل میں تبدیل ہوگئے اور بچھڑے میں آواز بھی پیدا ہوگئی۔ جیسا کہ قرآن مجید گواہی دیتا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا۔

حملنا اوزاراًمن زینةالقوم فقذفناھافکذلك القی السا مری فاخرج لھم عجلاجسداً لہ خوار

ترجمہ:

لیکن اٹھوایا ہم سے بھاری بوجھ فرعون کے زیور کا سو ہم نے اس کو پھینک دیا پھر اس طرح ڈھالا سامری نے پھر نکالا ان کے واسطے ایک بچھڑے کا ایک دھڑ جس میں آواز گائے کی۔

(ترجمہ محمود الحسن)

قرآن مجید نے سامری کی بات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فقبضت قبضة من اثرالرسول فنبذتها

پھر بھر لی میں نے ایک مٹھی پاؤں کے نیچے سے پھر میں نے وہ ڈال دی۔

وجہ استدلال:

جب جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی زندگی پیدا کرنے کا سبب ہو سکتی ہے اگرچہ خلق اس زندگی کی اللہ کی طرف سے تھی۔

کماقال اللہ تعالیٰ خلق الموت والحیوۃ

پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایدناہ بروح القدس آپ علیہ السلام کا مردوں کا زندہ کرنے میں عمل دخل کیوں نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں سے مس ہونے والی مٹی زندگی کے پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے پھر نبی کریم علیہ السلام جن کی

روحانیت کی شان جبرئیل علیہ السلام جیسے ہزاروں فرشتوں سے بھی زیادہ ہے تو پھر ان کی قدرت اور طاقت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اسی لئے فرمایا گیا۔

ہزاراں جبرئیل اندبشر
بسوئے غریباں یک نظر

اور ہمارے امام نے فرمایا۔

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاضرب لھم طریقاً فی البحر یبسا

ترجمہ:

پھر ڈال دے ان کے لئے سمندر میں رستہ سوکھا۔

(پ ۱۶۔ سورۃ طہ۔ ترجمہ محمود الحسن)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لاٹھی ماری جس سے پانی پھٹ کر راستہ نکل آیا خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کردے چنانچہ آناً فاناً سمندر میں خشک راستہ تیار ہوگیا۔

وجہ استدلال:

اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام معجزہ کے اظہار پر قادر ہی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس بات کا حکم نہ دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی بات کا حکم نہیں دیتا کہ جس کے کرنے پر مامور قادر ہی نہ ہو۔

معجزہ کے مقدور انبیاء ہونے پر تیسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون (سورۃ الدخان پارہ ۲۵)

اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔ (ترجمہ محمود الحسن)

نوٹ:

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دریا سے پار اتر کر چاہا کہ خشک راستے ختم کردیئے جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دریا کو اس حال پر چھوڑ دو اور اس کی فکر نہ کرو کہ دریا میں جو رستہ بن گیا ہے وہ باقی نہ رہے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دو یہ راستہ دیکھ کر ہی تو فرعون کے لشکر اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے چنانچہ وہ سب خشک راستہ دیکھ کر اندر گھسے اس کے بعد خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آ کر مل گیا سارا لشکر اس طرح غرقاب ہو۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۵۰)

وجہ استدلال:

اس آیت کریمہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ معجزہ کے صادر کرنے میں انبیاء علیہم السلام بااختیار ہوتے ہیں تو اگر موسیٰ علیہ السلام ختم کرنے پر قادر نہ ہوتے تو اللہ رب العزت ان کو منع نہ فرماتا۔

معجزہ کے مقدور انبیاء ہونے پر چوتھی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

ترجمہ:

اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ (ترجمہ محمود الحسن)

وجہ استدلال:

اس آیت میں اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ سے ایک فعل کی نفی بھی کی ہے اور اسی فعل کا اثبات بھی کیا ہے۔ تو علماء نے فرمایا کہ نفی جو ہے وہ خلق کی ہے اور اثبات جو ہے وہ کسب کا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے کسب اور اختیار سے صادر ہوتا ہے۔

اور یہ بھی خرق عادت فعل تھا کیونکہ عادتاً ایک مٹھی کنکریوں کے ہر ریزے کا ذرہ کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا ناممکن ہے۔ جب ثابت ہوگیا کہ یہ خرق عادت فعل ہے اور نبی سے جو خرق عادت فعل صادر ہو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

اس آیت کی یہی تفسیر امام نسفی نے تفسیر مدارک میں علامہ نیشاپوری نے تفسیر غرائب القرآن میں اور علامہ خفاجی نے اپنی تفسیر عنایت القاضی میں اور عقائد میں احناف کے امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر تاویلات اہل السنۃ میں اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں اور علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں اور علامہ صاوی نے تفسیر صاوی میں اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں فرمائی ہے۔

معجزہ کے مقدور انبیاء کرام علیہم السلام ہونے پر پانچویں دلیل:

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ارشاد اللہ رب العزت نے نقل فرمایا کہ

انہوں نے اپنے درباریوں کو ارشاد فرمایا۔

یا یھا الملاء ایکم یا تینی بعر شھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیلك به قبل ان تقوم من مقامك وانی علیه لقوی امین قال الذی عنده علم من الکتب انا اٰتیلك به قبل ان یرتد الیك طرفك

(پارہ ۱۹ سورۃ النمل)

ترجمہ:

اے درباریو! تم میں کوئی ہے کہ لے آئے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر بولا ایک دیو جنوں میں سے میں لائے دیتا ہوں تجھ کو پہلے اس سے کہ تو اٹھے اپنی جگہ سے اور میں اس پر زور آور ہوں معتبر۔

بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ۔

(ترجمہ محمود الحسن)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثانی لکھتے ہیں کہ اس میں بھی حضرت سلیمان کو کسی طرح بلقیس پر اپنی خداداد عظمت اور قوت کا اظہار مقصود تھا تا کہ وہ سمجھ لے کہ یہ نرے بادشاہ نہیں کوئی اور فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

وجہ استدلال:

کسی ولی کی کرامت بھی اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے اور اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ کرامت حضرت آصف کے ارادہ سے ثابت ہوئی تھی۔

جب امتی کی کرامت ارادے اختیار سے صادر ہو رہی ہے تو کیا ان کے نبی

معاذ اللہ معجزہ صادر کرنے میں بے اختیار ہوں گے؟ اور ان کی یہی حیثیت ہوتی تو شبیر احمد عثانی یہ نہ لکھتے کہ نرے بادشاہ نہیں کوئی فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں شبیر احمد عثانی کا یہ قول تب ہی سچا ثابت ہوتا ہے جب سلیمان علیہ السلام کو معجزہ میں با اختیار مانا جائے ورنہ اس کے اس قول کا کوئی مطلب نہیں بنتا کہ آپ باطنی طاقت بھی رکھتے تھے جب معجزہ پر قدرت بھی نہ ہو پھر فوق العادت باطنی طاقت کیسے ثابت ہوگی۔

دیوبندیوں کے حکم الامت اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام دکھانا چاہتے تھے کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے جنوں میں بھی نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جب سلیمان علیہ السلام کے اتنی خارق عادت امور پر قدرت رکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام جو ان کے بھی مخدوم آقا ہیں،، تو بطریق اولی خارق عادت امور پر قادر ہوں گے۔

(بیان القرآن ص ۳۴۷)

معجزہ کے مقدور انبیاء کرام علیہم السلام ہونے پر چھٹی دلیل:

ارشاد باری تعالی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کی۔

رب اغفرلی وھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی انك انت الوھاب

فسخرناله الریح تجری بامره رخاء حیث اصاب.

ترجمہ:

اے میرے رب میرا قصور معاف کر دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع

کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی۔

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا جس کو انہوں نے اپنے رب سے طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عطا فرمایا تھا ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، تفسیر عنایت القاضی، تفسیر ابن جریر ابن کثیر، تفسیر ابوسعود، تفسیر صاوی، جمل، قرطبی، خازن معالم التنزیل مدارک البحر المحیط روح البیان، روح المعانی زاد المسیر، تفسیر ماتریدی، تفسیر کشاف، شیخ زادہ البیضاوی۔

ان تمام تفاسیر میں اس امر کی وضاحت موجود ہے۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تجھ کو خازن وحارس نہیں بنایا جیسا کہ دوسرے ملوک خزائن ملکیہ کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار رہو۔ (بیان القرآن جلد۲ص ۸۸۹)

معجزہ کے مقدور انبیاء ہونے کا بیان احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبر۱:

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کافی صنادید قریش کی دعوت فرمائی سرکار علیہ السلام نے دعوت میں بکری کا ایک بازو اور چار سیر دودھ مہیا فرمایا اور ان قریش کے سرداروں میں سے ہر ایک پورا بازو کھانے والا تھا اور ایک ایک صاع دودھ پینے والا تھا۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے اپنی شان اعجازی کی وجہ سے اس مقدار کو تمام افراد پر پورا فرما دیا اور ان کے کھانے کے بعد بھی کچھ مقدار بچ گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا۔ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل فرما کر کے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی صحیح بخاری شریف کے راوی ہیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ نبی پاک علیہ السلام کے قصد اور ارادے سے صادر ہوتا ہے تو اگر نبی کریم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ یہ لوگ سیر ہو جائیں تو سرکار علیہ السلام کے چاہنے سے ہی وہ سیر ہوئے اور عادتاً اس سے ان کا سیر ہونا ناممکن تھا۔

نوٹ:

وہابی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر نہیں ہوتا تو ان حضرات سے گزارش یہ ہے کہ جب وہ حضرات ارادہ نہ بھی کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے اور ان کی عزت افزائی فرما دیتا ہے تو جب وہ ارادہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کیوں نہیں کرے گا اور بطریق اولیٰ ان کی عزت افزائی کیوں نہیں فرمائے گا۔

معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم علیہ السلام سے کوئی ضد بازی یا مقابلہ بازی ہے کہ جب ارادہ نہ کریں پھر تو معجزہ پیدا فرما دیتا ہے اور جب ارادہ کریں پھر پیدا نہیں فرماتا ہے۔

حدیث نمبر۲:

جب نبی کریم علیہ السلام ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لا رہے تھے تو نبی کریم علیہ السلام حضرت ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے اور فرمایا کیا کوئی کھانے پینے کی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں پھر نبی کریم علیہ السلام نے وہاں ایک بکری کھڑی دیکھی سرکار علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ دیتی ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ دودھ دینے سے بالکل قاصر ہے بلکہ اس قابل بھی نہیں کہ یہ دوسری بکریوں کے ساتھ چل کر جا سکے تو سرکار علیہ السلام نے اس بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ام معبد کے گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر دیئے اور آپ نے خود بھی دودھ نوش فرمایا حضرت صدیق اکبر کو بھی عطا فرمایا اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت ام معبد اور اس کا خاوند سارے نبی پاک ﷺ کی غلامی میں داخل ہو گئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ۔

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں صحیح قرار دیا علامہ ذھبی نے بھی اپنی تلخیص میں حاکم کی موافقت کی ہے ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بھی ذکر فرمایا ۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الوفا باحوال المصطفی میں لکھا۔

علامہ ابن عبد البر نے اس حدیث کو الاستیعاب میں اور علامہ بغوی نے اس کو شرح السنہ میں نقل فرمایا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث سے بھی نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ صادر کرنے کے اندر بااختیار ہونا اظہر من الشمس ہے۔ کیوں کہ یہ بات اجلی بدیہات میں سے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تھا تو آپ چاہتے تھے کہ

دودھ نکل آئے اور اس سے دودھ کا نکل آنا یہ امر خارق للعادات ہے کیوں کہ عادتا اتنی لاغر بکری سے دودھ کا نکل آنا ناممکن ہے۔

حدیث نمبر۳:

نبی کریم علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جب ہجرت کر کے تشریف لائے تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہا جو کسی کی بکریاں چرا رہے تھے کہ ہمیں دودھ پلاؤ انہوں نے عرض کیا کہ میں دودھ پیش نہیں کر سکتا کیوں کہ میں کسی کی بکریوں کا دودھ بغیر مالک کی اجازت کے کسی اور کو پلانے کا مجاز نہیں ہوں تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی بکری لے آؤ جس سے نر نے ابھی تک جفتی نہ کی ہو جب وہ لے کر حاضر ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس سے بھی دودھ نکال لیا۔

سرکار علیہ السلام کے اس کمال اور معجزانہ شان کو دیکھ کر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ یہ حدیث پاک مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان کے اندر موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ہر اس شخص کیلئے جس کی اللہ تعالی نے بصارت کو اندھا نہیں کر دیا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس معجزہ کو صادر کرنے میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادہ کو دخل تھا اگر آپ ﷺ کا اپنے بارے میں وہی نظریہ ہوتا جو اسماعیل دھلوی نے پیش کیا کہ نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ ایسی چھوٹی بکری لے آؤ جس کے ساتھ نر نے ابھی تک جفتی نہ کی ہو۔

تو ہم اس نظریہ کے ماننے کے پابند ہیں جو سرکار علیہ السلام نے ہمیں بتلایا ہے نہ کہ اس نظریہ کو جو اسماعیل دھلوی نے بتلایا ہے ہم اس کے ایسے نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴:

ایک اعرابی نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر ایمان لایا ہوں آپ مجھے ایسا معجزہ دکھائیں کہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے تو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ جو درخت ادھر پار کھڑا ہے اس کو بلاؤ تو سرکار علیہ السلام نے درخت کو بلایا تو وہ حاضر ہو گیا پھر اس نے کہا کہ یا رسول اللہ اب یہ واپس چلا جائے تو وہ واپس چلا گیا پھر اس نے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تو سرکار علیہ السلام نے اسے سجدہ کرنے سے منع فرما دیا پھر اس نے ہاتھ پاؤں کو بوسہ لینے کی اجازت طلب کی تو سرکار علیہ السلام نے اجازت عطا فرما دی۔

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے البتہ علامہ ذھبی نے ارشاد فرمایا کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے صالح بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے پھر اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ فضائل اعمال میں اور فضائل رجال میں ضعیف حدیثیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ظفر احمد عثمانی اپنی کتاب اعلاء السنن میں لکھتے ہیں کہ

لا یخفی ان الضعاف مقبولۃ ومعمولۃ فی فضائل الاعمال ومناقب الرجال

مخفی نہ رہے کہ ضعیف حدیثیں فضائل اعمال میں اور مناقب رجال میں مقبول اور معمول بہا ہیں۔

نیز اس حدیث کی اور اسانید بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے اس حدیث کے متن میں قوت پیدا ہو جائے گی نیز ہمارا اصل مسئلہ تو صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ محض تائید کے درجے میں اس کا اعتبار کرنا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔

نیز صاحب قصیدہ بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جس کے بارے میں اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ یہ قصیدہ الہام ربانی سے لکھا گیا ہے۔

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں

جاءت لدعوتہ الاشجار ساجدۃً
تمشی الیہ علی ساق بلا قدم

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام کی دعوت پر درخت بھی سجدہ کرتے ہوئے اپنے تنوں پر بغیر قدموں کے چلتے ہوئے آئے۔

امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حدیث نمبر ۵:

حضرت رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں درد تھا تو سرکار علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جب چاہیں جس کو چاہیں اپنی شان اعجازی سے شفا عطا فرما سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶:

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر گرم دیگ گرنے سے ان کا ہاتھ جل گیا تو نبی کریم علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا کی کہ اے اللہ ان کو شفاء عطا فرما تو ان کا ہاتھ مبارک ٹھیک ہوگیا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام امور غیر عادیہ میں تصرف کرنے کی اہلیت کے حامل ہیں۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک نسائی شریف میں موجود ہے اور جو اس سے پہلے ہم نے حدیث نقل کی ہے وہ کنز العمال میں ہے اور البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

حدیث نمبر ۷:

نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک یہودی حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں کس طرح پہچانوں کہ آپ نبی ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بلاؤں جو یہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو پھر کیا تو مسلمان ہو جائے گا۔ سرکار علیہ السلام نے کھجور کے خوشے کو بلایا وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ تو وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ ھذا حدیث صحیح۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے قطعی طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوا کیوں کہ کھجور کے خوشے کا چل کر آپ کے پاس آنا اور پھر چل کر اپنی جگہ جانا یہ عمل خارق للعادت ہے اور یہ عمل نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے ہی صادر ہوا اور معجزہ کی بھی یہی تعریف ہے۔

حدیث نمبر ۸:

جب اہل طائف نے نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی کا ارتکاب کیا تو نبی کریم علیہ السلام ان کی اس گستاخی اور بے ادبی کی وجہ سے پریشان اور غمگین ہو کر تشریف فرما تھے جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس درخت کو بلایئے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس درخت کو بلایا پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کو حکم دیجئے کہ یہ واپس چلا جائے تو آپ نے اس کو حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے لئے کافی ہے۔

یہ حدیث پاک مشکوۃ شریف دارمی شریف اور مسند امام احمد میں مذکور ہے علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور فتح الربانی کے اندر بھی اس حدیث کی صحت کا قول ہے۔

حدیث نمبر ۹:

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مالک نے مکاتب بنایا اور ان پر پابندی لگائی کہ تم مجھے کھجور کے تین سو درخت لگا کر دو اور جب تک وہ کھجور کے درخت پھل نہیں لائیں گے تم بدستور میرے غلام رہو گے اور چالیس اوقیہ سونا مجھے دینا ہوگا تو نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو تو صحابہ کرام نے ان کی امداد فرمائی کچھ صحابہ نے ان کو تیس کھجوریں دیں اور بعض نے بیس پیش کیں اور بعض نے پندرہ اور بعض نے دس اور بعض نے اپنی گنجائش کے مطابق پیش کیا حتی کہ تین سو کھجوروں کے درخت جمع ہو گئے پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو لگایا حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ پھر تمام کھجوروں کے درختوں نے اسی سال پھل دیا اور کوئی درخت بھی ایسا نہ رہا جس نے پھل نہ دیا ہو اب چالیس اوقیہ سونا بقایا رہ گیا تھا تو نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک جنگ سے مرغی کے انڈے کی مقدار سونا آیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ فارسی مکاتب کدھر ہے جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ لے لو اور جو تم پر قرض ہے (بدل کتابت کے) اس کو اس کے ذریعے ادا کر دو تو حضرت سلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے ذریعے میرا بھاری بھرکم قرضہ کیسے ادا ہوگا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو لے لو اللہ تعالیٰ تمہارا قرضہ اس کے ذریعے پورا کر دے گا تو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو تولا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ سونا پورا چالیس اوقیہ تھا۔

حضرت سلمان نے پھر وہ اپنے مکاتب کو دے دیا اور آپ آزاد ہو گئے۔
معجم کبیر طبرانی جلد ۷ ص ۲۲۶، مسند امام احمد جلد ۵ ص ۴۴۱ تا ۴۴۴ اور

طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۷۵ تا ۸۰، سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۳۸ تا ۲۴۱ تاریخ بغداد جلد اول ص ۱۶۴ تا ۱۶۹ سیر اعلام النبلاء للذھبی جلد اول ص ۵۰۶ تا ۵۱۱ علامہ نور الدین ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور طبرانی نے اور امام احمد اور طبرانی کے راوی بخاری کے راوی ہیں سوائے ایک راوی کے مگر وہ بھی ثقہ ہے۔

اور ایک اور سند کے بارے میں بھی فرمایا کہ اس کے راوی بھی بخاری کے راوی ہیں سوائے عمر بن قرہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۳۶ ہمارے سرفراز احمد خان صاحب صفدر اپنی کتاب تسکین الصدور میں لکھتے کہ علامہ نور الدین ہیثمی نرے فاضل اور جامع ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح اور ضعیف حدیثوں کو پرکھنے کا قوی ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔ اور حضرت اپنی دوسری کتاب احسن الکلام میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمی کو صحیح اور ضعیف کی پرکھ نہیں تھی تو اور کس کو تھی۔ تو حضرت کے ان ارشادات کے بعد ہم آپ سے عرض کریں گے علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے تو کیا حضرت کرم فرماتے ہوئے اس حدیث کے مضمون پر بھی ایمان لائیں گے اور کیا اس بات کو تسلیم فرمائیں گے کہ معجزہ نبی پاک علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوتا ہے کیونکہ یہ حدیث پاک اس امر پر قطعی الدلالت ہے کہ یہ خرق عادت کام نبی کریم علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوا کیوں کہ عادتاً مرغی کے انڈے جتنی مقدار کے سونے کا چالیس اوقیہ جتنے سونے میں تبدیل ہو جانا یہ محال امر ہے اور حضرت سلمان فارسی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جب وہ سونا تولہ گیا تو چالیس اوقیہ ثابت ہوا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور سے کوئی حصہ عطا فرمایا ہو اس حدیث پاک سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادہ سے صادر ہوتا ہے البتہ جو لوگ

بغض رسالت میں اندھے ہو چکے ہوں اور امام الانبیاءﷺ کی تنقیص میں مصروف رہنے کی وجہ سے ان کی عقلیں ماؤف ہو چکی ہوں تو ان کو ان احادیث سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور

اور یہ بھی فرمایا کہ

ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم

حدیث نمبر ۱۰:

نبی کریم علیہ السلام جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لا رہے تھے تو سرکار علیہ السلام ایک چرواہے کے پاس سے گزرے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کے ساتھ نر نے جفتی نہ کی ہو تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ اس طرح کی بکری تو نہیں ہے لیکن ایک ایسی بکری ہے جو لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر ہے۔ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی پھر آپ نے دودھ نکالا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر دودھ نکالا اور چرواہے کو پلایا پھر نکالا اور خود نوش فرمایا تو وہ چرواہا عرض کرنے لگا کہ اللہ کی قسم میں نے آج تک آپ جیسا نہیں دیکھا آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔

تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں پھر اس نے عرض کیا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ نے کام کیا ہے اس پر سوائے رسول کے کوئی اور قدرت نہیں رکھتا۔ ملخصا

معجم کبیر طبرانی جلد ۸ اص ۳۳۳ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۳۱۳ میں ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ الاصابہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ج ۳ ص ۲۶۱۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے صحابی رسول ﷺ کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ بھی سمجھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ معجزہ کے صادر کرنے میں بااختیار ہیں اگر ان کا یہ نظریہ نہ ہوتا تو وہ یہ نہ فرماتے کہ

لایقدر علی مافعلت الارسول

پھر نبی کریم علیہ السلام نے بھی اس بات پر سکوت اختیار فرمایا تو پتہ چلا کہ نبی کریم علیہ السلام کا بھی نقطہ نظر یہی تھا اگر آپ کا نقطہ نظر یہ نہ ہوتا تو آپ ٹوک دیتے۔

کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کی بعثت بھی اسی لیے ہوئی ہے کہ آپ نے توحید کی اشاعت بھی کرنی ہے اور جو امر توحید کے منافی ہو اس کی بیخ کنی بھی کرنی ہے اگر وہابی حضرات کے سامنے اہل سنت کوئی معجزہ پیش کریں تو وہ فوراً ٹوک دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کا کوئی اختیار نہیں ہوتا کیونکہ وہابی حضرات معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کے اختیار کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں لیکن نبی کریم علیہ السلام جن کی بعثت ہی اللہ تعالیٰ نے شرک کا قلع قمع کرنے کیلئے کی ہے آپ علیہ السلام کے سامنے جب یہ گزارش کی گئی یہ معجزہ آپ کی قدرت سے صادر ہوا ہے تو سرکار علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا اس سے وہابی حضرات یہ تاثر دینا

چاہتے ہیں کہ توحید کے جو اسرار و رموز ہم پر منکشف ہوئے ہیں وہ سرکار علیہ السلام پر منکشف نہیں ہوئے تو ہم وہابی حضرات سے یہ گزارش کریں گے کہ

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

وہابی حضرات اس طرح کی باتیں کر کے کیا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اصل نبوت کے اہل ہم تھے اور معاذ اللہ نبی کریم علیہ السلام کو نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے غلطی کی۔ کیوں کہ وہابی حضرات معجزہ میں نبی کریم علیہ السلام کے تصرف و اختیار کو شرک سمجھتے ہیں تو پھر بقول وہابیہ صحابی نے نبی کریم علیہ السلام کے سامنے شرک کیا اور آپ نے منع نہیں فرمایا تو کیا نبی کریم علیہ السلام کو شرک سے نفرت نہیں تھی اور وہابی حضرات کو زیادہ نفرت ہے۔ وہابی حضرات پر یہ شعر سچا آتا ہے۔

سر خدا کہ عارف سالک بکس نہ گفت
در حیرتم کہ بعدا فروش از کجا شنید

اے آتش یہ باغ کوئے یار ہے سرا کی کیجئے
شگوفے پھوٹتے ہیں یہاں نت نئے نئے

وہابی حضرات کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اس طرح کا نظریہ اپنا کر کہ نبی کریم علیہ السلام امور شریعہ میں مداہنت سے کام لیتے تھے کہیں اپنے دین وایمان سے تو ہاتھ نہیں دھو بیٹھیں گے اور مناسب یہی ہے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں کیونکہ جس راستے پر وہابی چل رہے ہیں یہ راستہ جہنم کا راستہ ہے اور جس راستے پر اہل سنت حضرات چل رہے ہیں وہ صحابہ کرام کا اور نبی کریم علیہ السلام کا راستہ ہے نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کے راستے پر چلنے والا ہی ناجی ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ

الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

والی ہی دعا مانگو اور اللہ تعالیٰ نے خود منعم علیہم لوگوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

انعم اللہ علیھم من النبیین والصد یقین والشھداء والصلحین

لہذا جنت میں جانے کا مستحق وہی آدمی ہوگا جو اس راستے پر چلے گا جس راستے پر چلنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لہذا وہابی حضرات سے یہ گزارش ہے کہ

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ مے روی بترکستان است

لہذا وہابی حضرات اپنے مذعومہ شرک سے بچانے کیلئے خواہ مخواہ تکلیف نہ فرمائیں بلکہ وہ خود اپنا ہی خیال رکھیں۔

اے بلبل رنگیں نوا تجھ کو تو پڑی ہے گانے کی
مگر مجھ کو تو پڑی ہے تیرے آشیانے کی

حدیث نمبر ۱۱:

ایک آدمی سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا اور اپنے گھر والوں کے لئے خوراک طلب کی ہم سرفراز صاحب کی تسلی کیلئے حدیث کے اصل عربی الفاظ پیش کرتے ہیں۔

جاء رجل الی النبی ﷺ یستطعمہ فاطعمہ شطر وسق شعیر فمازال الرجل یاکل منہ وامرأتہ وضیفھما حتی کالہ ففنی وقال رسول ﷺ لولم تکل منھا لاکلتم منھا ولقام لکم (متفق علیہ)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اپنے گھر کی فاقہ کشی

کی شکایت کی نبی کریم علیہ السلام نے اس کو تین من جو عطا فرمائے تو وہ آدمی اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان عرصہ دراز تک اس کو کھاتے رہے حتیٰ کہ ایک دن اس نے ان جوؤں کو پیمانے کے ساتھ ماپا تو معمولی عرصہ کے بعد وہ جو ختم ہو گئے۔

تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ ماپتے تو وہ جو تمہارے پاس موجود رہتے اور تم ہمیشہ انہیں اپنے استعمال میں لاتے رہتے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے صراحتہً ثابت ہوتا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوا خود نبی کریم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ ان لوگوں کا فقروفاقہ ان کی وجہ سے دور ہو جائے تو اللہ رب العزت نے آپ کے چاہنے سے آپ کی اس خواہش کو پورا فرمایا تو اس حدیث پاک سے وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کا رد ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

ایک ضروری نوٹ اور ایک اہم اشکال کا جواب:

یہاں یہ اشکال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کیلوا طعامکم یبارك لکم فیه

ترجمہ:

اپنے طعام کو ماپا کرو اس سے تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔

تو پھر وہ ماپنے کی وجہ سے ختم کیوں ہو گیا؟؟ اس جواب میں گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث پاک جس میں فرمایا کہ طعام کو ماپنے سے اس میں برکت پیدا ہو جاتی ہے یہ

اس صورت میں ہے جب بندہ خرید و فروخت کرے اور یہ حدیث پاک جس میں یہ ذکر ہے کہ ماپنے کی وجہ سے طعام ختم ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ طعام ذاتی استعمال کیلئے تھا اور جہاں سرکار کا یہ فرمان ہے کہ طعام کو ماپا کرو اس سے اس میں برکت پیدا ہوا جاتی ہے یہ خرید و فروخت والی صورت پر محمول ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے ماپنے کے بغیر خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴:

حضرت ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک کپی میں مکھن پیش کیا کرتی تھیں تو جب ان کے بچے ان سے کھانے پینے کی کسی چیز کا مطالبہ کرتے تو وہ اس کپی کی طرف توجہ فرماتیں تو وہاں گھی موجود ہوتا اور وہ اپنے بچوں کو عطا فرماتی ایک دن انہوں نے اس کپی کو نچوڑ دیا تو پھر اس کی وہ برکت ختم ہو گئی۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اس کو نہ نچوڑتی تو تمہیں ہمیشہ مکھن وہاں سے دستیاب ہوتا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بھی بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے واضح طور پر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے قصد اور ارادے سے صادر ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ مافوق الاسباب امور میں بھی متصرف ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے کچھ کھجوریں ہاتھ میں لیں اور ان پر برکت کی دعا فرمائی پھر وہ حضرت ابو ہریرہ کو عطا فرمائیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ان کھجوروں کو استعمال کرتے رہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت تک ان کھجوروں کو استعمال فرمایا جب سیدنا مان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت ہوئی تو جس تھیلی میں انہوں نے کھجوریں ڈالی تھیں وہ کہیں گر گئیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو ایک غم ہے۔ (عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا) اور مجھے دو غم لاحق ہیں ایک حضرت عثمان کی شہادت کا دوسرا اپنی تھیلی کے گر جانے کا۔

یہ حدیث پاک جامع ترمذی شریف اور مسند امام احمد میں موجود ہے۔ صاحب مشکوۃ نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ تنقیح الرواۃ میں اور الفتح الربانی میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ کے صدور میں بااختیار ہونا ثابت ہے اور وہابیہ کے اس عقیدہ فاسدہ کا بطلان ثابت ہوتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۴:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت ساری

احادیث مبارکہ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا چادر پھیلاؤ جب انہوں نے چادر پھیلائی تو نبی کریم علیہ السلام نے اپنا خالی چلو چادر میں رکھا پھر نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ چادر اپنے سینے کے ساتھ لگا لو تو حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد مجھے کوئی حدیث پاک نہیں بھولی۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں ہے۔ ہم قارئین کی تسلی کیلئے حدیث مذکورہ بالا کے اصل عربی الفاظ بھی پیش کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ قال یا رسول اللہ انی اسمع منك حدیثا کثیراً فانساہ قال رسول اللہ ﷺ ابسط رداءك ثم غرف فیہا ثلاث غرفات ثم قال ضمہ الی صدرك قال ابو ہریرہ فضممتہ قال فما نسیت شیأ بعد.

وجہ استدلال:

کمزور حافظے والے کے حافظے کو تیز کر دینا الخارق للعادات ہے اور انبیاء علیہم السلام سے جو افعال خارق للعادات صادر ہوں ان کو معجزہ کہا جاتا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوا۔ کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ حکم دینا کہ چادر پھیلاؤ اور پھر ارشاد فرمانا کہ چادر سینے کے ساتھ لگاؤ یہ سب ارشادات اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان کا نسیان کا مرض دور ہو جائے اور ان کا حافظہ بے مثال ہو جائے اس حدیث پاک سے وہابیہ خبیثہ کے اس عقیدہ باطلہ کا رد ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

نیز ان کا یہ عقیدہ باطلہ کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں ورنہ نبی کریم ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حدیث نمبر ۱۵:

نبی کریم علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتے تھے نیچے گرجاتے تھے تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

اللھم ثبتہ علی فرسہ

اس کے بعد کبھی وہ گھوڑے سے نہیں گرے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اپنے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ جس کے بارے میں میں چاہوں کہ وہ اپنی سواری سے نہ گرے تو میرے چاہنے سے اس طرح ہوجائے گا تو اس سے وہابیہ کے اس گستاخانہ عقیدہ کا ابطال ہوجائے گا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو آدمی صحیح سواری نہ کرسکتا ہو اس کا سواری پہ قادر ہوجانا خارق للعادت ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے حکم سے صادر ہوا۔

حدیث نمبر ۱۶:

نبی کریم علیہ السلام نے ایک عیسائی راہب کا واقعہ بیان فرمایا جس کا نام جریج تھا کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے تو ان کی ماں نے آ کے ان کو پکارا لیکن وہ بدستور نماز پڑھتے رہے اور ماں کی پکار پر توجہ نہ کی تو ماں نے ان کو بددعا دی کہ اے اللہ جب تک یہ فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے اس کو موت نہ آئے تو کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک فاحشہ عورت نے ایک چرواہے سے بدکاری کروائی اور جب اس کو حمل ٹھہر گیا تو لوگوں نے پوچھا یہ حمل کس کا ہے تو اس عورت نے کہا یہ جریج کا ہے۔ تو لوگوں نے حضرت جریج کا عبادت خانہ گرانا شروع کر دیا حتی کہ سارا عبادت خانہ منہدم کر دیا اس پر آپ نے پوچھا کہ میرا کیا قصور ہے تم میرے عبادت خانے کو کیوں گرا رہے ہو انہوں نے کہا تو نے فلاں کنواری عورت سے زنا کیا ہے اور اس کو حمل ٹھہر گیا ہے تو آپ اس عورت کے پاس آئے اور پیٹ والے بچے سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اس نے جواب دیا کہ میرا باپ چرواہا ہے پھر لوگوں نے ان سے عرض کی کہ ہم آپ کو سونے یا چاندی کا عبادت خانہ بنا کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم مہربانی فرماؤ کہ تم نے جو میرا عبادت خانہ گرایا ہے اس جیسا بنا دو انہوں نے جس طرح کا عبادت خانہ گرایا تھا اس طرح کا پھر تعمیر کر کے دیا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اور اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔
ان الکرامۃ قد تقع من الولی باختیارہ وطلبہ (عمدۃ القاری جلد ۷ ص ۴۸۳)
کذا فی ارشاد الساری جلد ۷ ص ۳۹۴ مزید تسلی کیلئے ہم امام قسطلانی کی اصل

عبارت پیش کرتے ہیں

وفی هذا اثبات کرامات الاولیاء ووقوع ذلك لهم باختیارهم وطلبهم

ارشاد الساری جلد ۷ ص ۳۹۴ نیز اسی طرح کی عبارت فتح الباری میں بھی موجود ہے اور ایضا ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ص

اسی طرح امام نووی اپنی کتاب شرح مسلم میں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو جلد ۲ ص ۳۱۳ تا ۳۱۴ اور اسی طرح کی عبارت علامہ سنوسی نے اپنی شرح مسلم میں اور علامہ ابی مالکی نے اپنی شرح مسلم میں بیان فرمائی ہے ملاحظہ ہو۔

ایک اہم اشکال اور اس کا جواب:

یہاں اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ عنوان تو یہ ہے کہ معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتا ہے اور جو دلیل پیش کی گئی ہے اس سے کرامت کا مصدور اولیاء ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا دلیل اور دعوی میں مطابقت کوئی نہیں۔

تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ قائل بالفصل تو کوئی نہیں جو لوگ معجزہ کو مقدور انبیاء مانتے ہیں وہ کرامات کو بھی مقدور اولیاء مانتے ہیں اور جو معجزہ کو مقدور انبیاء نہیں مانتے وہ کرامت کو بھی مقدور اولیاء نہیں مانتے تو جب کرامت کا مقدور اولیاء ہونا ثابت ہوگیا تو اس قاعدہ کی وجہ سے معجزات کا مقدور انبیاء ہونا بھی ثابت ہوجائے گا۔

نیز گزارش یہ ہے کہ کسی ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے کیونکہ کسی امتی کا اس قدر قابل ہوجانا کہ اس سے خوارق للعادات صادر ہوں۔ یہ اصل میں اس کے متبوع نبی کا ہی کمال ہوتا ہے۔ پھر جب ولی تابع اور غلام ہونے کے باوجود کرامات کے صادر کرنے میں بااختیار ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام جو کہ مخدوم

اور مطاع ہوتے ہیں وہ معجزات کے صادر کرنے میں کیونکر بے اختیار ہوسکتے ہیں۔

معجزات کے مقدور انبیاء کرام علیہم السلام ہونے کا ثبوت علماء اعلام کے اقوال کی روشنی میں

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے امور خارق للعادات صادر ہوتے ہیں جس ہم میں ایک حاسل ہوتی ہے جس کے ذریعے افعال عادیہ کو وقوع پذیر کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۹۰)

اور یہی عبارت علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ جلد اول ص ۴ پر تحریر فرمائی۔

حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ امور غیر عادیہ کو وقوع پذیر کرنے پر قادر ہوتے ہیں جس طرح ہم امور عادیہ کو وقوع پذیر کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔

(فتح الباری جلد ۱۲ ص ۲۲۳)

نوٹ:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت امام غزالی سے نقل فرمائی ہے اور سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب تفریح الخواطر صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہ کرے

تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔ (تفریح الخواطر ص ۳۹)

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب شرح عقائد باب الکرامات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔

نوٹ:

شرح عقائد ایک ایسی کتاب ہے جو اہل سنت کے مدارس کے اندر داخل نصاب ہے۔ اور وہابیہ کے دونوں گروہ خواہ مقلدین ہوں یا غیر مقلدین صدیوں سے اپنے مدارس میں یہ کتاب پڑھا رہے ہیں اور سرفراز خاں صفدر کا بھی یہ دعوی ہے کہ وہ ساٹھ سال سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھا پڑھا کر بوڑھے ہو چکے ہیں تو ظاہر ہے انہوں نے شرح عقائد بھی کئی مرتبہ پڑھائی ہوگی پھر پتہ نہیں حضرت کی عقابی نگاہوں سے یہ عبارت کیوں اوجھل رہ گئی ہے حالانکہ کوا کھانے والوں کی نگاہیں تو بڑی تیز ہوتی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب بغض رسالت میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے تو پھر اس کو کوئی بھی چیز بھائی نہیں دیتی جو نبی کریم علیہ السلام کی تعریف کو متضمن ہو۔

نیز سرفراز صاحب کی شوخ چشمی اور بے حیائی ملاحظہ ہو کہ مروجہ درسی کتاب میں یہ عبارت موجود ہونے کے باوجود کتنی دیدہ دلیری سے اپنے خصم کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی ایک عالم دین کا حوالہ پیش کیا جائے کہ معجزات انبیاء میں اور کرامات اولیاء میں ان کے ارادے کو اختیار کو دخل ہوتا ہے حضرت کا یہ بھی دعوی ہے کہ وہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں تو پھر کیا ان کی نگاہ مبارکہ سے ہماری پیش کردہ عبارات نہیں گزریں اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو سرفراز صاحب کو ان عبارات کا پتہ تھا اور

جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو یہ صریح ضلالت ہے۔ یا ان کو ان عبارات کا پتہ ہی نہیں تھا تو یہ ان کی صریح جہالت ہے ہر دو صورت میں سرفراز صاحب قابل مذمت ہیں۔

نیز ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ جب ان کا مطالعہ اتنا ناقص ہے تو پھر انہیں کیا حق پہنچ سکتا ہے کہ وہ مغالطات پر مشتمل کتاب کو راہ ہدایت کا نام دیتے پھریں اور اگر وہ اس دعوی میں سچے ہیں کہ انہوں نے ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو پھر لازما انہوں نے مذکورہ عبارات کا ملاحظہ کیا ہوگا تو پھر ان کا یہ چیلنج کرنا کہ کسی ایک عالم کا حوالہ پیش کیا جائے یہ صریح ضلالت ہے اور پھر ان کا ایسی بے ہودہ مضامین پر مشتمل کتاب کو راہ ہدایت کا نام دینا اس بات کا مصداق ہے کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

لہذا سرفراز صاحب کو چاہیے چونکہ ہم نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا لہذا اب ان کو اس بات پر ایمان لے آنا چاہیے کہ معجزات اور کرامات انبیاء اور اولیاء کی قدرت میں ہوتے ہیں۔

آنچہ شرط بلاغ است باتو گوییم
خواہ از سخنم پند گیری یا ملال

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب شرح مواقف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتا ہے اور یہی صحیح بات ہے۔

(شرح مواقف ص ۲۶۶)

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب صفدر نے جو اپنے آپ کو عصیم کہلواتے ہیں اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے راہ ہدایت میں اپنے عصیم ہونے کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ معجزہ کا مقدور انبیاء ہونا اور بات ہے اور مقدور نبی میں معجزہ کا تحقق اور چیز ہے۔ (راہ ہدایت ص ۵۹)

سچی بات یہ ہے کہ ہم نے سرفراز صاحب کی اس مہمل عبارت کو بار بار غور سے پڑھا لیکن ہمیں ان کے اس مہمل کلام کی کوئی سمجھ نہ آئی ہمیں بے ساختہ یہ شعر یاد آیا۔

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اگر سرفراز صاحب ذرا بھی عقل سے کام لیتے تو شرح مواقف کی یہ عبارت اس امر میں نص صریح تھی کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں لیکن حضرت چونکہ اس امر کے مصداق ہیں کہ

ملاں آں باشد کہ چپ نشود

کچھ نہ کچھ کہنے کیلئے یہ واہیات عبارت لکھ ماری کہ معجزہ کا مقدور نبی ہونا اور بات ہے اور مقدور نبی میں معجزہ کا ثبوت اور ہے۔ ہم سرفراز سے گزارش کرتے ہیں کہ سرفراز صاحب جس شق کو بھی اختیار کریں اہل سنت کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا لہذا وہ اس عبارت میں غور کریں اور اپنے اس نظریہ میں نظر ثانی کریں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ارادہ سے صادر نہیں ہوتا کیوں کہ معجزہ اگر مقدور انبیاء ہو یا اس کا تحقق انبیاء کی قدرت سے ہو ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے سرفراز صاحب اس شعر کے مصداق ہیں۔

بت حیلہ گر تیری بات کو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

علامہ ابن حجر مکی ھیثمی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت موصوف اپنی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں کہ کرامت کو جائز ماننے والے کئی گروہ ہیں ان میں سے بعض نے یہ شرط لگائی کہ کرامت اور معجزے میں فرق یہ ہے کہ معجزہ اختیار سے صادر ہوتا ہے اور کرامت بغیر اختیار کے اور اسی کے ذریعے انہوں نے معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق کیا ہے علامہ مکی فرماتے ہیں کہ ان کا یہ فرق کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۷)

تو مولوی سرفراز صاحب کو چاہیے کہ علامہ ھیثمی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بار بار پڑھیں اور اپنے اس چیلنج سے توبہ کریں کہ کرامت اور معجزہ کے اختیاری ہونے کے بارے میں کسی عالم کا حوالہ پیش کیا جائے۔

امام ماتریدی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تخت منگوا کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مافوق الاسباب امور پر قدرت عطا فرمائی تھی اور ان کے خدام کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا کہ وہ چشم زدن کے اندر کتنے بھاری بھرکم تخت کو لا کر پیش کر سکتے ہیں۔ (تاویلات اہل سنۃ جلد ۴ ص ۴۷۸)

اور اس مضمون کی عبارت دیو بندیوں اور وہابیوں کی معتمد علیہ تفسیر ابن کثیر کے اندر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۷۶)

اسی طرح صاحب تفسیر ابن کثیر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے جن کے ذریعے لوگ ہدایت حاصل کرتے تھے اور اعلیٰ صفات عطا فرمائیں۔ (جلد ۳ ص ۳۲۲)

وجہ استدلال:

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صفات جمیلہ عطا فرمائیں اور ان کے صدور میں انہیں با اختیار بنایا اسی طرح معجزات بھی عطا فرمائے اور ان کے صدور میں بھی انہیں با اختیار بنایا۔

اور اسی طرح کی عبارت دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسر عثمانی میں لکھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام بلقیس کو یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ وہ نرے بادشاہ ہی نہیں بلکہ مافوق الاسباب باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

آپ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں ارشاد فرماتے ہیں **الکامل من قدر علی الکرامۃ** کامل وہ ہے جو کرامت پر قادر ہو۔ (الیوقیت الجواہر جلد ۲)

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی شہرہ آفاق کتاب شرح العقائد میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کی کرامات برحق ہیں بس ولی کے لئے کرامت ظاہر ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ

وہ لمبی مسافت بالکل معمولی مدت میں طے کر لیتے ہیں جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیا علیہ الرحمہ چشم زدن میں بلقیس کا تخت لے کر بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہو گئے اور کرامات میں سے ایک یہ ہی ہے کہ اولیاء کرام ہوا میں اڑتے ہیں پانی پر چلتے ہیں اور ان کے ساتھ پتھر اور چوپائے کلام کرتے ہیں اور وہ مصیبت کے اندر متوجہ ہونے والے کی امداد کرتے ہیں اور جنگ کی صورت میں اپنے دوستوں کو دشمنوں کے نرغے سے بچاتے ہیں اور اسی طرح کے بے شمار امور اولیاء سے صادر ہوتے ہیں۔ (شرح عقائد باب الکرامات)

نوٹ:

اس عبارت سے ہر وہ شخص جس کو اللہ رب العزت نے عقل و دانش کا کوئی ذرہ عطا فرمایا ہے بخوبی جان سکتا ہے کہ حضرت علامہ تفتازانی کے نزدیک کرامات اولیاء کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیونکہ اگر کرامات ان کے ارادے سے صادر نہ ہوں تو ان کے بارے میں آپ کا یہ فرمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اولیاء کرام مشکلوں کو ٹال دیتے ہیں اور اپنے متوسلین کو دشمنوں کے شر سے بچاتے ہیں جس چیز کے واقع ہونے میں ان کا عمل دخل ہی نہ ہو تو اس چیز کی نسبت ان کی طرف کیسے کی جاتی ہے کیا جس کا ہاتھ رعشہ کی وجہ سے حرکت کرتا ہو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دے رہا ہے۔

علامہ تفتازانی کا ایک اور ارشاد:

حضرت اپنی کتاب مقاصد میں ارشاد فرماتے ہیں کرامت خرق عادت امر ظاہر ہونے کا نام ہے اگرچہ ولی کے ارادے سے ہی صادر کیوں نہ ہو۔

(المقاصد جلد ۲)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت والا اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ جنوں کو یہ طاقت عطا فرماتا ہے کہ مختلف شکلوں میں تبدیل ہوکر انوکھے افعال صادر کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کاملین کی روحوں کو ایسی قدرت عطا فرمادے تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب راہ ہدایت نیز اپنی کتاب اتمام البرھان میں بار بار یہ لکھا ہے کہ معجزہ کرامت کے صدور میں ہی ولی کے اختیار کو تسلیم کرنے والے جاہل اور بے بصیرت ہیں اب حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں حضرت کا کیا خیال ہے۔

کیا حضرت کا یہ سب وشتم اور گالی گلوچ صرف بریلوی حضرات کیلئے ہی ہے یا حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو بھی اس سے کچھ حصہ پہنچے گا نیز اگر معاذ اللہ حضرت انکو بھی ان الفاظ کا مصداق سمجھتے ہیں تو پھر حضرت اپنے آپ کو نقشبندی مجددی کس وجہ سے کہلواتے ہیں نیز مولوی حسین علی جو حضرت کے پیر مرشد ہیں وہ بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ تو پھر حضرت مولوی حسین علی کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے۔

اور اسی طرح مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھا ہے کہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری ولی کامل تھے اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ

اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور خدام میں سے اپنے آپ کو شمار کرتے تھے اور انہی کی بارگاہ کے فیض یاب تھے تو یہ عجیب سی منطق ہے کہ حضرت مجدد صاحب کے غلاموں کو تو پیر کامل کہا جائے اور خود مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جاہل بے بصیرت اور گمراہ قرار دیا جائے اگر معاذ اللہ وہ خود گمراہ تھے تو ان کے سلسلے سے ان کا فیض حاصل کرنے والے لوگ ولی کیسے بن سکتے ہیں نیز سرفراز صاحب کو شرم آنی چاہیے کہ جس سلسلے سے وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور اسی سلسلے میں اپنے آپ کو شامل کر کے پیری مریدی کا ڈھونگ بھی رچایا ہوا ہے اسی سلسلے کے مورث اعلی کو وہ جاہل اور گمراہ قرار دیتے ہیں نیز

اہل سنت سے گزارش:

ہم علماء اہل سنت اور عوام اہل سنت کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ مولوی سرفراز صاحب اور اس قماش کے دیگر لوگوں کی بیہودگیوں سے دل گیر نہ ہوں کیوں کہ جن لوگوں کی زبان اور قلم سے حضرت مجدد الف ثانی جیسی ہستیاں بلکہ امام الانبیاء سید الانبیاء جیسی ہستیاں بھی محفوظ نہ ہوں۔ اگر ایسے لوگوں کی زبان وقلم سے اہل سنت کے حق میں بیہودہ کلمات صادر ہوں تو اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں صریح گستاخی کرنے سے نہیں چوکتے تو اگر وہ ہمیں گالیاں دے لیں تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

حضرت سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ ولی کوکرامات کی قدرت عطا فرماتے ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ کا ولی تمام اعضاء

وجوارح سمیت سراسر قدرت خداوندی کا مظہر بن جاتا ہے پس وہ سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ اور پکڑے گا تصرف کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نور کیساتھ۔ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴۰)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دوسرا ارشاد گرامی:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں جس کسی شے کو کن کہوں تو وہ فوری طور پر موجود ہوجاتی ہے تو میری اطاعت کر تو میں تجھے بھی اس مقام پر فائز کردوں گا تو بھی کسی شے کو کن کہے گا تو وہ شے عدم سے وجود میں آجائے گی۔

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۳)

نیز اسی کتاب کے مقالہ نمبر ۱۶ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے بہت سارے انبیاء اور اولیاء کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ بھی کن کہہ کر اشیاء کو عدم سے وجود میں لاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب شرح فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ولی کو تصرف کرنے کی طاقت عطا کی جاتی ہے اور کرامت اور خرق عادت کے طور پر ولی کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ (شرح فتوح الغیب ص ۹۹)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا ایک اور ارشاد:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از عارف ہمچوں کن است از پروردگار تعالیٰ۔ عارف کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا اللہ رب العزت کا کلمہ کن کہنے کی طرح ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۲۲۶)

نیز اس عبارت کو علامہ جہانی نے جواہر البحار جلد ۳ ص ۲۶۲ پر نقل فرمایا ہے اور علامہ فاسی علیہ الرحمۃ نے مطالع المسرات ص ۳۲۳ پر نقل فرمایا ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ارشاد:

حضرت اپنی مشہور و معروف تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کی روحوں کو جسموں والی قوت عطا کرتا ہے پس وہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں چلے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری جلد اول زیر آیت ولا تقولوا لمن یقتل)

نوٹ:

ہم نے اکثر عربی عبارات کا اردو ترجمہ پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے تاکہ قارئین کو سہولت ہو۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ارشاد فرماتے ہیں ولی کی نگاہ کا یہ کمال ہے کہ کافر کو مسلمان بنا دیتی ہے اور جاہل کو عالم بنا دیتی ہے اور کتے کو انسان بنا دیتی ہے اور فاسق کو نیک بنا دیتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا دوسرا ارشاد:

جب اولیاء کے لئے زمین لپیٹ دی جائے اور ان کیلئے متعدد اجسام حاصل ہوجائیں تو ان اجسام مثالیہ کی وجہ سے اولیاء اللہ کا آن واحد میں متعدد جگہ پر موجود ہوجانا بعید نہیں ہے اور اس جہاں میں یہ امر اولیاء اللہ کیلئے امر عادی ہے۔

(مرقاۃ جلد۴ ص ۳۱)

نوٹ:

اجسام مثالیہ کی وجہ سے متعدد جگہوں پر موجود ہوجانا یہ امر خارق للعادت ہے لیکن علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کیلئے ایسے امور پر قدرت اس طرح ہی ہے جس طرح ہمیں اپنے افعال عادیہ پر قدرت ہوتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا تیسرا ارشاد:

حضرت موصوف اپنی شہرہ آفاق کتاب مرقاۃ شرح مشکوہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ مومن اعتقاد رکھتا ہے اس کی سمع، بصر اور تمام قوی کے کمالات حقیقت میں اللہ تعالی کی سمع اور بصر اور قدرت قوت کے آثار سے ہیں رہا وہ بندہ تو وہ معدوم محض ہے۔

(مرقاۃ جلد۵ ص ۵۸)

نوٹ:

ملا علی قاری کی یہ عبارات اس امر میں صریح ہیں کہ اللہ تعالی کا ولی اللہ تعالی کی دی ہوئی قدرت کی وجہ سے کائنات میں تصرف کرنے پر قادر ہے اور مولوی سرفراز اپنی کتاب ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کی یہ عبارت بھی حجت ہے کہ نہیں کیوں کہ اگر کرامت ولی کے ارادہ اور اختیار سے صادر نہ ہو تو پھر ملا علی قاری کا یہ فرمان کہ بندہ محبوب کے قوی کے کمالات اللہ تعالی کی قدرت کے آثار میں سے ہیں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

حضرت امام رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی مشہور زمانہ تفسیر مفاتیح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کو وہ قدرت حاصل ہوتی ہے جو ان کے غیر کو حاصل نہیں ہوتی اور جب بندہ محبوب نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے کنت لہ سمعا وبصرا فرمایا ہے اور جب اللہ تعالی کے جلال کا نور اس کی سمع بن جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی آوازوں کو سن سکتا ہے اور جب نور اس کی بصر ہوجاتا ہے تو دور نزدیک کی چیزوں کو وہ دیکھ لیتا ہے اور اللہ جل جلالہ کا نور پھر اس کے ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد۵ ص ۲۶۷)

نوٹ:

امام رازی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت اس امر میں صریح ہے کہ کرامت ولی کے ارادے سے صادر ہوتی ہے کیوں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ولی تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے اور تصرف پر قدرت رکھنا یہ امر خارق للعادت ہے کیونکہ ہر انسان یا ہر مسلمان تصرف پر قدرت نہیں رکھتا اور جو امر خارق للعادت ولی سے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اسی طرح کی عبارت اسمٰعیل دھلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں نقل کی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحب اپنی معتبر تفسیر فتح العزیز میں ارشاد فرماتے ہیں وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے

وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور ان کا امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حاجت مند ان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے اگر تم بدن سے میری طرف بڑھو گے تو میں روح سے تمہاری طرف آؤں گا۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۱۰۳)

نوٹ:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت اس امر میں واضح ہے کہ کرامات اولیاء کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیوں کہ اگر کرامات ان کے ارادے سے صادر نہ ہوں تو ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت رکھتے ہیں کیوں کہ دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور تصرف کرنے کی طاقت اولیاء کرام کو حاصل ہوتی ہے اور تصرف کرنا ایسا امر ہے جو خارق للعادت ہے اور ولی سے ایسا امر صادر ہو جو خارق للعادت ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ اولیاء کرام کو خارق للعادات امور پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ قائم بالفصل کوئی نہیں جو کرامت کے صدور کو ارادے اور اختیار کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں وہ معجزہ کا صدور بھی ارادہ و اختیار کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور جو کرامت کے اختیاری ہونے کے منکر ہیں معجزہ کے اختیاری ہونے کے بھی منکر ہیں لہذا جب کرامت کا اختیاری ہونا ثابت ہو گیا تو معجزہ کا بھی ارادہ و اختیار کے ساتھ صادر ہونا ثابت ہو جائے گا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا دوسرا قول:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک بار خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نان بائی سے خوش ہو کر فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے تو اس نے عرض کی مجھے اپنا ہمشکل بنا دیجئے تو اس کے کافی اصرار کے بعد خواجہ صاحب اسے اندر لے گئے اور اس پر توجہ کی جب باہر آئے تو دونوں کی شکل وصورت میں فرق نہ تھا اور لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

(تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۲۴۵)

کسی کو اپنی مثل بنا دینا یہ امر خارق للعادت ہے لیکن حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توجہ ڈال کر نان بائی کو اپنی مثل بنا دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ ان کو اس خارق للعادت امر پر قدرت حاصل تھی اگر قدرت حاصل نہ ہوتی تو نہ نان بائی ایسا مطالبہ کرتا کہ مجھ کو اپنے جیسا بنا دو اور نہ حضرت اسے اپنے جیسا بناتے۔

نیز حضرت باقی باللہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کو مافوق الاسباب امور کے اندر قدرت حاصل تھی کیونکہ ان کو اگر یہ قدرت حاصل نہ ہوتی تو اتنا عام اختیار نہ دیتے کہ جو مانگنا چاہو مانگ لو۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت وجماعت حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد پاک کو امور تکوینیہ کے اندر متصرف جانتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز ادا کرتے ہیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۲۳)

وجہ استدلال:

اگر اہل بیت کرام علیہم الرضوان عام لوگوں کی طرح بے بس اور بے اختیار ہوں اور کرامات کے صادر کرنے میں ان کے قصد اور اختیار کو دخل نہ ہو تو پھر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا کہ اہل بیت کرام علیہم السلام امور تکوینیہ میں متصرف ہیں کیونکہ اگر کرامت میں ارادے اور اختیار کو دخل نہ ہو تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اہل بیت کرام امور تکوینیہ میں متصرف ہیں کیونکہ تصرف کرنا خارق للعادت ہے اور جو امر خارق للعادت ولی سے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولیاء کرام کرامات کے صادر کرنے میں با اختیار ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا سراسر لغو اور باطل ہے کہ معجزہ اور کرامات برحق ہیں پر نبی ولی کے ارادے کو دخل نہیں ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام میں سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اس طرح اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں اور اولیاء کو کرامات اور کائنات میں تصرف حاصل ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۱۵)

یہی عبارت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فتاوی عزیزیہ میں نقل فرمائی۔ (فتاوی عزیزیہ جلد اول ص ۱۴۱)

مولوی سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب اتمام البرھان میں لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ ہمارے لئے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ

ہمارے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت اپنی کتاب تفریح الخواطر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہ کرے تو اس مصنف کا بھی وہی نظریہ ہوتا ہے۔ لہذا شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ کی عبارت نقل فرمائی اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ حضرت شاہ صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے اور سرفراز صاحب کہہ چکے ہیں کہ شاہ صاحب کا فیصلہ ہمارے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے لہذا امید ہے کہ حضرت اب کرم فرماتے ہوئے شاہ صاحب کے فیصلے کو قبول فرمائیں گے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

اولیا راہست قدرت الہ
تیر جستہ باز آرندش براہ

ترجمہ:

اولیاء کو اللہ کی طرف سے ایسی قدرت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لا سکتے ہیں۔ (مثنوی جلد دوم ص)

نوٹ:

مولوی اشرف علی تھانوی التکشف میں لکھتا ہے
مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآن درزبان پہلوی

دیکھئے دیو بندیوں کے ہاں مثنوی کی اتنی شان ہے تو اب قوان کو چاہیے کہ

مثنوی کے اس شعر کو تسلیم کریں اور معجزہ اور کرامت کے صدور انبیاء واولیاء کی قدرت اور ارادے کو تسلیم کریں۔

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا قول:

حضرت ایک بزرگ سید شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف عطا فرمایا اور خرق عادات امور پر قدرت عطا فرمائی۔

(ردالمحتار جلد اول ص ۴۲)

نوٹ:

یہی عبارت مولوی اشرف تھانوی اپنی کتاب جمال الاولیاء میں نقل کرتا ہے یہ عبارت بھی اس امر میں بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کرامات اولیاء عظام کے قصد اور ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیونکہ تصرف کرنا امر خارق للعادت ہے تو اگر ان کو اس پر قدرت ہی نہ ہو تو پھر ان کو متصرف کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور نیز یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ان کو تصرف عطا فرمایا جب ان کو تصرف پر قدرت ہی حاصل نہیں ہوگی تو پھر ان کے بارے میں کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ باذن اللہ متصرف فی الکائنات تھے۔ یہی عبارت امام شعرانی نے بھی اپنی کتاب الطبقات الکبری میں نقل فرمائی ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء ظاہر می شوند از قصد واز بے قصد۔

کرامات اولیاء ولیوں کے ارادے سے بھی صادر ہوتی ہیں اور بعض اوقات بغیر ارادے کے بھی صادر ہو جاتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت اپنی کتاب تکمیل الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کرامات کے اندر یہ قید لگانا کہ وہ دل کے ارادے کے بغیر صادر ہوتی ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

(تکمیل الایمان ص ۲۳)

نوٹ:

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بھی ہمارے اس مدعا پر قطعی الدلالت ہے کہ کرامات اولیاء مقدور اولیاء ہیں نیز جو آدمی حضرت ساریہ والے واقعہ میں غور کرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کی حالت میں انہیں میدان جنگ میں راہنمائی فرمائی تو ظاہر بات ہے کہ حضرت عمر کی یہ کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوئی کیا انہوں نے چاہا نہیں تھا ویسے ہی ان کے منہ سے یہ کلام صادر ہو گئی ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب انفاس العارفین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جس آدمی کو چاہتے تصرف کر کے بے خود اور مست بنا دیتے۔

(انفاس العارفین ص ۵۶)

نوٹ:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان

کے اس طرح کے قصے گنتی اور شمار سے باہر ہیں

حضرت خواجہ عثمان دامانی کا ارشاد:

فوائد عثمانیہ جو مولوی حسین علی کی مصدقہ کتاب ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب کی کرامت بیان کی گئی کہ ان کے کسی مرید نے ایک عورت کو قرض دیا تا کہ اس کے ساتھ بدکاری کرے لیکن جب بدکاری کا ارادہ کیا تو بدکاری پر قادر نہ ہو سکا تو پھر خواجہ صاحب کی بارگاہ میں آ کر عرض کرنے لگا کہ فلاں عورت کے ذمے میرا قرض واجب الادا ہے اور وہ واپس نہیں کر رہی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے اس کو قرض نہیں دیا تھا اپنی خواہش نفس پوری کرنے کے لئے دجل کی دکان سجائی مجھے فلاں حجرے کا سارا حال معلوم ہے۔ (فوائد عثمانیہ ص ۱۱۲)

وجہ استدلال

خواجہ صاحب کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تصرف کر کے اپنے مرید کو برائی سے بچالیا اور تصرف کر کے کسی کو برائی سے بچا لینا یہ امر خارق للعادت ہے اور خارق للعادت امر جو ولی سے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اس پورے واقعہ کو ملاحظہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کرامت ان کے ارادے سے صادر ہوئی کیوں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے فلاں حجرے کا سارا حال معلوم ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی قلبی توجہ اور ارادے کے ساتھ اس خرق عادت امر کو صادر فرمایا۔

حضرت خواجہ صاحب کا ایک اور ارشاد:

حضرت نے اپنے مرید مولوی حسین علی کو فرمایا کہ تم اپنے گھر میں جاؤ اور جو

کچھ تم وہاں امور سرانجام دو گے میں تمہیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دوں گا۔

(فوائد عثمانیہ ص ۱۲۳)

نوٹ:

اپنے مقام پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے کسی کے گھریلو واقعات کی خبر دینا یہ ایسا امر ہے جو ہر ایک آدمی کے بس میں نہیں ہے تو لہذا یہ امر خارق للعادت ہوا تو خواجہ علیہ الرحمۃ انتہائی اعتماد کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ تیرے سارے پیش آمدہ امور کو میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دوں گا اس سے ثابت ہوا کہ یہ امر ان کے بس میں اور اختیار میں تھا اور یہی اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ کرامات اولیاء اور معجزات انبیاء اسی طرح انبیاء و اولیاء کے ارادہ اختیار سے صادر ہوتے ہیں جس طرح ہمارے افعال عادیہ ہمارے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

ایک قابل توجہ نکتہ:

مولوی سرفراز خان صاحب صفدر نقشبندی مجددی مدظلہ الاعلیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ فقیر مولوی حسین علی کے آخری مریدوں میں سے ہے تو حضرت جب اپنے آپ کو مولوی حسین علی کا خاتم المریدین کہتے ہیں تو پھر حضرت کو چاہیے کہ اپنے پیر و مرشد کی مصدقہ کتاب کے مندرجات پر ایمان لائیں اور اپنے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کریں کہ معجزات و کرامات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔

نوٹ:

ہم نے سرفراز صاحب کو جو نقشبندی مجددی لکھا ہے تو ان کے زعم کے مطابق

لکھا ہے حضرت اپنے آپ کو نقشبندی مجددی کہلواتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کافر کو فرمائیں گے۔

ذق انك انت العزيز الكريم

اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کافر بڑی عزت اور کرامت کا مالک ہے بلکہ یہ تو اس کے زعم کے مطابق ہی کہا جائے گا۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب نفحات الانس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تصرف کرنا بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

وجہ استدلال:

اگر اولیاء کا تصرف کرنا یہ ان کی کرامات میں سے ہے اور تصرف کرنا بغیر ارادے اور اختیار کے ممکن نہیں لہذا اس عبارت سے بھی کرامات کا ارادے سے اختیار سے صادر ہونا ثابت ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی:

حضرت اپنی معروف کتاب کشف المحجوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں بندہ محبوب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے سنتا ہے دیکھتا ہے اور پکڑتا ہے۔

(کشف المحجوب ص ۲۲۰)

وجہ استدلال:

جب بندہ محبوب کا دیکھنا سننا پکڑنا اللہ کی قدرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے تو پھر بدیہی بات ہے کہ وہ کائنات میں تصرف کرنے پر بھی قادر ہو کیونکہ جس ہستی کے

ہاتھ اور پاؤں اللہ کی قدرت کے مظہر بن جائیں تو ظاہر ہے کہ اس کے افعال ہمارے افعال عادیہ کی طرح نہیں ہوں گے بلکہ وہ امور غیر عادیہ پر بھی قدرتوں کا حامل ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے ایک آدمی کی روح قبض کی اور قبض کرنے کے بعد دوبارہ اس کی روح اس کے اندر ڈال دی۔ (انفاس العارفین ص)

وجہ استدلال:

کسی آدمی کے روح کا جسم سے نکالنا یہ امر خارق عادت ہے ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر اس بزرگ کا یہ تصرف کرنا جیسا کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے یہ خوارق للعادت امور میں تصرف ہونے کی واضح دلیل ہے اگر اب بھی سرفراز صاحب امور غیر عادیہ میں اولیاء کرام کی قدرت کو تسلیم نہ کریں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور سرفراز صاحب جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ امور غیر عادیہ میں تصرف کو ماننے والے گمراہ، جاہل اور بے بصیرت ہیں تو پھر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں حضرت کا کیا نظریہ ہوگا اس لئے سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں ورنہ جس راستے کو انہوں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے یہ سیدھا جہنم کی طرف جا رہا ہے لہذا توبہ کر لیں اس میں ان کی بہتری ہے ورنہ وہ اس آیۂ کریمہ کے مصداق بن جائیں گے۔

وجوه يومئذ خاشعة عاملة ناصبه تصلى نارا حاميه تسقى من عين انيه

امام ابن خلدون کا ارشاد:

امام ابن خلدون اپنے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں جہانوں اور اکوان میں مختلف قسم کی کرامات سے تصرفات کرتے ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۴۷۴)

اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۲ پر ارشاد فرماتے ہیں کبھی بعض صوفیاء کرام اور اصحاب کرامات سے احوال عالم میں تاثیر دیکھنے میں آتی ہے اور یہ جادو کی قسم سے نہیں ہوتی بلکہ ان اولیاء پر اللہ کا خاص فضل ہوتا ہے۔ اس کی مدد سے یہ امور ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ان کا طریقہ اور نسبت آثار نبوت اور اس کے توابع سے ہی ہوتی ہے۔

وجہ استدلال:

علامہ ابن خلدون علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت اس امر سے صریح ہے کہ اولیاء کرام کا تصرف کائنات میں ثابت ہے اور یہ ان کے ارادے اور اختیار کے ساتھ پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک ارادے اور اختیار کو دخل نہ ہو تو کسی کو متصرف کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے مولوی سرفراز صاحب صفدر نے بھی اپنی کتاب راہ ہدایت میں اسی عبارت کو نقل کیا ہے اور مخبوط الحواس ہونے کی وجہ سے اتنا نہ سوچ سکے کہ یہ عبارت ان کے نظریہ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ حضرت اپنی کتاب تسکین الصدور صفحہ ۳۵۱ پر لکھ چکے ہیں کہ کسی غیر اللہ کو متصرف سمجھنا یہ کفر ہے اور حضرت اپنی تفریح الخواطر صفحہ ۲۹ پر ارشاد فرماتے ہیں جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہ کرے تو وہی مصنف کا بھی نظریہ ہوتا ہے تو گویا سرفراز صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہوا کہ اولیاء کرام کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور وہ اپنے

فتوے کی رو سے خود ہی کافر ہوگئے نیز ان کے امام اسماعیل دھلوی کا بھی یہی فتوی ہے کہ جو کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے تو مشرک ہے تو اسماعیل دھلوی کے فتوے کی رو سے علامہ ابن خلدون مشرک ثابت ہوگئے اور مولوی سرفراز صاحب ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر کافر ہوگئے کیونکہ حضرت اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۵۶ پر ان کے لئے رحمۃ اللہ علیہ والا جملہ استعمال کیا ہے تو جو بزرگ ان کے فتوے کی رو سے مشرک تھے ان کیلئے دعائیہ کلمہ بول کر خود کافر ہوگئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی:

امام رازی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب المباحث المشرقیہ جلد۲ ص ۵۵۶ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کا روح اس مادی عالم میں متصرف ہوتا ہے پس وہ عصا کو سانپ بنا دیتا ہے اور پانی کو خون بنا دیتا ہے اور اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کر دیتا ہے اس کے علاوہ اور بھی معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کی روحانی قوت سے صادر ہوتے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کی اس عبارت سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش:

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ یہ نظریہ امام رازی نے اپنا بیان نہیں کیا بلکہ فلاسفہ ابالسہ کا نظریہ پیش کیا ہے اور اس کی دھجیاں بکھیری ہیں ہم ناظرین سے گزارش کریں گے کہ وہ المباحث المشرقیہ کے اس صفحے کا بغور مطالعہ فرمائیں اور سرفراز صاحب کے کذب وافتراء کی داد دیں کہ انہوں نے کتنا سفید جھوٹ بولا حالانکہ امام رازی نے یہ اپنا نظریہ بیان کیا ہے نہ کہ فلاسفہ کا اور امام رازی کے اس نظریہ کی تائید قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتی ہے اور وہ آیات ہم اسی کتاب کے گذشتہ اوراق

میں بیان کر چکے ہیں۔

معجزات کا مقدور انبیاء ہونے کا ثبوت علماء دیو بند کے اقوال کی روشنی میں:

مدرسہ دیو بند کے بانی قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتا ہے کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے بنظر ضرورت ہر وقت قبضے میں ہوتا ہے گاہ بگاہ قبضہ نہیں ہوتا۔ (تحذیر الناس ص ۸)

وجہ استدلال:

نانوتوی صاحب کی یہ عبارت اس امر میں بالکل واضح ہے کہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں سرفراز صاحب صفدر اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے یہاں معجزہ کی مثال قرآن مجید کے ساتھ کی ہے اور قرآن مجید کے نازل ہونے میں نبی کریم علیہ السلام کے قصد کو دخل نہیں ہے لہذا نانوتوی صاحب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ معجزہ انبیاء کے ارادے سے صادر ہوتا ہے۔

جوابی گزارشات:

سرفراز صاحب کا نانوتوی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ معجزہ کے اندر انبیاء کے قصد کو دخل ہوتا ہے کیونکہ اس کی مثال قرآن مجید کے ساتھ دی ہے سرفراز صاحب کا یہ قول بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ اگر نانوتوی نے مثال غلط دی ہے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

کیونکہ نانوتوی اگر قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کر سکتا ہے جو تمام تفاسیر اجماع امت اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے تو اگر اس نے یہاں بھی غلط مثال دے دی ہے تو یہ بالکل نانوتوی کی ذات سے بعید نہیں ہے۔

نیز سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ نانوتوی کے الفاظ تو یہ ہیں کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو بطور سند نبوت ملتا ہے کیا قرآن مجید ہر نبی کو ملا ہے؟ لہذا نانوتوی کی عبارت بالکل وضاحت کر رہی ہے کہ جس طرح ایک عام آدمی کو کوشش اور محنت کے بعد کسی امر میں ایک ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے کہ جب چاہے اس کو باآسانی وقوع پذیر کر سکتا ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے معجزات ملکہ کا حکم رکھتے ہیں کہ جب چاہیں ان سے امور غیر عادیہ بسہولت صادر ہو جاتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی گواہی:

تھانوی صاحب نے اپنی کتاب جمال الاولیاء اور کرامات امدادیہ میں لکھتے ہیں کہ کرامت اولیاء کے ارادے سے بھی صادر ہوتی ہے اس طرح حضرت تھانوی صاحب اپنی آخری کتاب البوادر والنودر میں لکھتے ہیں کرامات اولیاء کرام کے ارادے اور اختیار سے بھی صادر ہو جاتی ہیں۔

تھانوی صاحب کی ایک اور گواہی:

حضرت اپنی کتاب التکشف میں لکھتے ہیں کہ بزرگوں کا ایک گروہ وہ ہے جو اہل تکوین کہلواتے ہیں جن کا کام امور دنیوی کی اصلاح کرنا ہے اور لوگوں سے مشکلات کا دور کرنا۔ (التکشف ص ۴۷۳)

اسی طرح تھانوی صاحب نے ایک اور کتاب الافاضات الیومیہ میں لکھا ہے کارخانہ کائنات کا ان بزرگوں کے سپرد ہوتا ہے اور وہ امور تکوینیہ کی تدبیر کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی کی بیان کردہ ایک اور کرامت:

تھانوی صاحب نے اپنی کتاب کرامات امدادیہ میں حاجی امداد اللہ کی کرامت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے ایک دوست حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت تھے حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غراق ہو جائے جب انہوں نے دیکھا کہ اب مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا اس وقت سے زیادہ اور کونسا وقت امداد کا ہوگا اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر اور کارساز مطلق ہے اس وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا ادھر اسی روز مخدوم جہاں اپنی خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی تھی پوچھا حضرت یہ کیا ہے فرمایا کچھ نہیں پھر پوچھا آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے۔ آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا آگبوٹ کو کمر کا سہارا دیکر اوپر اٹھالیا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اسی لئے اچھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔ (کرامات امدادیہ ص ۱۸)

وجہ استدلال:

تھانوی صاحب کی اس بیان کردہ کرامت سے ثابت ہوا کہ کرامات اولیاء

کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں اس قول پر دلیل حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ قول ہے کہ ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا آگبوٹ کر کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھا لیا تو حاجی امداد اللہ صاحب کے یہ الفاظ اس امر پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوئی تھی کیونکہ کسی متقی بزرگ سے کسی خرق عادت امر کا صدور کرامت کہلاتا ہے اور کسی کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو ترا دینا اور دور دراز سے آ کر اس کی مشکل کو حل کر دینا یہ امر خارق للعادت ہے اور حاجی صاحب کے اس کام سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے قصد اور ارادے کے ساتھ اس خرق عادت امر کو صادر کیا اگر اب بھی سرفراز صاحب اس امر پر اصرار کرتے رہیں کہ کرامت کو اختیاری ماننے والے بے وقوف اور جاہل ہیں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں البتہ یہ عرض کریں گے کہ ذرا یہ ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے ان الفاظ کی زد میں ان کے کون کونسے بزرگ آ رہے ہیں اگر بقول سرفراز صاحب کے ان کے حکیم الامت ہی بے وقوف اور جاہل ہیں تو پھر ان کے مریضوں کا کیا حال ہوگا ہمارا تو پہلے بھی یہی نظریہ تھا کہ تھانوی صاحب ان کے معتقدین بے وقوف ہیں اور سرفراز صاحب نے بھی ہماری تائید کر دی اگرچہ نادانستہ طور پر ہی سہی لیکن کفی بنفسک الیوم حسیبا کے مصداق بن گئے سرفراز کو چاہیے کہ اہل سنت کے بارے میں اس طرح کا نظریہ بیان کرنے سے پہلے ذرا سوچ بچار کر لیا کریں کہ میں جو تبرا اہل سنت کو بھیج رہا ہوں کہیں میرے اکابر اس کی زد میں نہ آ جائیں۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

بیچارے سرفراز صاحب کی اس بحث میں حالت یہ ہے کہ

کبھی جھکتا ہوں ساغر پر کبھی گرتا ہوں مینا پر
میری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھر جاتے ہیں

تھانوی صاحب کی بیان کردہ ایک اور کرامت:

تھانوی صاحب محمد شفیق علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کہہ رہا ہے کہ یہ رہا راستہ تو وہ راستہ پر پہنچ گیا۔ (جمال اولیاء ص۱۳۲)

وجہ استدلال:

تھانوی صاحب کی بیان کردہ اس کرامت کے اندر بھی اس امر کا وافر ثبوت ہے کہ یہ کرامت اس بزرگ کے ارادے سے صادر ہوئی۔

اشرف علی تھانوی کی بیان کردہ ایک اور کرامت:

تھانوی صاحب جمال الاولیاء میں لکھتے ہیں ایک بزرگ چار پیسوں کی بارش بیچا کرتا تھا۔

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز خان صاحب صفدر تھانوی صاحب کی بیان کردہ اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اپنے اس چیلنج پر دوبارہ غور کریں کہ کسی عالم کا حوالہ پیش کیا جائے کہ کرامت کسی ولی کے ارادے سے صادر ہوتی ہے کیا تھانوی صاحب ان کی نگاہ میں عالم نہیں تھے اور تھانوی صاحب ان بزرگوں کے بارے میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان سے بہت زیادہ تصرف کرنا منقول ہے۔

اور تصرف کرنا تب ہی منقول ہوسکتا ہے جب ارادہ اور اختیار پایا جائے اگر یہ کہا جائے کہ تصرف بغیر ارادے اور اختیار کے بھی پایا جا سکتا ہے اور تصرف کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام والرضوان کے قصد کا کوئی دخل نہیں ہوتا پھر کیا سرفراز صاحب ان کے ہمنوا یہ قول کریں گے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کائنات میں متصرف ہیں کیونکہ بقول ان کے تصرف کرنا تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہی ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم السلام والرضوان کی طرف اس کی اسناد مجازی ہوتی ہے تو پھر وہ ایسا عقیدہ کیوں نہیں رکھتے اور اس تاویل کے ساتھ انبیاء اور اولیاء کو متصرف کیوں نہیں مانتے نیز بقول تھانوی صاحب کے وہ بارش بیچنے والے بزرگ متصرف تھے۔ اور وہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ جو کسی نبی ولی کو کائنات میں متصرف سمجھے ذاتی قدرت سے سمجھے یا عطائی قدرت سے سمجھے وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں اب سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دھلوی یہی فتوی لگا رہا ہے اس فتوے کی رو سے تھانوی صاحب کا کیا انجام ہوگا اور سرفراز تھانوی صاحب کو اپنا حکیم الامت اور بزرگ مانتے ہیں تو ابوجہل جیسے مشرک کو اپنا بزرگ مان کر سرفراز صاحب کا کیا انجام ہوگا۔ **مالکم کیف تحکمون**

اسماعیل دھلوی کی شہادت:

اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھتا ہے اولیاء کرام کو عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کا مکمل اختیار ہوتا ہے اور ان کو حق حاصل ہے کہ وہ کہیں کہ عرش سے لے کر فرش تک ہماری حکومت ہے۔ (صراط مستقیم ص۵۲ (فارسی)

وجہ استدلال:

اولیاء کرام کا پوری کائنات میں تصرف کرنا یہ امر خارق للعادت ہے اور جو امر ولی سے بطور خرق عادت کے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت میں اس امر کا واضح ثبوت موجود ہے کہ اولیاء کرام کی کرامتیں ان کے ارادے سے صادر ہوتی ہے اور مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ جو اولیاء کرام کو کائنات میں متصرف مانے یا انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے تصرف ثابت کرے وہ کافر ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اسماعیل دھلوی سرفراز صاحب کے فتوے کی رو سے کافر ہوگیا اور مولوی سرفراز صاحب ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں تو ایک کافر کو اپنا بزرگ ماننے سے سرفراز بھی کافر ہوگئے۔

کذالک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر

اسماعیل دھلوی کی دوسری شہادت:

اسماعیل دھلوی اسی صراط مستقیم میں حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس مقام کے لوازمات میں سے ہے خوارق کا صادر ہونا دعاؤں کا مستجاب ہونا اور آفتوں بلاؤں کا دور کرنا۔ (صراط مستقیم ص ۱۳۵)

وجہ استدلال:

آفتوں بلاؤں کا دور کرنا یہ امر خارق للعادت ہے۔ اور اسماعیل دھلوی اولیاء عظام کیلئے اس امر کو ثابت کر رہا ہے اور اولیاء کرام سے جو خرق عادت امر صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ کرامت اولیاء کرام کے ارادے سے صادر ہوتی ہے۔

اور اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۵ پر اسماعیل دھلوی لکھتا ہے کہ جس طرح لوہے کو آگ میں رکھا جائے تو لوہے میں بھی آگ کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ لوہا آگ بن گیا ہے اسی طرح اولیاء کرام قرب نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور ہوجاتے اور خدائی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں تو اسماعیل دھلوی کی اس تمثیل سے بھی جو اس نے لوہے اور آگ والی بیان کی ہے اس امر کی مزید وضاحت ہوجاتی ہے کہ کرامات اولیاء ان کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں۔

اسماعیل دھلوی کی تیسری گواہی:

اسماعیل اسی کتاب صراط مستقیم میں لکھتا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی وسعت برکت اور آنجناب ہدایت مآب کی توجہات کے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی روح مقدس آپ کی متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے درمیان تنازع رہا ان قال شرکت پر صلح ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی پر زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔ (صراط مستقیم اردو ص ۲۴۲)

وجہ استدلال:

فوت ہونے کے سینکڑوں سال بعد کسی کو قادری اور نقشبندی بنانا امر خارق للعادت ہے اور یہ امر خارق للعادت ان دونوں بزرگوں کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا ہے کیونکہ اسماعیل دھلوی کی عبارت کے یہ الفاظ کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی روح اور حضرت غوث پاک روح آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور ہر ایک ان دو عالی

مقام روحوں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے اسی طرح باقی ماندہ الفاظ اس امر پر قطعی الدلالت ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کی ہر کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوئی کیونکہ اگر اس امر میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہ ہو تو پھر اسماعیل دھلوی کا یہ کہنا کہ دونوں روحوں کے درمیان جھگڑا ہوتا رہا اور حضور غوث پاک سید احمد کو قادری بنانا چاہتے تھے اور خواجہ بہاؤالدین اس کو نقشبندی بنانا چاہتے تھے پھر اس پر صلح ہوئی کہ اس کو نقشبندی بھی بنایا جائے اور قادری بھی بنایا جائے پھر اس کو دونوں سلسلوں میں داخل کر دیا گیا تو اگر سید احمد بریلوی کو نقشبندی اور قادری بنانے کے اندر ان حضرات کے ارادے اور اختیار کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ عبارت مہمل ٹھہرے گی اور اس عبارت کے اندر اور ہذیان کے اندر کوئی فرق نہیں رہے گا اور یہ عبارت ایک دیوانے کی بڑ ثابت ہوگی کیا سرفراز کے نزدیک اپنے امام اسماعیل دہلوی کی یہی شان ہے کہ وہ مہمل کلام کرتے تھے اور مجنونانہ بڑیں ہانکتے تھے سرفراز صاحب کو چاہیے کہ اپنے اکابر کی اس طرح مٹی پلید نہ کریں بلکہ ان کے قلم سے جو اچھی بات صادر ہوگئی اس کو تسلیم کرنے کا اعلان کریں اور اگر تسلیم نہیں کرتے تو پھر جو فتوی اہل سنت پر صادر کرتے ہیں وہی فتوی اپنے اکابر کی عبارات اور مولوی اسماعیل پر بھی صادر کریں۔

من نگویم ایں مکن وآں کن،
مصلحت بیں وکار آساں کن

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں کہ مولف نور ہدایت پر لازم ہے کہ وہ اپنے ناپاک عقیدہ سے توبہ کرے کہ معجزات انبیاء

کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

تو سرفراز صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ جو آدمی معجزہ اور کرامت کو نبی علیہم السلام اور ولی علیہم الرضوان کا اختیاری فعل سمجھے وہ کافر ہے تو اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ مولوی سرفراز صاحب کے نزدیک قاسم نانوتوی اشرف علی تھانوی اور اسماعیل دھلوی اور مولوی حسین علی واں بھچروی وغیرہ یہ تمام حضرات کفر کے اندر لت پت ہیں تو یہ بات ٹھیک ہے ہمارا تو پہلے بھی یہی نظریہ ہے کہ یہ تمام لوگ کافر ہیں سرفراز صاحب نے ہمارے نظریے کی تائید کر دی اب حضرت کو چاہیے کہ اگر ان میں واقعی انصاف اور دیانت نام کی کوئی چیز موجود ہے تو اپنے ان اکابر کو کافر قرار دیں جس طرح اہل سنت کو کافر قرار دیا ہے اگر نہیں دیتے تو اپنے اس نظریہ سے توبہ کریں۔ اور اہل سنت وجماعت کے متعلق ہرزہ سرائی کرنے سے باز رہیں اور اپنی زبان کو لگام دیں نیز ہم نے گذشتہ اوراق میں اس مسئلے کے بارے میں امام غزالی، امام زاری اس طرح بیسیوں اکابر کے جوابات پیش کئے ہیں کہ معجزات اور کرامات انبیاء اور اولیاء کرام کے ارادہ سے صادر ہوتی ہیں تو یہ کوئی ایسا نظریہ نہیں کہ جس میں اہل سنت منفرد ہیں بلکہ یہ تو تمام اکابرین کا نظریہ ہے۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید وشبلی وعطار ہم مست

مولوی رشید احمد گنگوہی کا ارشاد:

گنگوہی صاحب تذکرۃ الرشید میں ارشاد فرماتے ہیں تصرفات اولیاء بعد ازوفات ایشاں باقی می ماند۔ اولیاء کے تصرفات ان کی وفات کے بعد باقی رہتے

ہیں۔ (تذکرہ الرشید ۱۲۲)

گنگوہی کا اپنے بارے میں ارشاد ہے کہ حق وہی ہے جو میری زبان سے نکلتا ہے تو پھر سرفراز صاحب کو چاہیے کہ اس حق کو قبول کریں اور اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہیں نیز گنگوہی صاحب کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ہدایت ،نجات میری اتباع پر موقوف ہے۔

اگر سرفراز صاحب ہدایت اور نجات کے طلبگار ہیں تو گنگوہی صاحب کی اس بات پر عمل کریں اگر عمل نہیں کرتے تو پھر نہ وہ ہدایت پا سکتے ہیں نہ ناجی بن سکتے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کی شیخ عبدالحق محدث دھلوی کے نام سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش:

مولوی سرفراز صاحب صفدر فاضل دیوبند حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فتوح الغیب کے ترجمہ میں ارشاد فرمایا کہ معجزہ کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ (فتوح الغیب ص ۴۴)

لیکن سرفراز صاحب کی پراگندہ ذھنی کی دلیل یہ ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ ولی کی طرف اشیا کا پیدا کرنا اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کر دیا جاتا ہے یعنی کرامات اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہیں اب مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ اگر تصرف کے اندر ولی کا ارادہ ہی نہیں ہوتا تو پھر شیخ عبدالحق کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا کہ تصرف اولیاء کی طرف سپرد کر دیا جاتا ہے کیا کوئی سلیم العقل آدمی یہ باور کر سکتا ہے کہ کسی کو اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد بھی کر دیا جائے اور اس کو تصرف کرنے کے اندر

اختیار اور دخل بھی نہ ہو ایسی ابلیسی اور الٹی منطق دیوبند کی چار دیواری میں تو بن سکتی ہے لیکن ارباب عقل و دانش کے نزدیک سرفراز صاحب کی اس عبارت کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں ہے نیز ہم شیخ عبدالحق محدث دھلوی کا ایک اور حوالہ قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں حضرت اپنی کتاب مدارج النبوت میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کیلئے جائز تھا کہ کسی علاقے کے فتح ہونے سے پہلے اس کی زمین کو تقسیم فرما دیں کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ کو تمام اراضی اور ممالک کا مالک بنا دیا کیونکہ نبی کریم علیہ السلام جنت کی زمین تقسیم فرماتے ہیں تو دنیا کی زمین بطریق اولی تقسیم کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(مدارج النبوہ جلد اول ص ۱۱۵)

امام غزالی کی پہلی عبارت مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانی نے اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور امام شعرانی نے کشف الغمہ میں اور امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں نقل فرمائی۔

شاہ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کا دوسرا ارشاد:

شاہ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۰ پر ارشاد فرماتے ہیں کائنات کے ہر فرد کا رزق نبی کریم ﷺ کے دست اقدس میں دے دیا ہے اور ہر ایک کی ظاہری باطنی جسمانی اور روحانی تربیت اور پرورش کیلئے درکار قوت اور روزی آپ کے سپرد فرما دی ہے یعنی رزق کے خزائن اور اس کی تقسیم کی چابیاں نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دی گئی ہیں یہی عبارت ارشاد الباری جلد ۶ صفحہ ۴۵۵ زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۲۶۰ پر موجود ہے نیز مطالع المسرات صفحہ ۱۱۲ اورالجوھر المنظم ص ۴۲ پر موجود ہے نیز مرقاۃ شرح مشکوہ جلد ۹ صفحہ ۱۰۵ پر موجود ہے

اورمولوی سرفراز صاحب صفدر ارشاد فرماتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں امید ہے حضرت سرفراز صاحب کرم فرماتے ہوئے اس عبارت کے مطابق عقیدہ رکھیں گے حضور علیہ السلام کی کنیت ابو القاسم اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مستحقین میں جنت تقسیم فرماتے ہیں۔ (مدارج النبوہ جلد اول ص ۲۶۶)

شاہ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

ہم چناں کہ حیوانات ہمہ مطیع ومنقاد امر آنحضرت ﷺ بودند نباتات نیز درحیطہ فرمانبردار وطاعت وے بودند۔ (مدارج النبوت جلد اول ص ۱۹۳)

ترجمہ:

حیوانات (جاندار اشیاء) اور نباتات بھی آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کے دائرے میں ہیں۔

اسی طرح اس کتاب صفحہ ۱۹۴ یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم چناں کہ نباتات رامنقاد ومطیع امروے ﷺ ساختہ بودند جمادات نیز ہمے حکم دارند۔

(مدارج النبوہ جلد اول ص ۱۹۴)

ترجمہ:

جس طرح نباتات کو حضور کے حکم کا فرمانبردار اور مطیع بنایا ہوا تھا جمادات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔

اسی طرح آپ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۴ جلد اول میں ارشاد فرماتے ہیں۔

بود آنحضرت ﷺ کہ تصرف می کرد درایشاں ومی گردانید غنی رافقیر وے ساخت شریف رابرابر وضیع داد خدائے تعالی عزت وقدرت ملکت مدد، نصرت، قوت

وشوکت کہ بھر ہمہ بالاتو آمدکاراو وبرہمہ بیشی گرفت اختیار اولا واللہ سوگند بخدائے کہ مسخر گروانید اورا ایں ہمہ امور شک نمی کنند دریں ہیچ عاقلے۔

ترجمہ:

حضور علیہ السلام تصرف کرتے تھے غنی کو فقیر بنا دیتے اور عزت والے کو ادنیٰ بنا دیتے اللہ تعالی نے حضور علیہ السلام کو اتنی عزت اور قدرت اور طاقت اور مدد اور نصرت اور قوت اور شوکت عطا فرمائی کہ سب لوگوں سے نبی کریم علیہ السلام کا کام نمبر لے گیا اور سب سے حضور علیہ السلام کے اختیارات بڑھ گئے اللہ کی قسم یہ سب چیزیں اللہ تعالی نے حضور علیہ السلام کیلئے مسخر اور تابع کر دیں اس میں کوئی عاقل شک نہ کرے گا۔

نوٹ:

سرفراز صاحب صفدر کو شیخ علیہ الرحمۃ کی ترجمہ فتوح الغیب والی عبارت تو یاد رہی اور اس ترجمہ کی دیگر عبارات نیز مدارج النبوہ کی دیگر عبارات پتہ نہیں حضرت کی نظر سے کیوں اوجھل ہوگئیں حضرت پر یہ بات بچی آتی ہے۔

حفظت شیأ وغابت عنک اشیاء

نیز سرفراز کیلئے حضرت شیخ محقق کے یہ الفاظ قابل غور ہیں اللہ کی قسم یہ سب چیزیں اللہ تعالی نے حضور کیلئے مسخر اور تابع کر دیں اور اس میں کوئی عقل مند شک نہ کرے گا سرفراز صاحب خدا کا خوف کریں کہ جس ہستی کا وہ حوالہ دے کر نبی کریم علیہ السلام کو بے اختیار ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے وہ تو قسم فرما رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے اختیار تمام مخلوق سے زیادہ ہیں کیا خان صاحب کو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی قسم پر بھی اعتماد واعتبار نہیں نیز شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان کہ نبی کریم

علیہ السلام کے مختار کل ہونے میں کوئی عاقل شک نہیں کرسکتا تو حضرت کا یہ ارشاد سرفراز صاحب کیلئے تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ دو ہی صورتیں ہیں اگر سرفراز صاحب عاقل ہیں تو ان کو نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ایمان لانا چاہیے اور انکار کجا شک بھی نہیں کرنا چاہیے اور اگر عاقل نہیں ہیں تو ان کو ایسے نازک موضوعات پر کتابیں لکھ کر اپنی رسوائی کا سامان نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تصرف وقدرت وسلطنت وے ﷺ زیادہ براں بود ملک وملکوت جن وانس تمامہ عوالم بتقدیر وتصرف الٰہی عز وعلی در حیطہ قدرت وتصرف وے بود۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۳۲)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا تصرف اور آپ کی قدرت اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور سلطنت سے زیادہ تھی ملک اور ملکوت جن اور انسان اور سارے جہان اللہ تعالیٰ کے تابع کر دینے سے حضور علیہ السلام کے تصرف اور قدرت کے احاطہ میں تھے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ متولی امور الٰہیہ وگماشتہ درگاہ عزت بود کہ تمام امور احکام کون ومکان بوے مفوض بود کدام دائرہ مملکت واسع تراز مملکت وسلطنت وے بود۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۴۴)

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

زمین قدیم بر خدائے راست ورسول خدا پس تراں زمین مرشاراست از من

یعنی من تصرف می کنم دراں بہر وجہ کہ می خواہم وی بخشم ہر کرا کہ می خواہم وظاہر آں بود گفتہ شود کہ منی ومن اللہ زیرا کہ ہمہ از خدا است وخدا در ہمہ جا پیغمبر خود را تصرف دادہ است۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۴۶ مرقاۃ جلد ۳ ص ۳۲۱)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا قدیم زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ملکیت ہے ہر وہ زمین میری طرف سے تمہارے لئے ہے یعنی میں اس زمین میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا ہوں جسے چاہتا ہوں بخشتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کہا جاتا کہ منی ومن اللہ کیونکہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے نبی کریم علیہ السلام کو تصرف عطا فرمایا ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

وے ﷺ خلیفہ مطلق ونائب کل جناب اقدس است مے کنند وے دہند ہرچہ خواہد باذن وے۔

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۳۱۵)

ترجمہ:

حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کل ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں یا رسول دنیا اور آخرت کی ہر نعمت آپ کے جود لا محدود سے کچھ حصہ ہے اور آپ کے علوم کثیرہ سے لوح وقلم کا علم بعض حصہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وجود شریف وے پشت پناہ عالمیاں است ﷺ۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۷۲)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام کا وجود اقدس تمام جہانوں کیلئے ملجاء ماوی ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ چوں روح مقدس آنحضرت ﷺ جان ہمہ عالم است باید کہ در ہمہ اجزائے عالم متصرف باشد۔ (اخبار الاخیار ص ۲۵۵)

نبی کریم علیہ السلام کی روح اقدس تمام جہانوں کی جان ہے تو اس کا تمام اجزائے عالم میں متصرف ہونا مسلم ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اس کتاب کے صفحہ ۲۱۶ پر یوں رقمطراز یعنی ہم جنت کا وارث نبی کریم علیہ السلام کو بناتے ہیں پس ان کی مرضی جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے چاہے منع کریں انہی کیلئے دنیا ہے انہی کیلئے جنت۔

(اخبار الاخیار ص ۲۱۶)

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شیخ فرماتے ہیں اللہ تعالٰی کی عطا سے نبی کریم علیہ السلام کا تصرف زمین وآسمان کو شامل ہے بلکہ دنیا وآخرت کے ہر قسم کے شراب اور طعام اور حسی

روحانی رزق اور ظاہری باطنی نعمتیں حضور علیہ السلام کے طفیل اور واسطہ سے ہیں۔

(جواہر البحار جلد ۲ ص ۱۹۹ ۔ مدارج النبوہ جلد اول ص ۳۱۱ ۔ مطالع المسرات ص ۲۶۲)

نوٹ:

اختصار کی خاطر ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کی فارسی عبارات کا ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے ارباب ذوق اصل کتب کا مطالعہ فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی اور عبارت:

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

پس گفت آں حضرت کہ بخواہ وتخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کارہم بدست ہمت وکرامت اوست ﷺ ہر چہ خواہد وہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

اس کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے ایک شعر نقل فرمایا۔

اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا وہر چہ مے خواہی تمنا کن

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۹۶ مسک الختام جلد اول ص ۵۲۱)

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ربیعہ کو فرمایا کہ جو چاہو مانگ لو کسی مطلوب خاص سے تخصیص نہ کی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام جہان کے کام نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ کے اذن سے عطا فرماتے ہیں اگر تو دنیا وآخرت کی خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جو جی میں آئے مانگ۔

اس مضمون کی عبارت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی عربی شرح لمعات التنقیح میں تحریر فرمائی ہے۔ عربی شرح کے الفاظ بھی ملاحظہ ہوں۔

انه علیه السلام بحر کرم وفضل لاساحل له الخ

نبی کریم علیہ السلام سخاوت اور بخشش کے ایسے سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

(لمعات التنقیح جلد ۳ ص ۲۲۰)

مولوی سرفراز صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے اتمام البرھان میں لکھتے ہیں کہ یہ شیخ عبدالحق محدث دھلوی اور ملا علی قاری کی لغزش ہے اور غیر معصوم لوگوں کی لغزشوں کو تسلیم کرنے کا نام ایمان نہیں مولوی سرفراز صاحب کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے علامہ منظور احمد فیضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ۔

سلنی فاعطیك اسئلك مرافقتك فی الجنة اوغیر ذلك

سے عالم سنیت میں ایمان افروز بہار آجاتی ہے۔ بیچاری وہابیت اپنے مصنوعی دھرم کو گرتا دیکھ کر چھپنے لگ جاتی ہے محبوس بلی کی طرح اچھلتی ہے کودتی ہے کبھی شاخیں نکالتی ہے کبھی پنجے مارتی ہے لیکن اس صحیح حدیث کے صاف صریح الفاظ کی سلاخیں اور مزید براں حضرت ملا علی قاری اور شیخ محقق کی تشریحانہ الفاظ کی میخیں اس بیچاری کو نکلنے نہیں دیتیں کبھی کہتی ہے صحیح مسلم اور نسائی شریف کے الفاظ کو میرا سلام میں بدایہ نہایہ کی طرف جاتی ہوں کبھی کہتی ہے کہ شیخ محقق اور ملا علی قاری غیر معصوم شخصیتوں کی لغزشوں کا نام ایمان نہیں یہ علماء کی غلطیاں اور لغزشیں ہیں اری مظلومہ جب ائمہ محدثین کے تشریحانہ وتفسیرانہ کلمات عبارات لغزشیں ہیں جو ہزاروں لاکھوں کے مقتداء ہیں تو تیری کون سنتا ہے جا جہنم میں تیری بات جو ائمہ محدثین اور الفاظ حدیث کے خلاف ہے تو اس کو ردی کے ٹوکرے میں ڈال کر آگ لگا دے۔

(مقام رسول ص ۳۱۰)

سرفراز صاحب سے ایک استفسار:

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر اہل سنت وجماعت حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارات نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کے ثبوت میں پیش کریں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ان کی لغزشیں ہیں لیکن اگر حضرت خود حضرت شیخ اور علامہ علی قاری کی عبارات پیش کریں تو اس وقت انہیں لغزشیں قرار نہیں دیتے؟

حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلوی اخبار اخیار میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب چاند کو توڑا تو وہ توڑنا اس طرح تھا جس طرح کوئی آدمی اپنے ناخن کے فالتو حصے کو اپنے ہاتھ سے جدا کردے۔ (اخبار الاخیار ص)

شاہ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ مجمل اعتقاد درحق سید کائنات ﷺ آنست کہ ہرچہ جز مرتبہ الوہیت از کمالات وکرمات اثبات کند کنا ما کان۔

دع ما ادعته النصاری فی نبیهم
واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم

(مرج البحرین ص ۶۱۔ ۱۴۱)

مجمل اعتقاد مسلمانوں کا نبی کریم علیہ السلام کے حق میں یہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ مرتبہ الوہیت کے علاوہ ہے جتنے کمالات وکرامات ہی کیوں نہ ہوں وہ سب حضور علیہ السلام کے حق میں ثابت کرے۔

اے مسلمانو! جو کچھ نصاری نے اپنے نبی کے حق میں کہا کہ (عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے اور اللہ کے جز ہیں) یہ تم نہ کہنا اس کے علاوہ جو چاہے حضور کی مدح میں بیان کر۔

وجہ استدلال:

تو ظاہر بات ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے حق میں یہ عقیدہ رکھنا کہ معجزات آپ علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ ایسا کمال ہے جو الوہیت کے علاوہ ہے اور شیخ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے جو بھی کمال الوہیت کے علاوہ ہے آپ کیلئے ثابت کیا جائے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

مخواں او را خدا از بہر امر شرع وحفظ دیں
دگر ہر وصف کش مے خواہی اندر مدحش املا کن
(مکتوبات شیخ محقق برحاشیہ اخبار الاخیار ص ۹۴)

حکم شرع اور حفاظت دیں کی وجہ سے حضور کو خدا نہ کہنا اس کے علاوہ جو وصف چاہے حضور علیہ السلام کی مدح میں املا کر۔

نوٹ:

اب مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ یہ تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دجال کے جو عادات خوارق ہوں گے وہ اس کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوں گے اگر خرق عادت امر میں کسی کا ارادہ اختیار ماننے سے کسی کو خدا ماننا لازم آجاتا ہے تو کیا سرفراز صاحب یہ قول کریں گے کہ دجال ان کا خدا ہے اگر خرق عادت امر میں قدرت ماننے سے دجال کا خدا ماننا لازم نہیں ہوتا تو نبی کریم علیہ السلام کے معجزات میں آپ کا ارادہ اور اختیار ماننے سے بھی خدا ماننا لازم نہیں آتا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی قدرت مانی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ معجزات آپ کے

ارادے سے صادر ہوتے ہیں تو پھر آپ کو بھی خدا ماننا لازم نہیں آئے گا تو جب خدا ماننا لازم نہیں آتا تو شیخ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ہر کمال جو بھی الوہیت کے علاوہ ہے سرکار علیہ السلام کیلئے ثابت کرنا عین ایمان ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

شیخ علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے بزرگان دین کی روحیں اپنے شرف اور قدرت کی وجہ سے ان فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۴۰۱)

وجہ استدلال:

تو شیخ علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شیخ کا نظریہ یہ ہے کہ اولیاء کرام کی ارواح کائنات میں متصرف ہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ مولوی سرفراز صاحب کو شیخ علیہ الرحمۃ کی یہ عبارات کیوں نظر نہیں آئیں اسی طرح ہم نے گذشتہ اوراق میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ آپ اشعۃ اللمعات باب کرامات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ کرامات اولیاء ظاہر می شد نداز قصد واز بے قصد

کہ کرامات اولیاء اولیاء کرام کے ارادے سے بھی صادر ہوتی ہیں اور کبھی بے ارادہ بھی صادر ہو جاتی ہیں تو ان تمام عبارات کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی جو شرح فتوح الغیب والی عبارت ہے اس کا مطلب یہ لیا جائے گا چونکہ ولی فنافی اللہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو پھر اس کا ارادہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ شمار ہوتا ہے گو اس کا ارادہ اپنا ذاتی ارادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا کا ارادہ ہی ہوتا ہے۔ مولوی

سرفراز صاحب حضرت شیخ کی ان تمام عبارات کو پڑھ کر بھی کہیں گے۔

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

حضرت کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت شیخ کی تمام عبارات کا مطالعہ فرماتے پھر ان کی شرح فتوح الغیب والی عبارت سے استدلال کرتے ۔ امید ہے کہ اگر سرفراز صاحب کے اندر شرم وحیا کا کچھ بھی شائبہ ہوا تو آئندہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا نام اس مسئلے کے اندر لینے کی جرات نہیں کریں گے۔

مولوی سرفراز صاحب کا حضور غوث پاک کا نام لے کر دھوکہ دینا:

مولوی سرفراز صاحب نے فتوح الغیب کی عبارت پیش کی ہے کہ حضور غوث پاک نے بھی فرمایا ہے کہ کرامات کے اندر اولیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا حالانکہ ہم غوث پاک کی کتاب فتوح الغیب کی کئی عبارات پیش کر چکے ہیں کہ اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہوتے ہیں ہم مزید حضرت غوث پاک کی عبارت پیش کرتے ہیں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے تجھے توفیق اور احسانات کے ساتھ اور قدرت وطاقت اور ولایت عامہ اور تصرف تام کے ساتھ اور ایسے امر کے ساتھ جو تیرے نفس اور دیگر تمام اشیاء میں نافذ اور موثر ہو اور تجھے صفت تکوین کا عطیہ دیا جائیگا تمام اشیاء کے معبود کی طرف سے اس دنیا میں اخروی زندگی سے پہلے ہی۔ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۲۴)

اسی طرح حضور غوث پاک قصیدہ غوثیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی
وحکمی نافذ فی کل حال

اللہ تعالی کی تمام آبادیاں اور بلاد میرا ملک ہیں میرے زیر فرمان ہیں میرا حکم ہر حال میں نافذ اور موثر ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

الم تران اللہ اسبغ نعمۃ علینا
وولانا قضاء الحوائج

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالی نے اپنی نعمتیں ہمارے اوپر کامل کردی ہے اور ہمیں قضاء حاجات اور حل مشکلات پر مامور فرمایا ہے۔ مزید فرمایا۔

ولو القیت سری فی بحار
لصار الکل غورا فی الزوال

حضرت کا مزید ارشاد گرامی:

ولو القیت سری فی جبال
لدکت واختفت بین الرمال

اگر میں اپنا سر ولایت پہاڑوں پر بھی القاء کروں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں چلے جائیں۔

ولو القیت سری فوق میت
لقام بقدرت المولی تعالی

اگر میں اپنا راز ولایت میت پر ظاہر کروں تو وہ اللہ تعالی کی قدرت اور اذن سے زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ غوث پاک کا مزید ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

ولو القیت سری فوق نار
لخمدت و انطفت من سر حالی

اگر میں ڈالوں اپنا راز ولایت آگ پر تو وہ بے نور ہو جائے اور وہ فوراً بجھ جائے سرحال اور شان ولایت کے راز سے۔

کسانی خلعۃ بطراز عزم
وتوجنی بتیجان الکمال

اللہ تعالیٰ نے عزم ہمت کے نقش نگار سے آراستہ خلعت مجھے پہنائی اور مجھے کمال وخوبی کے بہت سے تاج پہنائے۔

انا من رجال لایخاف جلیسھم
ریب الزمان ولایری مایرھب

میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ جن کا ہم نشیں زمانہ کے حوادث اور خوفناک امور سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ خاطر میں لاتا ہے۔

سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ قصیدہ غوثیہ حضور غوث پاک کی طرف غلط منسوب ہے؟؟ تو ہم ان کی تسلی کیلئے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خاتم المفسرین والمحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دھلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب بستان المحدثین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

سید زروق فاسی علیہ الرحمۃ کا ایک قصیدہ ہے جو قصیدہ جیلانیہ کی طرز پہ ہے اس قصیدے کے بعض شعر یہ ہیں حضرت زروق فاسی اپنے مریدوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ
اذما سطا جور الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ
فنا دیا زروق انا آت بسرعۃ

ترجمہ:

میں اپنے مریدوں کی پریشانیوں کو ختم کرنے والا ہوں جب زمانہ اپنی سختی کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو اگر تو تنگی میں ہو اور مشکل اور وحشت میں ہو مجھے یا زروق کہہ کر پکار میں جلدی تیری مدد کو پہنچ جاؤں گا۔ (بستان المحدثین ص ۳۲۲)

اگر یہ قصیدہ غوث پاک کی طرف غلط منسوب ہوتا تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ حضرت زروق کا یہ قصیدہ ہے جو قصیدہ غوثیہ کی طرز پر ہے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ارشادات شیخ محقق کی زبانی:

حضرت شیخ محقق حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ارشادات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔بعزت پروردگار کہ دست حمایت من بر مریدان من مثل آسمان است بر زمین۔ (اخبار الاخیار ص ۱۹)

ترجمہ:

مجھے پروردگار جل وعلی کی قسم ہے کہ میری حمایت اعانت کا ہاتھ میرے مریدوں پر ایسے محیط ہے جیسے کہ آسمان زمین کو محیط ہے اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

من دستگیری ے کنم ہر کرا از ہمرہیان من از مرکب بلغزد واز پائے درآید تاروز

قیامت

ترجمہ:

میں قیامت تک اپنے اس مرید کی دستگیری کرتا رہوں گا جس کی سواری لغزش کھا جائے گی اور گرے گی۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

مرا در ہر لشکر سلطان ہست کہ مخالفت نہ کردہ شود و در ہر منصب خلیفہ است کہ عزل کردہ نہ شود

ترجمہ:

میرا ہر لشکر میں مقرر کیا ہوا سلطان امیر ہے جس کے حکم اور فرمان کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی اور ہر منصب پر میری طرف سے ایسا خلیفہ ہے کہ جس کو معزول نہیں کیا جا سکتا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا مزید ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ اے روزے دارو اے شب بے دارو اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو! اے سالکین اے ابدالو! اے اوتادو! اے پہلوانوں اے بچو آؤ اور میرا فیض حاصل کرو! اس دریا سے جو کوئی کنارہ نہیں رکھتا۔ (اخبار الاخیار ص ۱۴)

نوٹ:

ہم نے اختصار کی خاطر فارسی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کرنے پر اکتفاء کیا۔

حضور غوث پاک کا ایک اور ارشاد گرامی:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں میں وہ صاحب سطوت وجلال ہوں کہ میری تلوار بے نیام ہے میری قوس میں تیر فٹ کے ہوئے ہیں میرے تیر نشانوں پر لگنے والے

ہیں اور میرا نیزہ خطا نہیں ہو سکتا میں اللہ تعالیٰ کی جلانے والی آگ ہوں میں اولیاء کرام کے احوال ومقامات سلب کرنے اور انہیں ان کے درجات ومراتب سے محروم کرنے پر قادر ہوں۔ (اخبار الاخیار ص ۱۴)

ایک قابل توجہ نکتہ:

مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے ارشاد فرمایا یہ نہیں کہا کہ حضور غوث پاک نے ارشاد فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی غیر اللہ کو غوث کہنا شرک سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے استاد بھائی اور ہم مسلک عالم مولوی غلام اللہ کہا کرتا تھا کہ ہمارا غوث اللہ ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ہمعات میں یوں رقمطراز ہیں کہ حضرت غوث جیلانی اور اس کتاب کے صفحہ ۸۳ پر لکھتے ہیں حضرت ”غوث اعظم“ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں حضرت ”غوث اعظم“۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اس کتاب کے صفحہ ۶۱-۴۱ پر فرماتے ہیں حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی در قبر خود مثل احیا تصرف می کند۔

(ہمعات ص ۶۱-۴۱)

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ حضرت غوث پاک کو غوث کے لفظ سے اس لئے یاد نہیں کرتے کہ کہیں شرک نہ ہو جائے لیکن اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم ص ۲۴۲ پر لکھتا ہے۔ جناب غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روحیں مقدسین آپ کے متوجہ حال ہوئیں تو اب بتائیں کہ مولوی سرفراز صاحب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولوی اسمعیل دہلوی کو مشرک قرار دیں گے تو اگر وہ مولوی اسماعیل اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو مشرک قرار نہیں دیتے تو

پھر اہل سنت پر شرک کا فتوی کیسے لگاتے ہیں۔

اگر اس لفظ کا اطلاق کرنے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی اسماعیل دھلوی بدستور موحد رہے تو پھر حضرت اس لفظ کا اطلاق اگر حضور غوث پاک پر کردیں تو ان کے عقیدہ توحید میں کیا فرق آسکتا ہے نیز اگر کسی غیر اللہ کو غوث اعظم کہنا شرک ہے تو اپنے شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں حضرت کیا ارشاد فرمائیں گے جو اپنے پیر رشید احمد گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں

جنید شبلی ثانی ابو مسعود انصاری

رشید ملت دین غوث اعظم قطب ربانی

دیکھئے ! اب حضرت کے شیخ الہند رشید احمد گنگوہی کو غوث اعظم قرار دے رہے ہیں کیا حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کو غوث اعظم ماننا شرک ہے اور گنگوہی کو غوث اعظم ماننا عین ایمان ہے۔

گنگوہی صاحب کی اخلاقی پستی:

ارواح ثلاثہ میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا گنگوہی اور نانوتوی کے مرید شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات مجمع میں تشریف فرما تھے گنگوہی نے نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں لیٹ جاو نانوتوی صاحب شرما گئے گنگوہی صاحب نے پھر فرمایا تو ادب سے چت لیٹ گئے حضرت گنگوہی بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور مولانا کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے دل کو تسلی دیا کرتا ہے نانوتوی کہہ رہے ہیں کہ کیا کر رہے ہو لوگ کیا کہیں گے گنگوہی صاحب نے کہا لوگ کہیں گے تو کہنے دو۔

(ارواح ثلاثہ ص ۳۰۵)

گنگوہی صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قاسم صاحب دلہن کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا سو جس طرح زن و شوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا۔

(تذکرہ الرشید جلد ۲ ص ۲۸۹)

نوٹ:

اپنی قسمت کی بات ہے کچھ لوگ ایسے آدمیوں کو اپنا غوث اعظم سمجھتے ہیں جو کبھی مجمع عام میں غیر اخلاقی حرکتیں کرتے ہیں اور کبھی خواب میں مردوں سے جماع کرتے ہیں اور کچھ لوگ اسی ہستی کو اپنا غوث اعظم مانتے ہیں جو سید الاولیاء ہیں بہرحال پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔

کل حزب بمالدیھم فرحون

مولوی سرفراز صاحب کے علماء کی عبارات سے غلط استدلالات

نمبر۱:

مولوی سرفراز صاحب عبدالحی لکھنوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ کرامت وہ خرق عادت امر ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہو بغیر اس کے کہ وہ کسی چیز کا دعوی کرے۔ (راہ ہدایت ص ۵۴)

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب کا اس عبارت سے اپنے مقصد پر استدلال کرنا لغو اور باطل ہے۔ حضرت کا دعوی یہ ہے کہ کرامت کے صدور میں ولی کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہے۔

لیکن عبارت کی دلالت اس دعوے پر نہیں ہے کیونکہ بغیر دعوی امر کے کسی امر کے صادر ہو جانے سے ولی کا مجبور ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ دعوی امر سے مراد نبوت یا ولایت کا دعوی ہے تو بغیر دعوی کے خرق عادت امر صادر ہو خواہ اختیار سے بھی ہو یہ عبارت اس پر بھی صادق ہے لہذا سرفراز صاحب کا استدلال غلط ہے ان کا یہ عبارت درج کرنا فضول بھرتی کے ضمن میں آتا ہے۔

نمبر۲: مولوی سرفراز کا اعلی حضرت عظیم البرکت کی عبارت سے غلط استدلال:

سرفراز صاحب اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

کرامت سب کی وہبی ہوتی ہے اور وہ جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشا ہے لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔ (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۳)

سرفرازی استدلال کا جواب:

اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت مولوی سرفراز صاحب کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ اعلی حضرت کا مقصد یہ ہے کہ ہندو جوگی اور بعض فاسق فاجر لوگ مجاہدے ریاضتیں کر کے جو خرق عادات امور سر انجام دیتے ہیں یہ کرامات نہیں ہو سکتیں کیونکہ کرامت اللہ تعالی کے فضل سے حاصل ہوتی ہے اور یہ استدراج ہے یہاں کسب کا وہ مطلب نہیں ہے جو ہمارے اور سرفراز صاحب کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں کا علم کسبی ہے اور فلاں کا علم وہبی ہے تو کسبی علم جو ہے وہ فاسق فاجر اور کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں مثلاً بعض اوقات دیوبندی وہابی ذاتی محنت مشقت کر کے ظاہری عالم بن جاتے ہیں لیکن اللہ تعالی اپنے بزرگ اور نیک بندوں کو اپنے خصوصی فضل سے جو علم عطا فرماتے ہیں اس کو وہبی اور لدنی علم کہا جاتا ہے۔ جس طرح سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے۔

علمناہ من لدنا علما

ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو وہبی علم سے نوازا نیز اگر سرفراز صاحب کا عقیدہ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کے مطابق ہے تو پھر کیا وہ تسلیم کریں گے کہ استدراجات وغیرہ میں کافروں اور فاسقوں کے ارادے کو دخل ہوتا ہے۔ تو پھر کیا ان کو انبیاء اولیاء سے بغض ہے ان کے خوارق عادات امور میں ان کے ارادے اور اختیار کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا جوگی اور بھان متی کا تماشا دکھانے والے امور غیر عادیہ میں با اختیار ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام علیہم الرضوان جو اللہ تعالی

کے محبوب اور پیارے ہیں کیا وہ بے بس اور بے اختیار ہیں۔

عقل و دانش بباید گریست

نوٹ:

ہم نے جو سرفراز صاحب پر یہ اعتراض کیا ہے تو جو انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے مطلب سمجھا ہے اس کے مطابق کیا ہے ورنہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت کا مطلب ایسا ہے جو ہم نے عرض کیا ہے نہ کہ وہ ہے جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔

ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت کی وضاحت کیلئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت پیش کرتے ہیں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز علیہ الرحمۃ جب اجمیر شریف تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا تو وہاں رہنے والے ہندوؤں پر یہ بات بہت گراں گزری تو ایک ہندو جوگی نے آپ علیہ الرحمۃ کو نیچا دکھانے کیلئے اپنے کرتب کا مظاہرہ کرنا چاہا اور آکر آپ کے سامنے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا تو حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنی کھڑاؤں کو حکم فرمایا کہ اسے نیچے لے آؤ۔

آپ کا یہ حکم فرمانا ہی تھا کہ کھڑائیں اس جوگی کے سر پہ پڑنا شروع ہو گئیں اور وہ جوگی نیچے گر پڑا اور اس کے بعد آپ کی قدم بوسی کی اور اپنے کفر شرک سے توبہ کی اور حضرت خواجہ غریب نواز کے واسطے سے نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو چیز کسب سے حاصل ہو وہ بھان متی کا تماشا ہے جس طرح کہ وہ جوگی دکھا رہا تھا اور کرامت محض

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس طرح حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے اپنی کرامت کے ذریعے اسی استدراج کا تدارک فرمایا یہ جو ہم نے واقعہ بیان کیا ہے یہ انوار خواجہ صفحہ ۱۲۲ پر موجود ہے۔ اسی طرح ایک کتاب دلی کے بائیس ۲۲ خواجہ اس کے اندر بھی یہ واقعہ مرقوم ہے۔

مولوی سرفراز کا امام رازی کی عبارة میں تحریف معنوی کا ارتکاب:

مؤلف نور ھدایہ مولانا سید حسن الدین شاہ صاحب نے امام رازی کی کتاب المباحث المشرقیہ کا ایک حوالہ پیش کیا تھا ہم وہ اصل عربی عبارت دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام رازی ارشاد فرماتے ہیں۔

وخواص النبى كماذكرنا ثلث

ترجمہ:

انبیاء علیہ السلام کے خواص جس طرح کہ ہم نے ذکر کیے وہ تین ہیں۔ ان میں تیسرا خاصہ ذکر کرتے ہوئے امام رازی رحمت اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

وثلثها ان تكرن نفسه متصرفة فى مادة هذا العالم فيقلب العصاء ثعبانا والماء دما يبرئى الاكمه والابرص الى غير ذالك منْ المعجزات.

(المباحث المشرقیہ جلد دوم ص ۵۵۶)

ترجمہ:

نبی کا تیسرا خاصہ یہ ہے کہ ان کی ذات اس عالم کے مادہ میں متصرف ہو پس بدل دیں عصا کو سانپ سے اور پانی کو خون سے اور اندھے اور کوڑھی کو شفا

دیں۔ تو مولوی سرفراز صفدر صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ فلاسفہ اباسلہ کا باطل نظریہ ہے کہ نبی کی ذات کو اس عالم میں تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے عالم میں خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ امام رازی نے حکماء کے یہ عقائد بیان کر کے ان کی پرزور تردید کی ہے۔

ہم ناظرین سے گزارش کریں گے کہ وہ المباحث المشرقیہ کے مذکورہ صفحہ کا بھی مطالعہ فرمائیں بلکہ پوری دو جلدوں کا مطالعہ فرمالیں ان میں کہیں امام رازی کی طرف اس بات کی تردید نظر نہیں آئے گی۔

تو مولوی سرفراز صاحب نے امام رازی کی اس عبارت سے جان چھڑانے کیلئے ان کی طرف جھوٹی بات منسوب کر دی ہے نیز مولوی سرفراز کا یہ کہنا کہ امام رازی نے یہ فلاسفہ کا نظریہ بیان کیا ہے یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ امام رازی نے فرمایا۔

وخواص النبی کماذ کرنا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے خواص جس طرح ہم نے ذکر کئے تو کیا مولوی سرفراز صاحب امام رازی کو فلاسفہ اباسلہ میں سے سمجھتے ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں اتنے بڑے مفسر اور عالم کو شیطان قرار دینا کونسی ایمانداری ہے۔

مولوی سرفراز صاحب نے اس نظریہ کو جو قرآن کی صریح آیات سے ثابت تھا اس کو فلاسفہ کی طرف منسوب کر دیا۔

مثلاً اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شان قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے۔ فرمایا

وتبری الاکمہ والابرص باذنی

ترجمہ:

اور اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

فالقیٰ عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین

پ ۹

ترجمہ:

تب ڈالا اس نے اپنا عصا تو اس وقت ہوگیا اژدہا صریح۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت

پ ۱۵

ترجمہ:

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ ہم نے آپ کو فضل ورحمت سے قرآن عظیم دیا ہے اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں ہم پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات ان کے حال مناسب عنایت فرما چکے ہیں۔ وہ نو معجزات یہ تھے۔

یہ عصا، سنین، نقص ثمرات، طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم۔ تفسیر عثمانی صفحہ ۵۰۳۔

مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں اگر موسیٰ علیہ السلام ان چیزوں کے صادر کرنے میں بااختیار نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مقصد ہوگا کہ ہم نے

ان کو نو نشانیاں عطا فرمائیں۔

نیز مدرسہ دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوۃ ملتا ہے۔ بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں ہوتا ہے۔ بھی کبھی قبضہ نہیں ہوتا۔

(تحذیر الناس ص ۸)

اب مولوی سرفراز صاحب قرآن کریم کی اس آیت کو بھی دیکھیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزے عطا فرمائے۔ اور اپنے مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب کی عبارت کو بھی دیکھیں۔ پھر خود فیصلہ کریں کہ جو مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہو اس کو حکماء کی طرف منسوب کر دینا اور شیطانی نظریہ قرار دینا کونسی انسانیت ہے۔ اسی طرح سرفراز صاحب قرآن کریم کی اس آیت کی طرف بھی غور کریں۔

وقالوا مهما تاتنا به من اية لتسحرنا بها فما نحن لك بمومنين

پ ۹

ترجمہ:

اور کہنے لگے جو کچھ تو لائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے۔

دیوبندی شیخ الاسلام کی وضاحت:

یہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر نشانات دیکھ کر کہتے تھے خواہ کیسا ہی جادو آپ ہم پر چلائیں اور اپنے خیال کے موافق کتنے ہی نشان دکھائیں ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔

نوٹ:

شبیر احمد عثمانی کے اس حاشیہ سے ثابت ہوا کہ فرعونیوں کا نظریہ بھی یہی تھا کہ موسیٰ علیہ السلام معجزات دکھانے پر قادر ہیں۔

کیونکہ انہوں نے یہ کہا کہ آپ جو بھی معجزہ لے کر آئیں ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اس سے ثابت ہوا کہ معجزہ کے صادر کرنے میں موسیٰ علیہ السلام کا کسب اختیار موجود تھا۔

اب سرفراز صاحب اگر خدا کا فرمان تسلیم نہیں کرتے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے تو کم از کم اپنے ہم مشرب بھائیوں فرعونیوں کی بات مان لیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری شہادۃ:

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں پر دوسرا نقطہ بھی ہے کہ ہمارا مذہب کہ ارواح ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں جن میں انتہائی قوی بھی ہیں اور ضعیف وناتواں بھی اور ان میں نورانی بھی ہیں اور ظلمانی بھی ہیں کہ جب کسی نفس میں قوت قدسیہ بھی موجود ہو اور اس کا جوہر نورانی ہو اور طبیعت عالم بالا سے تعلق رکھنے والی ہو۔ اس کے ساتھ ہی مختلف عبادات وریاضات بھی اس کے ساتھ مل جائیں جو اس کے جمال وکمال والے چہرہ سے عالم کے گرد وغبار کو زائل کر دیں تو اس روح میں چمک دمک پیدا ہو جائے گی اور اسے عالم میں تصرف کی قدرۃ حاصل ہو جائے گی۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۸)

نوٹ:

ہم نے عربی عبارت نقل نہیں کی بلکہ اختصار کیلئے اردو ترجمہ پیش کرنے پر

اکتفاء کیا ہے۔ اور سرفراز صاحب امام رازی کی اس عبارت کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے کہ کیا انہوں نے یہ نظریہ بھی فلاسفہ اباسلہ کا بیان کیا ہے یا اپنا ذاتی نظریہ بیان کیا ہے نیز حضرت یہ بتلائیں کہ انہوں نے معجزہ اور کرامت کے اندر نبی ولی کے کسب اور ارادہ کو تسلیم کرنے والوں کو کوڑھ مغز اور بدباطن قرار دیا ہے کیا امام رازی کو بھی ان الفاظ کا مصداق قرار دیں گے۔

امام رازی کی تیسری شہادۃ:

حضرت امام رازی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب روح معرفت الٰہی اور محبت خداوندی سے مانوس ہوجائے اور اس بدن کی تدبیر وتکمیل میں اس کا استغراق کم ہوجائے اور اس پر ارواح مادیہ کا عکس پڑنے لگے تو اس کو اس عالم کے اجسام میں اسی طرح تصرف کی قدرۃ حاصل ہوجاتی ہے جس طرح ارواح فلکیہ کو تصرف کی قدرۃ حاصل ہوجاتی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۸)

امام رازی کی چوتھی شہادۃ:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ولی کی روح ملائکہ کے انوار سے منور ہوجاتا ہے تو ملائکہ کے ارواح کے مشاہد ہوجاتا ہے اس کو اتنی قدرت اور طاقت حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ ایسے امور پر قادر ہوجاتا ہے جس پر کوئی اور قادر نہیں ہوتا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۷)

امام رازی کی پانچویں شہادۃ:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں ان پانچوں کلمات یعنی نازعات، ناشطات، سابحات اور سابقات اور مدبرات کی تفسیر میں تیسری صورت یہ ہے کہ ان سے مراد

ارواح انسانی ہیں ان عالی مرتبت سے بعید نہیں کہ ان میں ایسے ارواح بھی ہوں جو اپنے شرف وقوت کے لحاظ سے اس جہان کے احوال میں اثر انداز ہوں۔ اور مدبرات امر کے مرتبہ پر فائز ہوں جیسے کبھی شاگرد کو مشکل پیش آتی ہے تو خواب میں استاد اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔

کبھی باپ فوت ہونے کے بعد بیٹے کو مدفون خزائن کی خبر دیتا ہے۔ حضرت امام رازی آخر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معنی اگرچہ مفسرین سے مدور نہیں مگر الفاظ قرآنیہ میں ان کا احتمال قوی موجود ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۳۱۸)

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز صاحب انبیاء علیہم السلام کو متصرف ماننے پر تیار نہیں ہیں اور اس نظریہ کو شیاطین کا نظریہ قرار دیتے ہیں اور امام رازی کا بھی یہی نظریہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے متصرف ہونے کے قائل نہیں ہیں حالانکہ امام رازی رحمت اللہ علیہ اولیاء کو متصرف تسلیم کر رہے ہیں۔

اب مولوی سرفراز صاحب اور امام رازی کے نظریہ میں زمین وآسمان کا فرق ثابت ہوگیا۔ اس لئے سرفراز صاحب کو چاہیے اگر واقعی وہ امام رازی کے معتقد ہیں تو پھر ہماری پیش کردہ عبارات کو انہیں تسلیم کر لینا چاہیے۔

امام رازی کی چھٹی شہادۃ:

حضرت امام رحمت اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں پس مدبرات امر اس طرف اشارہ ہے کہ بشریت کا آخری مرتبہ ملکیت کے پہلے مرتبہ سے متصل ہے۔

پس جب ارواح بشریہ اپنے مراتب کی آخری حد یعنی مراتب سبقت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو عالم ملائکہ سے مل جاتے ہیں اور یہی مراد ہے فائد

برات امرا ہے۔

وجہ استدلال:

تو مولوی سرفراز صاحب کو چاہیے کہ امام رازی کی ان تمام پیش کردہ عبارات پر غور کریں اور اپنے اس فاسد نظریہ سے توبہ کریں کہ انبیاء اولیاء کو کائنات میں متصرف سمجھنا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ ضمناً ہم یہاں دیوبندیوں وہابیوں کے مسلمہ پیشوا ابن قیم کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

ابن قیم کی شہادۃ:

ابن قیم اپنی کتاب روح میں لکھتے ہیں پس وہ روح جو کہ بدن کی قید اور اس کے لوازمات اور موانعات سے آزاد ہوجاتی ہے اسے تصرف اور تسلط کی صلاحیت واستعداد حاصل ہوجاتی ہے جو کہ حقیر وذلیل اور بدن کی قید و بند اور اس کے لوازمات اور موانعات میں محبوس اور مقید روح کو حاصل نہیں ہوتی پس جب بدن کو قید میں مقید ہوتے ہوئے روح کا یہ حال اور شان ہے اس وقت اس کا حال اور شان کیا ہوگا جب وہ بدن کی قید و بند سے رہائی اور خلاصی پائے۔

ابن قیم مزید لکھتے ہیں کہ بنی آدم کی مختلف جماعتوں سے تواتر کے ساتھ یہ شاہدہ ثابت ہے کہ فوت شدہ حضرات کی ارواح سے ایسے اعمال وافعال صادر ہوئے جن پر وہ ظاہری حیات کی حالت میں اور روحوں کے بدنوں سے متعلق ہوتے ہوئے قادر نہیں تھے۔

مثلاً عظیم لشکروں کو ایک یا دو یا قلیل ترین جماعت نے شکستِ فاش سے دوچار کردیا۔ اور کتنی دفعہ حالتِ نید میں رسول گرامی علیہ دیکھے گئے۔ جبکہ آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی تھے۔ ان افرادک ارواح قدسیہ نے کفار

ومشرکین کے لشکروں کو شکست مناش سے دو چار کردیا۔ باوجود اس کے وہ تعداد میں کثیر اور سازو سامان سے پوری طرح لیس ہوتے تھے جبکہ اہل اسلام تعداد میں بہت کم ہوتے اور سازو سامان کے لحاظ سے کمزور اور ناتواں ہوتے۔

نوٹ:

ہم نے اختصار کی خاطر ابن قیم کی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے یہ عبارت کتاب روح کے صفحہ ۱۶۴ اور ۱۶۵ پر موجود ہے۔

مولوی سرفراز صاحب کا امام رازی کی عبارت سے غلط استدلال:

حضرت امام رازی کی عبارت شبلی نعمانی کی کتاب الکلام سے نقل کی ہے کہ امام رازی ارشاد فرماتے ہیں کہ قوت نظری اور عملی میں کامل ہونا انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے وہ قوت نظری اور عمل کی وجہ سے ناقصوں کو کامل کرسکتا ہے۔ لیکن اس قدرت سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ معجزات کے صادر کرنے پر بھی قادر ہوں۔

مولوی سرفراز صاحب کے استدلال کا جواب:

مولوی سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً نبوت میں اور خوارق عادت امور صادر کرنے میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ اس سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ وہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کی قدرت تسلیم نہیں کرتے۔

اس طرح دیوبندی حضرات کے نزدیک الوہیت میں امید صدق میں عقلاً کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا نظریہ ہے کہ اللہ رب العزت کا جھوٹ بولنا عقلاً ممکن ہے۔ لیکن عادۃً وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے صدق کو مزدوی جانتے ہیں۔ پھر ان کے

نظریہ کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو صادق نہیں مانتے۔

امام رازی کا بھی یہی مقصد ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ خرق عادت امر کو پیدا نہ کرے تو بذات خود انبیاء علیہم السلام اس پر قادر نہیں ہیں۔ لہذا جب اللہ رب العزت چاہتے ہیں تو اپنے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کیلئے معجزہ کو ان کے ہاتھ پر ظاہر کر دیتے ہیں۔

جس طرح امام غزالی کا ارشاد ہم پچھلے اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے امور خارقہ للعادات صادر ہوتے ہیں۔

جس طرح ہمیں ایک صفت حاصل ہے جس کی وجہ سے ہم سے امور عادیہ صادر ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہماری قدرت اور وہ امر عادی محض اللہ تعالیٰ کی خلق سے ہیں۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے خارق عادات امور بھی اور ان پر قدرت بھی محض اللہ کی خلق سے ہے۔ یعنی جس طرح ہمارے افعال عادیہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس طرح معجزات اور کرامات کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

خود مولوی سرفراز صاحب نے بخاری شریف سے ایک عبارت نقل کی ہے کہ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو معجزہ عطا کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

تو اگر امام رازی کی اس عبارت کا کہ اصالۃ نبوت کیلئے معجزہ شرط نہیں ہے یہ مطلب لیا جائے کہ نبی معجزہ کے بغیر مبعوث ہوتے ہیں تو پھر اس حدیث پاک کا کیا مطلب ہوگا۔

نیز امام رازی کی دوسری عبارات جو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں ان کا کیا

مطلب ہوگا۔ لہذا سرفراز صاحب کو چاہیے کہ امام رازی کی المباحث المشرقیہ کی عبارت کا وہ مطلب بیان نہ کریں جس پر وہ خود بھی راضی نہ ہوں تا کہ توجیہ الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ لازم نہ آئے۔

مولوی سرفراز صاحب نے امام رازی کی عبارت کہ انبیاء علیہم السلام کائنات میں متصرف ہوتے ہیں کا جواب دیتے ہوئے ابن خلدون کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ حکماء کا نظریہ ہے کہ نبی اپنے نفس کے خواص کی تاثیر سے اکوان میں تصرف کرتے ہیں چونکہ ان حکماء کا نظریہ یہ بھی تھا کہ اللہ رب العزت فاعل بالایجاب ہیں۔ تو اللہ رب العزت خرق عادت فعل نبی کے ہاتھ پر پیدا کرتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کا دخل نہیں ہوتا۔

حالانکہ اہل سنت کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ انبیاء معجزات میں کسب اور اختیار کے مالک بھی ہوں اور اللہ رب العزت ان معجزات کے پیدا کرنے میں مجبور محض ہو۔ بلکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ معجزات کے صادر کرنے میں انبیاء اس طرح بااختیار ہیں جس طرح ہم اپنے افعال عادیہ کے صادر کرنے میں بااختیار ہیں۔ اگر ہم اپنے کسی فعل کو بجالانا چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا نہ کرے وہ فعل وقوع پذیر نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کسی خرق عادت امر کا ارادہ فرمائیں لیکن اللہ رب العزت اس فعل کو پیدا نہ فرمائے تو وہ فعل وقوع پذیر نہیں ہوسکتا۔ لہذا حکماء کا نظریہ اور اہل سنت کا نظریہ آپس میں متضاد ہیں۔

خود مولوی سرفراز صاحب نے ابن خلدون کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ جہاں اور اکوان میں اولیاء کرام مختلف قسم کی کرامات سے تصرف کرتے ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۶۱)

اسی مقدمہ کے اندر علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ کبھی بعض صوفیاء کرام اور

اصحاب کرامات سے احوال عالم میں تاثیر دیکھنے میں آتی ہے اور جادو کی قسم سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ان اولیاء اللہ پر محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہوتا ہے اور اس کی مدد سے یہ امران کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا طریقہ اور نسبت آثار نبوت اور اس کے توابع سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایمان کی قوت اور حال اور تمسک بکلمۃ اللہ میں ان کا رتبہ اور درجہ ہوتا ہے۔

(مقدمہ ص ۵۰۲)

تو مولوی سرفراز صاحب نے جو ابن خلدون کی عبارت پیش کی تھی اور اس کا یہ مطلب لیا تھا کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا ان کا یہ مطلب لینا اسلئے لغو اور باطل ہے کہ یہ مطلب خود ابن خلدون کی کثیر عبارات کے خلاف ہے۔

اس طرح مولوی سرفراز صاحب نے ان کی ایک اور عبارت مقدمہ کے صفحہ ۹۳ سے نقل کی ہے کہ انبیاء کی علامات میں سے خوارق عادات کا وقوع بھی ہے جو ان کی صداقت پر شہادۃ دیتے ہیں اور وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان عاجز ہیں۔

سرفرازی استدلال کا رد:

ابن خلدون کی اصل عبارت یہ تھی کہ معجزات ایسے افعال ہوتے ہیں کہ باقی انسان ان کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتے تو اس عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا معارضہ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ معجزات پر انبیاء کو بھی قدرت نہیں ہوتی نیز ابن خلدون کی عبارت میں یہ الفاظ بھی نہیں کہ

متکلمین کہتے ہیں کہ چونکہ فاعل مختار اللہ تعالیٰ ہے اس لئے معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں نبی کے فعل سے واقع نہیں ہوتے اگرچہ بندوں کے افعال معتزلہ کے نزدیک ان کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں لیکن معجزہ کے بارے میں معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ان کے صدور میں نبی کے فعل کا دخل نہیں ہوتا بلکہ نبی صرف چیلنج کرتا ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ متکلمین کا نظریہ یہی ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کی خلق سے پیدا ہوتے ہیں۔

جس طرح ابن خلدون نے کہا کہ بندوں کے افعال معتزلہ کے نزدیک ان کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ معتزلہ افعال کے صدور میں بندے کی قدرت بطور خلق مانتے ہیں۔ تو جب معتزلہ نے یہ کہا کہ نبی کو معجزہ کے صدور میں قدرت حاصل نہیں تو اس سے مراد یہی ہوگا کہ ان کو قدرت بطور خلق حاصل نہیں۔ کیونکہ وہ نبی کے افعال میں اور عام بندوں کے افعال میں فرق کر رہے ہیں کہ عام بندے اپنے افعال کے خود خالق ہوتے ہیں۔

بخلاف انبیاء علیہم السلام کے وہ معجزات کے خود خالق نہیں ہوتے بلکہ ان کا کام صرف چیلنج کرنا ہوتا ہے اور چیلنج کرنا تب ہی منظور ہوسکتا ہے کہ جب معجزہ ان کے ارادہ سے صادر ہو۔

جیسا کہ علامہ پرہاروی نبراس باب الکرامات میں فرماتے ہیں۔

التحدی لایمکن بدون القصد

تو جب متکلمین نے تسلیم کرلیا کہ معجزہ کے اندر انبیاء کی طرف سے تحدی پائی جاتی ہے کہ وہ ان کے واقع ہونے سے پہلے اپنے دعوی کے صدق پر اس سے استدلال کرتے ہیں اور جب معجزہ واقع ہو جاتا ہے تو گویا خدا کی طرف سے صریح قول صادر

ہوجاتا ہے کہ نبی سچا ہے۔ اس بات کو امام المتکلمین میر سید جرجانی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ نفس حرکت ہی معجزہ ہے اس لئے کہ وہ خارق عادت فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اگرچہ وہ نبی اللہ کے مقدور بھی ہے اور یہی بات صحیح ہے۔

(شرح مواقف ص ۶۶۶)

تو مولوی سرفراز صاحب بدحواسی میں ابن خلدون کی وہ عبارت نقل کر گئے جس سے اہل سنت کی تائید ہورہی تھی۔ ان کو چاہیے تھا کہ ابن خلدون کی عبارت کو سمجھنے کیلئے شرح مواقف کی اس عبارت کا مطالعہ کرتے تاکہ نہ خود غلط فہمی میں پڑتے اور نہ ہی دوسروں کو غلط فہمی میں ڈالنے کا موجب بنتے۔

نیز سرفراز صاحب نے ابن خلدون کی جو یہ عبارت نقل کی تھی۔

وهی افعال یعجز البشر عن مثلها فسمیت بذلك معجزة لیست من جنس مقدور العباد وانما تقع فی غیر محل قوتهم.

ترجمہ:

اور معجزہ وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان عاجز ہیں اور یہ افعال ان افعال کی جنس سے نہیں ہیں جن پر بندوں کو قدرت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ افعال بندوں کے محل قدرت سے بالکل باہر ہوتے ہیں۔

تو مولوی سرفراز صاحب نے اس عبارت کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے افعال سے جوڑ دیا ہے جو بطور خرق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس عبارت کا تعلق باقی لوگوں کی قدرت کی نفی کے ساتھ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات جیسا فعل دوسرے لوگوں کی قدرت سے خارج ہے۔

جس طرح کہ میر سید شریف فرماتے ہیں کہ نبی کا قادر ہونا درانحالیکہ دوسرے

لوگ اس پر عادۃً قادر نہیں ہو سکتے یہ بھی معجزہ ہے۔

تو ابن خلدون کی اس عبارت کی وضاحت علامہ میر سید شریف جرجانی کے اس قول سے ہورہی ہے۔

لہذا مولوی سرفراز کو چاہیے کہ علامہ سید شریف جرجانی کی اس عبارت کو بغور پڑھے اور ابن خلدون کی عبارت کو اس عبارت کے ساتھ ملا کر سمجھنے کی کوشش کرے۔ اور ابن خلدون کی عبارت کے ذریعہ امام رازی کی المباحث المشرقیہ کی عبارت کا جواب دینے سے باز رہے۔

مرا د ما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم ورفتیم

المباحث المشرقیہ کی عبارت کی تائید شرح عقائد کی عبارت سے:

حضرت علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ معتزلہ کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے پر اور اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے پر قادر تھے لیکن ملائکہ ان امور میں اور دیگر خوارق عادات امور میں ان سے زیادہ قدرتوں کے مالک ہیں لیکن اس کمال کی وجہ سے اور زیادہ قدرت کی وجہ سے ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ جس افضلیت میں اختلاف ہے وہ کثرت ثواب کے اعتبار سے ہے اور امور خارقہ للعادات میں زیادہ قدرتوں کا مالک ہوجانا کثرت ثواب میں افضلیت کو مستلزم نہیں۔

وجہ استدلال:

حضرت علامہ تفتازانی کی اس عبارت میں اس امر کا وافر ثبوت موجود ہے کہ علماء کرام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کائنات میں متصرف ہیں تو مولوی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ یہ نظریہ فلاسفہ کا ہے شرح عقائد کی اس عبارت کی رو سے مردود ہے نیز یہ عبارت صرف شرح عقائد کے اندر ہی موجود نہیں بلکہ شرح مواقف۔ شرح مقاصد۔ مسامرہ۔ اور کتب تفاسیر میں سے امام ماتریدی۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں بھی موجود ہے نیز کتب تفاسیر کے حوالجات گذشتہ اوراق میں مرقوم ہو چکے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کا علماء متکلمین اور امام رازی کو شیطان کہنا العیاذ باللہ:

جب مولوی سرفراز صاحب نے یہ کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کائنات میں متصرف ماننا فلاسفہ اہالسہ کا نظریہ ہے لیکن تحقیق کی رو سے ثابت گیا کہ علماء متکلمین کا نظریہ بھی یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کائنات میں متصرف ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ حکماء انبیاء علیہم السلام کو اس طرح متصرف مانتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا فاعل بالایجاب ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے چیزیں اس طرح صادر ہورہی ہیں کہ جس طرح سورج سے شعاعیں اور وہ کہتے ہیں کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے پیدا کرنے کے اندر اختیار حاصل نہیں جبکہ علماء کرام کا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح ہمارے افعال عادیہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس طرح معجزات وکرامات کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی

ہے ہم امور عادیہ کا قصد کریں اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام امور غیر عادیہ کا قصد کریں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فعل کی خلق نہ پائی جائے تو صرف ہمارے ارادے سے یا انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے وہ فعل خارج موجود ومحقق نہیں ہوسکتا۔

مولوی سرفراز صاحب نے مطلقاً کائنات میں متصرف ہونے والے نظریہ کو حکما کی طرف منسوب کردیا ہے اور اس نظریہ کو ابلیسی نظریہ قرار دے دیا حالانکہ یہ نظریہ تو عقائد اسلامیہ کی کتب کے اندر مصرح ہے تو سرفراز صاحب نے یہ الفاظ استعمال کر کے تمام بزرگان دین کو بالعموم اور امام رازی علیہ الرحمۃ الرحمان کو بالخصوص شیطان قرار دیا ہے سرفراز صاحب کو چاہیے کہ ایسی عبارات سے توبہ کریں اور بزرگان دین کی شان میں ایسے توہین آمیز کلمات بولنے سے اجتناب کریں اور اپنی زبان کو لگام دیں۔

نوٹ:

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر علماء میں سے شمار کیا ہے اور مولوی سرفراز صاحب نے ان کو شیطان قرار دیا ہے تو سرفراز صاحب اس حدیث قدسی کے مصداق بن گئے۔

من عادیٰ لی ولیا فقد اذفتہ بالحراب

(بخاری شریف)

مولوی سرفراز کا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

سرفراز صاحب نے شفا شریف سے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت

نقل کی ہم پہلے اس عبارت کو نقل کریں گے پھر اس عبارت کا صحیح مطلب بیان کریں گے۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ جو خارق عادت چیز انبیاء کرام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے اس کو اس لئے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس جیسے کام کو بجالانے سے عاجز ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ معجزہ خالص اللہ تعالی کا فعل ہے جو نبی کی صداقت پہ واضح دلیل ہے جیسے مردوں کا زندہ کرنا لاٹھی کو سانپ بنا دینا۔ پتھر سے اونٹنی نکالنا اور درخت کا کلام کرنا اور پانی کا انگلیوں سے اگلنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ کے بغیر کسی اور سے ان کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں ہے بلکہ اللہ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام نے مکذبین کو چیلنج کر کے ان کو اس فعل کے صادر کرنے سے عاجز کر دیا۔

(شفاء شریف ص ۱۲۲)

مولوی سرفراز کی پیش کردہ عبارت کا صحیح مطلب:

مولوی سرفراز صاحب کی پیش کردہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ معجزہ میں خلق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اللہ تعالی کے علاوہ معجزہ کے پیدا کرنے پر کوئی قادر نہیں ہے سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے۔

مما لا یمکن ان یفعل احد الا اللہ

اس عبارت میں فعل سے مراد خلق والا معنی ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں امام غزالی علامہ زرقانی حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات پیش کی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ کے فعل سے ہوتے ہیں جس طرح یہاں فعل سے مراد خلق والا معنی ہے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت

لایمکن ان یفعل احد الا اللہ

یہاں بھی فعل سے مراد خلق والا معنی ہے امام غزالی کی اصل عبارت ہم قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس وجہ سے امور خارقہ للعادات سے صادر ہوتے ہیں جس طرح ہمارے اندر ایک صفت موجود ہے جس کی وجہ سے امور عادیہ ہم سے صادر ہوتے ہیں اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ کے فعل سے ہیں ارشاد فرمایا۔

ان کانت القدرۃ و المقدور جمیعا من فعل اللہ تعالی

تو کیا مولوی سرفراز صاحب امام غزالی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کے اندر واقع لفظ فعل سے مراد کسب والا معنی لیں گے تو اگر وہ کسب والا معنی مراد لیں تو علامہ زرقانی امام غزالی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی ان عبارات کا معنی یہ بنے گا کہ امور عادیہ کے اندر بھی بندے کے فعل کو اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ امور عادیہ کا کاسب بھی اللہ تعالی ہے حالانکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ افعال عادیہ میں کسب عباد کی جانب سے ہے اور خلق اللہ تعالی کی جانب سے ہے تو سرفراز صاحب کی اس تقریر سے یہ لازم آئے گا کہ افعال عادیہ کے اندر بھی بندوں کے کسب کو دخل نہ ہو تو یہ کھلم کھلا عقائد اہل سنت سے انحراف ہے

نیز شفاء شریف کی عبارت جو سرفراز صاحب کیلئے قابل غور ہے کہ معجزہ کے اندر نبی کریم علیہ السلام کا چیلنج ہوتا ہے اور اپنے اس چیلنج کی وجہ سے مکذبین کو اس جیسا فعل صادر کرنے سے عاجز کر دیتے ہیں اگر بقول مولوی سرفراز کے معجزہ کے صدور میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل ہی نہیں ہوتا تو پھر ان کی اس عبارت کا کیا مطلب بنے گا کہ نبی کے چیلنج کی وجہ سے مکذبین اس جیسا فعل صادر نہیں کر سکتے علامہ پرھاروی نبراس میں فرماتے ہیں کہ نبی کا چیلنج کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ

معجزہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ نیز اگر سرفراز صاحب قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کو مانتے ہیں تو اسی شفاء شریف کے صفحہ ۱۵۰ پر حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے معجزات میں سے یہ بات بھی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ماضی کی خبریں بھی دیں اور مستقبل کی خبریں بھی دیں اور وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کے بارے میں احادیث اتنی زیادہ ہیں گویا کہ وہ سمندر کی مانند ہیں جن کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

والاحادیث فی هذا الباب بحر لایدرك قعره ولا ینزف غمره

تو کیا سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں گے کہ سرکار علیہ السلام نے جو علم غیب کی خبریں دیں اس میں سرکار علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا وہ بغیر ارادے کے سرکار علیہ السلام کے منہ سے نکلتی رہتی تھیں کیا ہم جو کسی کو خبر دیتے ہیں وہ اپنے ارادے سے دیتے ہیں یا بغیر ارادے اور اختیار کے؟ جب ہم کوئی خبر دینے میں اختیار ہیں تو نبی کریم علیہ السلام غیب کی خبر میں دینے میں بے اختیار کیسے ہوں گے نیز نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد فرمانا کہ جو چاہو پوچھو اور آج سے لے کر قیامت تک جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں بتاؤں گا یہ سرکار علیہ السلام کے الفاظ مبارکہ اس بات کی اول دلیل ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام غیب کی خبریں دینے میں بااختیار ہیں اور قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی اس معاملے میں عبارت ہم پیش کر چکے ہیں کہ سرکار علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور ہم سرکار علیہ السلام کا اپنا فرمان ذیشان پیش کر چکے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھو تو یہ الفاظ مبارکہ اس امر پر قطعی الدلالت ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا اخبار غیب والا معجزہ آپ کے ارادے سے صادر ہوا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور شہادت:

حضرت اپنی مشہور عالم کتاب اکمال المعلم فی شرح صحیح المسلم میں ارشاد فرماتے ہیں

ان الکرامات تاتی باختیار هم وطلبهم خلاف مقالة من قال انها لاتقع باختیار هم وطلبهم.

ترجمہ:

کرامات اولیاء کرام کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی بخلاف ان لوگوں کے قول کے جو کہتے ہیں کہ کرامات ان کے ارادے اور اختیار سے صادر نہیں ہوتیں۔ (اکمال المعلم بفوائد المسلم جلد ۸ ص ۱۲)

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز صاحب صفدر فاضل دیوبند نے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے خواہ مخواہ یہ مطلت کشید کرنے کی کوشش کی کہ معجزات کے صدور میں انبیاء کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا لیکن اس کے برعکس ہم نے حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی شرح مسلم کی صریح عبارت پیش کی جس میں انہوں نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ کرامات اولیاء ان کے اختیار اور ان کی خواہش کے ساتھ صادر ہوتی ہیں چونکہ قائل بالفصل کوئی نہیں جو معجزات اختیار سے صادر ہونے کے منکر ہیں وہ کرامات کے بھی اختیاری صدور کے منکر ہیں اور جو کرامات کے اختیاری صدور کے قائل ہیں وہ معجزات کے بھی اختیاری صدور کے قائل ہیں۔

لہذا جب کرامات کا اختیار سے صادر ہونا حضرت قاضی عیاض کے قول

مبارک سے ثابت ہو گیا تو پھر معجزہ کو اختیار سے صادر ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔

مولوی سرفراز صاحب کو چاہیے تھا کہ راہ ہدایت کو تصنیف کرتے وقت حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ کی شرح مسلم کا مطالعہ فرما لیتے تاکہ ان کو یہ ٹھوکریں نہ لگتیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے سامنے آجانے کے بعد اہل سنت یہ کہتے ہیں حق بجانب ہیں۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مولوی سرفراز صاحب نے قاضی عیاض صاحب علیہ الرحمۃ پر جو الزام لگایا تھا ان کی شرح صحیح مسلم کی عبارت ان کے اس عائد کردہ الزام کا کافی اور شافی جواب ہے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ بزرگان دین پر اس طرح کے الزام لگانے باز رہیں اور اگر باز نہ آئے تو پھر ان کا یہی انجام ہوگا جو ابھی الزام عائد کرنے کی وجہ سے ہوا۔

ویسے تو خان صاحب یہ دعوی کرتے ہیں کہ میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہوں تو کیا حضرت کی نظر سے حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی شرح مسلم کی یہ عبارت نہیں گزری تھی۔

خان صاحب کو چاہیے کہ بجائے زیادہ کتابوں کے مطالعہ کے کم کتابوں کا مطالعہ کریں لیکن تعمق کے ساتھ کیا کریں تاکہ یہ رسوائیاں ان کا مقدر نہ بن جائیں جو عدم تعمق کی وجہ سے بن جاتی ہیں۔

یہ مسائل ہیں یہاں ژرف نگاہی ہے درکار
یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی مومنانہ فراست:

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا یہ جملہ کہ کرامات ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی ہیں بخلاف ان لوگوں کے قول کے جو کہتے ہیں کہ کرامت بغیر ارادے کے صادر ہوتی ہیں یہ جملہ خان صاحب کے لئے تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حضرت اس امر پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں کہ کرامت صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ولی کو اس کے صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں ہے محسوس یہی ہوتا ہے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی مومنانہ فراست سے جانتے تھے کہ چودھویں صدی کے اندر ایک ایسی ذات شریفہ پیدا ہو جائے گی جو ہمارا نام لے کر خلق خدا کو دھوکہ دے گی۔

اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے گی کہ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا بھی یہی نظریہ تھا کہ معجزے کرامات میں انبیاء اولیاء کے ارادے کو کوئی دخل نہیں ہوتا اسلئے حضرت نے یہ واشگاف جملہ ارشاد فرمایا کہ بخلاف ان لوگوں کے قول کے جو کہتے ہیں کہ کرامات کے اندر اولیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔

خان صاحب سے ایک سوال:

خان صاحب اپنی اس کتاب راہ ہدایت کرامت کو اختیاری ماننے والے حضرات کو بد باطن بلکہ کافر بھی قرار دیا ہے جیسا کہ راہ ہدایت کے صفحہ چالیس پر اس امر کی صراحت موجود ہے تو کیا حضرت قاضی عیاض علیہ کو خان صاحب بد باطن اور کافر قرار دیں گے اگر معاذ اللہ تعالیٰ ان کا یہی نظریہ ہے تو پھر ان کے اقوال اور عبارات سے اہل سنت کے خلاف استدلال کیوں کرتے ہیں اور اگر قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا ان کے نزدیک یہی رتبہ ہے تو پھر ان کو رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ الفاظ سے کیوں یاد کرتے ہیں اگر بریلوی حضرات جیسا نظریہ رکھنے باوجود وہ ان دعائیہ کلمات

کے مستحق ہو سکتے ہیں تو پھر بریلوی حضرات اسی نظریہ کی وجہ سے کافر اور بد باطن کیسے بن گئے۔

مالکم لاتنطقون

حضرت پہ یہ آیت کریمہ منطبق ہوتی ہے تلک اذا قسمۃ ضیزی

مولوی سرفراز صاحب کا شرح شفا کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب فتح الصفاء شرح شفاء شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ متکلمین کہتے ہیں کہ معجزہ کیلئے خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے۔ اور انسان کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب کی اس پیش کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ کے اندر عام انسان کی قدرت کا دخل نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ہم شرح مواقف اور احیاء العلوم کی عبارات پیش کر چکے ہیں کہ معجزہ کے معارضہ پر انبیاء علیہم السلام کے مخالفین قادر نہیں ہوتے یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ پر انبیاء علیہم السلام کو بطور خلق قدرت حاصل نہیں ہوتی یا پھر معجزہ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جس طرح قرآن پاک اور باقی کتب سماویہ کیونکہ یہ ایسے معجزات ہیں جن پر قدرت کے رکھنے کے وہل سنت بھی قائل نہیں اہل سنت کا نظریہ بھی یہی ہے کہ قرآن پاک اور دیگر آسمانی کتابیں اگرچہ معجزات میں داخل ہیں لیکن یہ ایسے معجزات ہیں جو مقدور انبیاء نہیں ہیں نیز سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ متکلمین کے نزدیک معجزہ مقدور انبیاء نہیں ہوتا کیوں کہ گذشتہ اوراق میں ہم شرح عقائد نسفی شرح مواقف۔ احیا العلوم نبراس، شرح مقاصد، تکمیل الایمان اور اس کے علاوہ تفسیر ماتریدی تفسیر کبیر وغیرہ کے

حوالجات سے ثابت کر چکے ہیں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے قصد اور ارادہ سے صادر ہوتا ہے تو پھر سرفراز صاحب ان متکلمین کے ذمہ یہ بات کیوں لگاتے ہیں کہ وہ معجزہ کو مقدور انبیاء نہیں مانتے لہذا اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا نہ کہ وہ جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے تو سرفراز صاحب کو توبہ کرنی چاہیے کہیں وہ اس آیت کے مصداق نہ بن جائیں

انما یفتری الکذب الذین لایومنون

خان صاحب کا امام غزالی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کی احیاء العلوم سے ایک عبارت نقل کہ ہم اختصار کی خاطر اس عبارت کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں معجزہ انبیاء کی صداقت بایں طور پر دلالت کرتا جبکہ اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ تعالی کا فعل ہوگا اور جب یہ نبی ﷺ کی تحدی سے مقرون ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا اللہ تعالی نے تصدیق کر دی تو دعوی نبوت ورسالت میں سچا ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب کی پیش کردہ اس عبارت سے قطعا کہ ثابت نہیں ہوتا کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے کے بغیر صادر ہوتے امام غزالی نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جب اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو پھر صرف اللہ تعالی کا فعل ہوگا تو اس عبارت میں تمام انسانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف انبیاء

علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں کیونکہ اس کے بعد امام غزالی کی عبارت کا اگلا جملہ یہ ہے کہ معجزہ نبی کی تحدی سے مقرون ہوتا ہے تو سرفراز صاحب کو اس جملہ پر غور کرنا چاہیے تھا کہ تحدی سے مقرون ہونا تبھی متصور ہوسکتا ہے جب معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہو جیسا کہ علامہ پرہاروی نے نبراس میں ارشاد فرمایا۔

التحدی لایمکن بدون القصد

کہ چیلنج کرنا بغیر ارادے کے ممکن نہیں یعنی جب تک معجزے کے صدور میں نبی کے ارادے کو دخل نہ ہو تو چیلنج متصور نہیں ہوسکتا۔ (النبراس باب الکرامات)

نیز امام غزالی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت ہم گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں اب خان صاحب کی توجہ کیلئے دوبارہ نقل کر رہے ہیں کہ شاید سرفراز صاحب کو ہدایت حاصل ہو جائے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے خارق للعادات امور ان سے صادر ہوتے ہیں جس طرح ہم سے افعال عادیہ صادر ہیں۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۹۰)

خان صاحب کا امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے ثبوت پر واضح ترین دلیل صرف معجزات ہیں اور معجزہ وہ فعل ہے جس کو خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کے دعوی نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے پیدا فرمائے۔ (الیواقیت والجواہر جلد اول ص ۱۵۸)

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب نے یہ جو عبارت پیش کی ہے اس کا ان کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے کیوں کہ اہل سنت نے کب کہا ہے کہ معجزہ والے فعل کو اللہ رب العزت پیدا نہیں فرماتے بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ ہوں سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

واللہ خلقکم وما تعملون

نیز امام شعرانی کی اسی کتاب الیواقیت والجواہر کا ایک حوالہ ہم گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ کامل ولی وہ ہوتا ہے جو کرامت کے صادر کرنے پر قادر ہو پتہ نہیں حضرت کی عقابی نگاہوں سے وہ عبارت کیوں مخفی رہ گئی نیز اگر حضرت امام شعرانی کے اتنے ہی عقیدت مند ہیں جس کا وہ تاثر دے رہے ہیں ہم انہیں کی ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وکان ﷺ یقطع الاراضی قبل فتحہا لان اللہ ملکہ الارض کلہا ولہ ان یقطع ارض الجنۃ من باب اولی ﷺ. (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۵۰)

ترجمہ:

حضور علیہ السلام زمین کو فتح ہونے سے پہلے جس کے نام چاہتے الاٹ کردیتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ساری زمین کا مالک بنا دیا تھا اور حضور کو بطریق اولی یہ اختیار حاصل ہے کہ جنت کی زمین جس کو چاہیں عطا کردیں۔

یہی عبارت خصائص کبری للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ پر بھی موجود ہے نیز مواہب

لدنیہ اور زرقانی کے اندر بھی موجود ہے۔ اور ان تمام حضرات نے یہ عبارت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل فرمائی ہے۔ حضرت علامہ مناوی نے فیض القدیر میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے۔

نیز شاہ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ نے بھی مدارج النبوۃ میں امام غزالی علیہ الرحمۃ سے یہ عبارت نقل فرمائی ان اکابر کی انہی عبارات کی وجہ سے ہمارے امام امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا۔

زمین وزماں تمہارے لئے
مکین ومکاں تمہارے لئے
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

نوٹ:

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ جلد پانچ ص دوسو بیالیس نیز زرقانی جلد پانچ ص دوسو بیالیس پر مذکورہ بالا عبارت نقل فرمائی ہے۔

خان صاحب کا امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی ایک اور عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب الیواقیت والجواہر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عاجز کرنے والا درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کیوں کہ وہی عجز وقدرت کا خالق ہے باقی رہا خارق عادت فعل کو معجزہ کہنا تو یہ بطور مجاز کے ہے حقیقتاً یہ فعل معجز نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے بجلی گرتی ہوئی دیکھے اور یہ

کیسے کہ خدا کی قدرت کو دیکھو حالانکہ وہ بجلی خدا کی قدرت نہیں بلکہ اس کی قدرت کا ایک اثر ہے۔

اور یہ اس لئے کہ درحقیقت عجز اس چیز سے ہوتا ہے جو قدرت کے تحت ہو اور مثلاً مردے کا زندہ کرنا تو بشر کی قدرت میں داخل ہی نہیں حتی کہ یہ کہا جائے کہ فلاں احیاء موتی سے عاجز ہوگیا ہے۔ (الیواقیت جلد اول ص ۱۴۰ یا ۱۶۰)

سرفرازی استدلال کا جواب:

خان صاحب کا اس عبارت سے استدلال کرنا لغو اور باطل ہے کیونکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں بے اختیار ہیں لیکن اس عبارت، کی ان کے دعوے پر کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ حضرت امام شعرانی فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ معجزہ کے اندر اصل عاجز کرنے والا اللہ رب العزت چونکہ معجزہ اللہ رب العزت کی اس عاجز کرنے والی قدرت پر دلیل ہے اسی وجہ سے اس کو مجازاً معجزہ کہہ دیا جاتا ہے۔

نیز امام شعرانی یہ فرما رہے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مخاطبین جو معجزے کی مثال پیش کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز کر دیتا ہے بایں معنی کی اللہ تعالیٰ ان کے اندر وہ قدرت ہی پیدا نہیں کرتا جس کے ذریعے وہ معجزے کا معارضہ کرسکیں حقیقی عاجز کرنا تو تب پایا جاتا کہ جب ان کے اندر مثلاً مردے زندہ کرنے کی قدرت ہوتی پھر زندہ نہ کر سکتے لیکن یہاں ان کا عاجز ہونا بایں معنی ہے کہ نبی کو مثلاً مردے زندہ کرنے کی قدرت ہے اور ان کی قدرت حاصل نہیں ہے تو یہی نبی کا معجزہ ہے کہ اس کو یہ قدرت حاصل ہو اور اس کے غیر کو حاصل نہ ہو جیسا کہ شرح مواقف میں کہا گیا ہے کہ نبی کو

ایک اوپر قدرت حاصل ہونا اور غیر نبی کو حاصل نہ ہونا یہی معجزہ ہے۔

اگر خان صاحب نے امام شعرانی کی اس عبارت سے کہ مردے کا زندہ کرنا بشری قدرت میں داخل نہیں ہے انبیاء علیہم السلام کا مردہ زندہ کرنے سے عاجز ہونا سمجھا ہے تو یہ ان کی کم فہمی ہے کیونکہ وہ تو مکلف انسانوں کی بات کر رہے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر اسلام لانے کے پابند ہیں اور جن کو انبیاء علیہم السلام اپنے معجزات دکھاتے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں کہ اس جیسا خرق عادت کام تم بھی کر کے دکھاؤ نیز خود سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ قرآن مجید کی اس نص قطعی کے ہوتے ہوئے کہ احی الموتی باذن اللہ نیز ارشاد ربانی تخرج الموتی باذنی امام شعرانی کیسے فرما سکتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام مردہ زندہ کرنے پہ قادر نہیں۔ اور مردے کو زندہ کرنا ان کی قدرت سے باہر ہے۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

اگر خان صاحب کا یہی نظریہ ہے کہ کسی انسان کو مردے زندہ کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو وہ مرثیہ گنگوہی کے اس شعر کا کیا جواب دیں گے کہ ان کے شیخ الہند لکھتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

-مرثیہ گنگوہی ص ۱۰۔ کیا گنگوہی صاحب بشر نہیں تھے۔ اگر بشر ہوتے ہوئے ان کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت حاصل تھی۔

تو انبیاء علیہم السلام کو یہ قدرت حاصل کیوں نہیں ہو سکتی اگر بقول خان صاحب مردے زندہ کرنے والا فعل خدا کا ہی خاصہ تھا تو پھر گنگوہی صاحب میں یہ قدرت کیسے پیدا ہو گئی اگر وہ یہ ارشاد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا مردوں کو زندہ کرنے والا

جو خاصہ ہے وہ ذاتی طور پہ ہے اور گنگوہی کے اندر جو صفت پائی گئی وہ عطائی طور پہ ہے تو یہی نظریہ اہل سنت کا بھی ہے تو پھر سرفراز صاحب کو اہل سنت کے نظریے کے ساتھ اختلاف کیوں ہے نیز دیو بندیوں کے شیخ الہند عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج کر رہے ہیں کہ تم تو صرف مردے زندہ کرتے ہو ہمارے گنگوہی صاحب کی شان تو دیکھو جو مردے زندہ کرتے تھے اور زندوں کو مرنے ہی نہیں دیتے تھے تو کیا پھر سرفراز صاحب کو یہاں شرک نظر نہیں آتا کہ گنگوہی صاحب میں خدائی اوصاف تسلیم کیے جا رہے ہیں۔

کیا دیو بندیوں کی توحید کا یہ تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں ایک صفت مانی تو شرک ہو اور اپنے گنگوہی صاحب میں مانی عین ایمان ہو۔

سرفراز صاحب کا عجیب ذہنی اضطراب:

خان صاحب اسی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھتے ہیں کہ دجال کو اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ مردہ زندہ کرنے کی قدرت عطا فرمائے گا اس کے بعد اس کو عاجز کر دے گا۔

تو اب سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں اگر کسی آدمی کو مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے تو دجال کو یہ قدرت کیسے حاصل ہو جائے گی اگر دجال کو اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے مردے کو زندہ کرنے کی قدرت حاصل ہو سکتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کو یہ قدرت کیوں نہیں حاصل ہو سکتی۔ جو خدا دجال جیسے کافر اور بے ایمان آدمی کو اتنی قدرت عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے پیاروں کو کیوں نہیں عطا فرما سکتا۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

خان صاحب لکھتے ہیں کہ دجال سے جس طرح کے امور صادر ہوں گے وہ

اللہ کی قدرت اور مشیت سے صادر ہوں گے تو حضرت کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو خوارق عادات امور صادر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے ہی صادر ہوتے ہیں نیز ہمارے افعال عادیہ جو ہم سے صادر ہوتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے ہی صادر ہوتے ہیں کیا حضرت کا عقیدہ معتزلہ والا تو نہیں ہے کہ عام انسانوں کے افعال عادیہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کو دخل نہیں ہے کیا حضرت نے شرح عقائد کے اندر امام ابو اسحاق اسفرائنی کا یہ قول نہیں پڑھا۔

سبحن من لایجری فی ملکه الاما یشاء

نیز حضرت کی نظر سے یہ آیت کریمہ نہیں گزری۔

ومانشاؤن الاان یشاء الله رب اللعلمین

نیز صحیح مسلم کی حدیث حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمائی۔

ماشاء الله کان ومالم یشا لم یکن

لہذا سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ توبہ کریں کیونکہ دین کی جو شاہراہ انہوں نے اپنے لئے منتخب کی ہے اگر اس پر وہ چلتے رہے تو ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوگا اس لئے آج بھی موقع ہے کہ وہ توبہ کرکے سنی ہوجائیں اور نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کا طوق جو انہوں نے اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اس کو دوبارہ پہن لیں۔ اور فرمان باری تعالیٰ بھی یہی ہے۔

قل للذین کفروا ان ینتهوا یغفرلهم ماقد سلف

ترجمہ:

آپ فرما دیجئے ان کافروں کو اگر وہ اپنی کفر سے باز آجائیں تو ان کے پہلے

سارے گناہ معاف ہوجائیں گے لہذا سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ اپنی عاقبت درست کریں اور انبیاء اولیاء سے عداوت رکھنے سے باز آجائیں اسی میں ان کی بہتری ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

خان صاحب کا مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب مولانا عبدالحی صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ معجزہ اس خوارق عادت امر کو کہا جاتا ہے جو منکرین نبوت کے مقابلہ میں مدعی نبوت کے ہاتھ پر صادر ہو اور اس کی مثال لانے پر کسی کو قدرت حاصل نہ ہو۔

(فتاوی عبدالحی جلد۲ ص ١٨)

سرفرازی استدلال کا جواب:

خان صاحب کا دعویٰ تو یہ تھا کہ معجزات پر انبیاء علیہم السلام کو قدرت حاصل نہیں ہوتی لیکن جو انہوں نے عبارت پیش کی ہے اس عبارت میں ان کے دعوے کی ذرہ بھر تائید نہیں ہوتی بلکہ اہل سنت کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

کہ منکرین نبوت انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا معارضہ کرنے پر قادر نہیں ہوتی تو سرفراز صاحب کی باقی پیش کردہ عبارات کا بھی یہی مطلب ہے کہ معجزات انبیاء ایسے افعال ہوتے ہیں کہ منکرین اور معاندین اس کی مثل خرق عادت صادر نہیں کرسکتے۔

نوٹ:

اگر سرفراز صاحب کا اس کتاب لکھنے سے مقصد حوالجات کی بھرتی کرنا تھا وہ تو پورا ہو چکا کیونکہ انہوں نے غیر متعلقہ عبارات کی بھر مار کردی ہے اور اگر ان کا مقصد اپنے دعوی کو مبرہن کرنا تھا تو وہ اس مقصد میں قطعی طور پر ناکام ہیں اور انہوں نے تقریب تام کا بالکل خیال نہیں رکھا بلکہ کتاب کا حجم بڑھانے کیلئے غیر متعلقہ عبارات نقل کرتے چلے گئے اور ملاں آں باشد کہ چپ نشود والے مقولہ کو سچ کر دکھایا۔

خان صاحب کا ابن ہمام کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب ابن ہمام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ معجزہ جب ایسی چیز ہے کہ اس کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا۔

(المسایرہ جلد ۲ ص ۱۸۹)

سرفرازی استدلال کا رد:

علامہ ابن ہمام کی جو عبارت حضرت نے پیش کی ہے اس عبارت کے یہ الفاظ کہ معجزہ کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے اس میں مخلوق سے مراد منکرین نبوت ہیں نہ کہ انبیاء علیہم السلام کیوں کہ اللہ رب العزت معجزہ کو اپنے نبی کے ہاتھ پر پیدا فرماتا ہے اور معجزہ کو پیدا کر کے ان کی عزت افزائی فرماتا ہے اگر منکرین بھی انبیاء جیسا فعل صادر کرنے پر قادر ہو جائیں تو پھر اللہ رب العزت کی جانب سے انبیاء علیہم السلام کی تائید تو نہ پائی گئی حالانکہ اللہ رب العزت کا معجزہ کو انبیاء کے ہاتھ پر پیدا کرنا گویا کہ اس کے اس فرمان کی طرح ہے کہ تم میرے سچے رسول ہو اگر منکرین نبوت

بھی اس جیسا خرق عادت امر صادر کرنے پر قادر ہو جائیں تو پھر نبی اور غیر نبی میں امتیاز کیسے رہے گا لہذا سرفراز صاحب کو بزرگان دین کی عبارتیں سوچ سمجھ کر نقل کرنی چاہئیں اس طرح حضرت نے علامہ کمال الدین اشعری کا حوالہ دیا ہے کہ معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ (مسامرہ جلد ۲ ص ۸۹)

اس عبارت کا بھی وہی مطلب ہے جو پچھلی عبارت کا ہے اس کی تائید میں ہم علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ کی مشہور و معتبر کتاب شرح المقاصد کا حوالہ خان صاحب کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت علامہ تفتازانی ارشاد فرماتے ہیں۔

انا بینا ان لاموثر فی الوجود الاالله وحده سیمافی مثل احیا ء الموتی وانقلاب عصاحیة وانشقاق القمر والسلام الحجروالمدر و علی ان مجردا التمکین وترك الدفع من قبل الحکیم القادر المختار کاف فی افادة المطلوب ولهذا ذهب المعتزله الی ان المعجزة تکون فعلاً الله تعالیٰ اوواقعا بامره وتمکینه۔ (شرح مقاصد جلد ۲ ص ۱۷۹)

ترجمہ:

حضرت علامہ ارشاد فرماتے ہیں ہم نے پہلے بیان کردیا کہ وجود میں کوئی ہستی موثر نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے بالخصوص مردے زندہ کرنے کے بارے میں اور عصا کو سانپ بنانے کے بارے میں اور چاند کو توڑنے کے بارے میں اور پتھروں اور ڈھیلوں کے سلام دینے کے بارے میں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا اپنے انبیاء کو ان امور پہ قدرت دے اپنا اور موانع کا دور کردینا مقصود کے حصول میں کافی ہے اور اس وجہ سے معتزلہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یا اللہ رب العزت کے حکم سے واقع ہوتا ہے اور اس کے قدرت دینے سے

واقع ہوتا ہے۔

تو خان صاحب اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ وہ بار بار اس طرح کی عبارات نقل کر کے کہ معجزہ کے وجود میں موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا معجزے کو صادر کرنے میں کسی قسم کے ارادے اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا لیکن ان کو خیال کرنا چاہیے کہ حضرت علامہ باوجود یہ ارشاد فرمانے کے کہ وجود میں موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے پھر بھی ارشاد فرما رہے ہیں کہ اللہ رب العزت انبیاء علیہم السلام کو معجزہ کے صادر کرنے پر قدرت دیتا ہے بلکہ معتزلہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بعض معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اور اس کی خلق کے ساتھ اور انبیاء علیہم السلام کے قصد کے ساتھ صادر ہوتے ہیں۔ پھر خان صاحب کو کم از کم معتزلہ سے پیچھے تو نہیں رہنا چاہیے خان صاحب شرح عقائد پڑھاتے ہوئے اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہوں گے کہ معتزلہ گمراہ فرقہ ہے لیکن حضرت جن کو گمراہ قرار دیتے ہیں مقام نبوت کو جتنا وہ سمجھے اتنا حضرت بھی نہ سمجھ سکے اور ان سے بھی پیچھے رہ گئے دعویٰ سنیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضرت کا نظریہ یہ ہوتا کہ حضرت یہ کہتے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام معجزات اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ان کے کسب سے صادر ہوتے لیکن خان صاحب پر بدبختی کا غلبہ ہے کیونکہ جہاں باقی گمراہوں کی گمراہی کی انتہا ہوتی ہے وہاں خان صاحب کی گمراہی کی ابتداء ہوتی ہے۔

خان صاحب سے ایک سوال:

حضرت سے سوال یہ ہے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ صرف اللہ رب العزت ہی مختار کل ہے اور کوئی مخلوق مختار نہیں لیکن اس کے باوجود خان صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے ص ۱۵۱ پر تسلیم کرتے ہیں کہ دجال کو مختلف قسم کے اختیارات ہوں گے مثلاً آسمان اس کے حکم سے بارش نازل کر دے گا زمین اس کے حکم سے سبزہ اگا دے گی ویران زمین پر سے گزرے گا تو وہاں کے ویران خزانے اس کے قبضہ میں ہو جائیں گے۔

اور حضرت اس بات کو حدیث پاک کی وجہ سے تسلیم کرتے جو کہ صحیح مسلم شریف میں ہے اب حضرت سے گزارش یہ ہے کہ دجال جیسا کافر اپنے ارادے اختیار سے اس طرح کے امور صادر کرتا پھرے تو حضرت کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ حضرت اس کے اختیارات کو سن کر خوش ہوتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو خرق عادت کسی کافر سے صادر ہو وہ استدراج کہلاتا ہے اور جو خرق عادت اللہ تعالیٰ کے نبی سے صادر ہو اسے معجزہ کہا جاتا ہے اگر استدراجات میں کفار کا کسب تسلیم کرنے سے آپ کے موحد ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا تو نبی کریم علیہ السلام کو اگر معجزات کے صدور میں با اختیار تسلیم کر لیا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادہ سے صادر ہوتے ہیں تو پھر شرک کیسے لازم آجاتا ہے یہ عجیب ابلیسی منطق ہے کہ دجال جیسے ملعون کو تو با اختیار تسلیم کر لیا جائے اور نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں اور نیز یہ کہا جائے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا نیز نبی کریم علیہ السلام بھی مخلوق ہیں بلکہ تمام مخلوقات کے سردار ہیں اور آپ کی شان ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اور دجال بھی مخلوق ہے اور ملعون ہے اور کافر ہے اس کو با اختیار تسلیم کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس کے استدراجات اس کے ارادے سے صادر ہوں گے اور نبی کریم علیہ السلام کے معجزات کے غیر اختیاری ہونے کے متعلق پوری کتاب لکھ دی جائے یہ کونسی ایمانداری ہے اور کہاں کا تدین ہے اگر کسی کو خرق عادات امور میں یا مافوق الاسباب

امور میں بااختیار سمجھنا شرک ہے تو پھر دجال بھی تو مخلوق ہے اس کو بااختیار سمجھنا شرک کیوں نہیں کیا سرفراز صاحب ان لوگوں میں سے تو نہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ دجال خدا ہے؟ لہذا ہم خان صاحب سے یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہیں۔

وہ پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تجھے کس سے بخار ہے

خان صاحب کا تجاہل عارفانہ:

سرفراز صاحب صفدر نے اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ نمبر ۳۱ پر شاہ اسمعیل دھلوی کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ معجزات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا حضرت نے اس سلسلے میں اس کی کتاب منصب امامت کا حوالہ دیا تھا۔

خان صاحب کی خدمت میں ایک گزارش:

حضرت سے گزارش یہ ہے کہ مخالف کے خلاف اپنی کتابوں کے حوالے پیش نہیں کیے جاتے یہ طریقہ نہ برہانی ہے اور نہ جدلی ہے حضرت کو ابھی اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ فریق مخالف جس آدمی کو مسلمان بھی نہیں سمجھتا اس آدمی کی عبارت کو حجت بنا کر اس کے خلاف پیش کر رہے ہیں نیز حضرت اگر اسماعیل دھلوی کو مانتے ہیں تو اس کی کتاب صراط مستقیم سے ہم متعدد عبارات اس امر کے ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہوتے ہیں اور وفات پاجانے کے بعد بھی فیض یاب کرتے رہتے ہیں اور غوثیت وقطبیت عطا کرتے ہیں اور عرش سے لے کر فرش تک ان کی حکومت ہوتی ہے اور حضرت باوجود اس کے مولوی اسماعیل کو ولی اور شہید سمجھتے ہیں اور اس کی ایسی عبارت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایسے عقیدہ کو شرکیہ عقیدہ تسلیم کرتے ہیں اور اہل سنت تو اس کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتے تو اس کی اس طرح کی عبارات

کو کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں حضرت کو چاہیے کہ اس کی اس طرح کی عبارات اپنی بے وقوف دیو بندی قوم پر پیش کریں اور اہل سنت کو اس بارے میں پریشان نہ کریں۔

سرفراز صفدر کا حضرت محقق کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب نے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۱۴ سے عبارت کی ہے کہ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ معجزہ میں نبی کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اور دیگر افعال میں لوگوں کے ارادے کو دخل ہوتا ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

ہم گذشتہ اوراق میں حضرت شیخ کی تقریباً ڈیڑھ درجن عبارات نقل کر چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہیں حضرت انہی عبارات کے بارے میں اپنا نظریہ بتلائیں کیا وہ عبارات حق ہیں یا باطل اگر حق ہیں تو حضرت ان کو تسلیم کیوں نہیں کرتے اور اگر وہ عبارات باطل ہیں تو پھر اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ حضرت نے یہ جو عبارت پیش کی ہے وہ حق ہے اگر حضرت شیخ محقق باطل عقائد کے ترجمان تھے تو پھر حضرت خان صاحب ان کی اس عبارت سے استدلال کیوں کر رہے ہیں اگر ان کی عبارات سے اہل سنت کی تائید ہوتی ہو تو پھر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارات کو پر کاہ جتنی اہمیت بھی نہ دی جائے اور اگر ان کی کسی مجمل عبارت سے بظاہر خان صاحب کی مطلب برآری ہوتی ہو تو پھر ان کی عبارات کو بطور حجت پیش کر دیا جائے یہ کہاں کا انصاف ہے حضرت کی خدمت میں ہم حضرت شیخ کی ایک اور عبارت ان کی ضیافت طبع کیلئے پیش کرتے ہیں امید ہے کہ آپ کرم فرمائیں گے۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا آوردہ اند کہ پروردگار روے تعالیٰ سے پیار

دہوے کلید جنت ﷺ۔

ترجمہ:

محدثین اور بزرگان دین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کی چابی مصطفی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو عطا فرمادے گا۔ اسی کتاب میں حضرت مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ دراں روز ظاہر گردد کہ روز روز اوست وحکم حکم اوست ورب العلمین۔

ترجمہ:

اس دن ظاہر ہوگا کہ قیامت کا دن بھی سرکار علیہ السلام کا ہوگا اور حکم بھی نبی کریم علیہ السلام کا چلے گا۔

نوٹ:

وہابی حضرات کو یہ عبارات پڑھ کر ڈوب مرنا چاہیے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معاذ اللہ یہ بھی نہیں پتہ کہ میں جنت میں جاؤں گا کہ نہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان ص ۳۹ براہین قاطعہ کے ص ۵۱ پر ایسی خرافات لکھی گئی ہیں تو پتہ چلا کہ وہابیہ حضرات کے عقیدہ میں اور شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے عقیدہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہاں وہابیہ کا یہ ناپاک عقیدہ کہ نبی کریم علیہ السلام اپنی نجات سے بھی بے خبر ہیں اور کہاں شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا وجدانی ایمانی عقیدہ کہ محشر کا نظام سرکار علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اسی کتاب میں شیخ علیہ الرحمۃ سرکار علیہ السلام کے کمالات کو اجمالاً بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں ایں عین کمال الہیت کہ در ذات شریف وے ﷺ ابراز نمودہ۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ شان سمجھ ہی یہاں سے آتی ہے کہ جب اس کے حبیب ﷺ اتنے اختیارات وکمالات کے مالک

ہیں تو پھر ان کا خالق ومالک کس شان کا مالک ہوگا۔

نوٹ:

یہ عبارت وہابیہ کے لئے ایٹم بم کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سرکار علیہ السلام کے کمالات کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ توحید کا کمال ثابت کرتے ہیں جبکہ شیخ علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب ہیں اور اتنے اعلیٰ اختیارات کے مالک ہیں اور اللہ رب العزت جو ان کا بھی مالک ومولا ہے اس کی قدرت اور علمی کمالات کا عالم کیا ہوگا۔

خان صاحب کی پیش کردہ عبارت کا صحیح محمل:

خان صاحب نے جو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت پیش کی ہے کہ معجزہ میں نبی انبیاء علیہ السلام کے قصد کو دخل نہیں ہوتا ان کی اس عبارت میں معجزہ سے مراد کتب سماویہ یعنی قرآن پاک اور دیگر کتابیں ہیں یہ تاویل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر اس عبارت کا وہ مطلب لیا جائے جو خان صاحب نے سمجھا ہے تو پھر حضرت شیخ کی اس عبارت سے اور دیگر عبارات میں تعارض اور تناقض لازم آجائے گا جو حضرت شیخ کی ذات سے قطعاً بعید ہے۔

تو خان صاحب سے گزارش ہے بزرگان دین کی عبارات کے ایسے مطالب نہ بیان کیا کریں جس کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہو کہ ان کی عبارات باہم متضاد ہیں اس طرح عوام الناس کے ذہنوں میں ان کی قدر ومنزلت کم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور قاصر الفہم لوگ زباں درازی کریں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ بھی عجیب تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے۔

خان صاحب کا معجزات کے غیر اختیاری ہونے پر قرآن مجید کی آیات سے غلط استدلال:

دلیل نمبر ۱:

سرفراز صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے ان پر آگ کو گلزار بنا دیا تھا اگر ابراہیم علیہ السلام بااختیار ہوتے تو آگ کو خود ہی گلزار بنا لیتے گویا خان صاحب کی وجہ استدلال اس امر سے ہے کہ ان پر آگ کے گلزار ہو جانا ان کا معجزہ ہے لیکن ان کا اس کے اندر کسب نہیں ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ معجزات انبیاء کے ارادے سے صادر نہیں ہوتے۔

اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو دعا بھی نہیں مانگی کہ باری تعالی میرے اوپر اس آگ کو ٹھنڈا کر دے تو پھر کیا سرفراز کا نظریہ یہی ہے کہ معاذ اللہ ابراہیم علیہ السلام دعا مانگنے پر بھی قادر نہیں تھے۔

نعوذ باالله من سوء الفهم والشقاوة

نیز مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پانی والا فرشتہ بھی حاضر ہوا اور ہوا والا فرشتہ بھی حاضر ہوا اور پیش کش کی کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم پانی اور ہوا کے ذریعے اس آگ کو ختم کر دیں تو ان مفسرین کی نقل کردہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کو بھی اس امر پر قدرت حاصل تھی کہ اس خرق عادت امر کو صادر کر سکیں تو ظاہر بات ہے فرشتے بھی غیر اللہ ہیں تو پھر اگر کسی غیر اللہ کا معجزہ کے اندر ارادہ اور اختیار ماننا شرک ہے تو پھر فرشتوں کیلئے بھی ان امور پر قدرت ماننی شرک ہونی چاہیے

کیا وہابی حضرات کے نزدیک صرف انبیاء علیہم السلام مخلوق ہیں فرشتے مخلوق نہیں ہیں تو اگر وہ بھی مخلوق ہیں تو پھر خدا کی صفت کسی مخلوق کے اندر بھی مانی جائے تو شرک ہے۔

لہذا پھر ان کے اندر بھی اس صفت کو ماننا شرک ہو جائے گا جب ان کے اندر اس صفت کو ماننا شرک نہیں تو پھر کسی مخلوق کے اندر بھی ماننا شرک نہیں نیز ایک معجزہ کے بغیر اختیار کے صادر ہونے سے یہ قاعدہ کلیہ کیسے ثابت ہو گیا کہ سارے معجزات بغیر ارادے اور اختیار کے صادر ہوتے ہیں یہ استدلال کی کونسی قسم ہے یہ نہ استقراء ہے نہ قیاس ہے نہ تمثیل ہے لہذا خان صاحب کم از کم ایسی دلیل تو دیں جو مثبت مدعا بھی ہو اور قواعد مناظرہ کے مطابق بھی ہو محض بولتے رہنے کا نام تو دلیل نہیں ہوتا اس امر کو تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خان صاحب ملاں آن باشد کہ چپ نشود کے پورے پورے مصداق ہیں اور کچھ نہ کچھ ہانکتے رہے ہیں نیز یہ امر بھی خان صاحب کیلئے قابل غور ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اگر چاہتے تھے کہ ان پر آگ گلزار ہو جائے تو پھر یہ امر ان کے ارادے سے صادر ہوا تو پھر سرفراز صاحب کا کلیہ غلط ہو گیا کہ معجزے میں نبی کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا نیز ان کا یہ قول باطل ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور اگر نہیں چاہتے تھے تو جب اللہ تعالی نے ان کے چاہتے کے بغیر ہی ان پر آگ کو گلزار کر دیا تو جب اللہ رب العزت بغیر چاہے ان پر اتنا کرم و فضل فرماتا ہے تو جب وہ ارادہ کر لیں تو پھر اللہ تعالی وہ کام پورا کیوں نہ فرمائے گا کیا معاذ اللہ رب العزت کو اپنے محبوبان بارگاہ کے ساتھ کوئی عناد ہے کہ جب وہ ارادہ فرمائیں تو اس امر کو پورا نہ فرمائیں اور جب وہ ارادہ نہ فرمائیں تو پھر وہ امر پورا کر دے۔

نوٹ اس امر پر کیا دلیل ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت بھی نبی

تھے حالانکہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کو نبوت چالیس سال کے بعد عطا ہوئی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

دلیل نمبر ۲:

خان صاحب نے آیت کریمہ۔

وان الق عصاك فلمارأهاتهتز كانها جان ولى مدبر آوّلم يعقب
(سورۃ قصص پارہ ۲۰)

ترجمہ:

اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو ہن بلاتے جیسا پتلا سانپ الٹا پھر منہ ہو اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔

خان صاحب کی وجہ استدلال:

خان صاحب کہتے ہیں اگر معجزہ نبی کا اپنا فعل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے لہذا ان کا بھاگنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ معجزہ ان کے ارادے سے صادر نہیں ہوتا۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب کا یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا جا رہا تھا نیز اگر ایک موقع پر بغیر ارادے کے بھی کوئی امر ثابت ہو جائے تو اس سے یہ قاعدہ کلیہ کیسے ثابت ہو جائے گا کہ کوئی معجزہ کسی نبی سے بھی ارادے اختیار کے ساتھ صادر نہیں ہوتا نیز جب موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں کے ساتھ مقابلہ فرمایا اور آپ نے اپنے عصا کو پھینکا تو ان کے تمام جادو کو آپ کے عصا مبارک نے باطل کر دیا اور ان کی ساری شعبدہ بازی ختم ہو کر رہ گئی اور

ان کو اسلام بھی نصیب ہوا۔

نیز سرفراز صاحب نے اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل میں عصا مار کر بارہ راستے پیدا کر دیے تھے تو کیا امر عادی تھا یا غیر عادی تھا تو کیا سرفراز صاحب بھی کسی دریا پر ڈنڈا مار کر خشک راستے پیدا کر سکتے ہیں کیونکہ امر عادی تو ہر آدمی کے بس میں ہوتا ہے اور اگر امر غیر عادی ہے تو پھر کیا سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ بارہ راستے بن جائیں یا نہیں چاہتے تھے اگر چاہتے تھے تو سرفراز صاحب کا یہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور معجزہ کے صدور میں انبیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اور اگر نہیں چاہتے تھے تو پھر آپ نے ڈنڈا کیوں دریا پر مارا کیا معاذ اللہ انہوں نے عبث کام کا ارتکاب کیا اور نیز انہوں نے یہ کام اللہ کے حکم سے کیا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واضرب لهم طريقا فى البحر يبسا

کہ ان کیلئے سمندر میں خشک راستے بنا دو اگر موسیٰ علیہ السلام اس بات پر قادر ہی نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا ان کو اس بات کا حکم دینا تکلیف مالا یطاق بن جائے گا۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لايكلف الله نفسا الا وسعها

نیز جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا سے پار اتر کر یہ راستے ختم کرنے چاہے تاکہ فرعونی بھی ان راستوں سے اتر کر دریا پار نہ کر جائیں۔ تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ

واترك البحر رهوا لهم جنة مغرقون

نیز جب موسیٰ علیہ السلام پتھر پر ڈنڈا مارتے ہیں تاکہ چشمے پیدا ہوں تو کیا وہ اس امر کا ارادہ فرماتے تھے کہ چشمے پیدا ہوں یا نہ نیز کیا وہ عصا اپنے ارادے اور

اختیار سے مارتے یا خود بخود ان کے ہاتھ سے گر پڑتا تھا ظاہر بات ہے کہ اپنے ارادے اور اختیار سے مارتے تھے تو جب ارادے اور اختیار مارتے تھے تو جو اثر مترتب ہوتا تھا وہ بھی ان کے ارادے اور اختیار سے ہوتا تھا نیز اگر موسیٰ علیہ السلام بارہ خشک راستے ختم کرنے پر قادر نہ ہوتے تو اللہ رب العزت انہیں منع کیوں فرماتا کہ تم یہ راستے ختم نہ کرو اور فرعونیوں کو غرق ہو جانے دو کیوں کہ یہ امر بدیہی ہے اور امر افعال اختیاری سے متعلق ہوتا ہے اور اس امر سے خان صاحب بخوبی آگاہ ہوں گے اور حضرت کا دعویٰ ہے کہ وہ عرصہ دراز سے پڑھا پڑھا کر بوڑھے ہو چکے ہیں۔

نیز خان صاحب کو یہ آیت کریمہ تو نظر آ گئی ان الق عصاک الخ لیکن یہ آیت کریمہ ان کی نظر سے نجانے کیوں اوجھل رہی کہ جب فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا۔

اولو جئتك بشئی مبین

نیز فرعون کا یہ کہنا فات بہ ان کنتم صدقین کہ اگر تم سچے تو اپنی دلیل لے آؤ تو انہوں نے وہاں اپنا عصا ڈالا تو وہ سانپ بن گیا اور ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو چمکدار محسوس ہونے لگا نجانے خان صاحب کو یہ آیات بینات نظر کیوں نہیں آئیں خان صاحب ارشاد فرمائیں کہ اگر معجزات کا ظاہر ہونا موسیٰ علیہ السلام کے بس میں ہی نہیں تھا تو انہوں نے یہ اعلان کیوں فرمایا کہ میں تیرے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں نیز جب انہوں نے فرعون کے دربار میں عصا پھینکا تو کیا آپ چاہتے کہ یہ عصا سانپ بن جائے یا نہیں چاہتے تھے اگر یہ کہا جائے کہ نہیں چاہتے تھے تو یہ بات بداہتہ کے خلاف ہے کیوں آپ خود پہلے فرما چکے تھے کہ میں تیرے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں اور فرعون کے اس مطالبے پر کہ اگر تم سچے ہو تو پیش کرو اپنی دلیل کو تو اگر چاہتے تھے تو پھر سرفراز صاحب کا مدعا باطل ہو گیا نیز موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا

دست اقدس گریبان میں ڈالا اور ہاتھ باہر نکالا تو بہت زیادہ چمکدار محسوس ہو رہا تھا تو کیا یہ معجزہ جب ظاہر ہوا یہ آپ کی خواہش کے مطابق صادر ہوا یا خواہش کے برعکس اگر کہا جائے کہ خواہش کے برعکس صادر ہوا ہے تو یہ بات عقل اور نقل کے خلاف ہے اور اگر کہا جائے خواہش کے مطابق صادر ہوا تو عقائد وہابیہ کے خلاف ہے نیز سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ معجزہ اللہ کا فعل اور اسی کا کسب ہوتا ہے تو پھر کیا معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا اور چمکدار بنا کر ظاہر کیا کچھ تو عقل کی بات کرنی چاہیے۔

الٹی سمجھ کسی کو خدا نہ دے
دے موت آدمی کو پر یہ بدادا نہ دے

خان صاحب کا ابن کثیر کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب ابن کثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف واضح اور بڑا معجزہ تھا اور روشن دلیل تھی اس انوکھے امر پر اللہ کے علاوہ کوئی قادر نہیں اور نبی کے بغیر کسی کے ہاتھ پر یہ چیز صادر نہیں ہو سکتی۔

سرفرازی استدلال کا رد:

خان صاحب کا یہ استدلال رکاکت پر مبنی ہے کیونکہ ابن کثیر تو یہ کہہ رہے ہیں کہ معجزہ نبی ہی لا سکتا ہے اگر معجزے میں نبی کے ارادے واختیار کو دخل ہی نہیں ہوتا تو پھر ابن کثیر کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا کہ معجزہ نبی ہی لا سکتا ہے کوئی اور نہیں لا سکتا نیز خان صاحب نے جو ان کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے کہ معجزہ کے اندر اللہ تعالیٰ ہی کو قدرت ہوتی ہے تو یہاں قدرت سے مراد قدرت علی الخلق ہے۔ نیز حافظ ابن نے خود آیت کریمہ۔

ان آتیلک بہ قبل البرتد الیلک طرفلک

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام بلقیس کو دکھلانا چاہتے تھے کہ ان کے درباری اور خدام اس مقام کے حامل ہیں کہ چشم زدن میں اتنی مسافت سے تخت لا کر پیش کر سکتے ہیں اور ان کو اس امر پر قدرت بھی حاصل ہے تو جب حافظ ابن کثیر اللہ کے ولیوں کیلئے اتنی قدرت مانتے ہیں تو ان کا یہ نظریہ کیسے ہوسکتا ہے کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا تو خان صاحب کو ان کی دونوں عبارتوں کو ملا کر نتیجہ اخذ کرنا چاہتے تھا اور اپنی پیش کردہ عبارت کو دوسری عبارت کے ذریعے سمجھنا چاہتے تھا حضرت کی اگر بات مانی جائے تو ان کی کلام میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے تو ان کی اس پیش کردہ عبارت کا وہ مطلب نہیں جو انہوں نے پیش کیا ہے بلکہ وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا ہے۔

سرفراز صاحب کا آیات کریمہ سے بے محل استدلال:

خان صاحب نے ایک آیہ کریمہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ان کے ارادے اور اختیار کر دخل نہیں تھا اور انہوں نے اپنے اس مدعا پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

واذفرقنا بکم البحر فانجینکم

(پارہ نمبر ۱ سورہ بقرہ)

جب ہم نے پھاڑ دیا تمہاری وجہ سے دریا کو پھر ہم نے بچایا تم کو تو مولوی سرفراز کا استدلال یہ ہے کہ دریا کو پھاڑنا صرف اللہ کا فعل تھا کیونکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے تو پتہ چلا کہ یہ خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

خان صاحب کے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حقیقی موثر اللہ رب العزت ہی تھا کیونکہ تمام افعال عادیہ ہوں یا غیر عادیہ ہوں ان پر حقیقی موثر اللہ رب العزت کی ذات والا صفات ہوتی اس وجہ سے اللہ رب العزت نے اس کی نسبت اپنی طرف کر دی ورنہ سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنا عصا مارا تھا تا کہ بارہ راستے بن جائیں تو وہ ارادے اختیار سے مارا تھا یا بغیر ارادے کے اگر بغیر ارادے اختیار کے مارا ہو تو یہ بات بداہت کے خلاف ہے اور اگر ارادے واختیار سے مارا ہو تو اور اس خواہش کے ساتھ مارا ہو کہ بارہ راستے بن جائیں تو خان صاحب کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے گا کہ معجزے میں انبیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا لہذا خان صاحب کے استدلالات بالکل ناتمام ہیں اور انہوں نے بزور اپنا مطلب کشید کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ آیت کریمہ کی ان کے مدعا پر کوئی دلالت نہیں ہے اس طرح سرفراز صاحب نے ایک اور آیت سے اپنے مدعا پر استدلال کیا تم

ثم بعثنکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون

پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا تمہاری موت کے بعد تا کہ تم شکر کرو۔

مولوی سرفراز صاحب کے اس استدلال کی ہمیں سمجھ نہیں آسکی کیونکہ حضرت نے دلیل تو اس امر پر دینی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا لیکن حضرت نے یہ آیہ کریمہ پیش کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو اللہ رب العزت کی اس قدرت کا کون منکر ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے۔

خان صاحب کو اتنا تو پتہ ہونا چاہیے کہ دلیل وہاں دی جاتی ہے جہاں

مدمقابل اس مدعی کا منکر ہو غیر متعلقہ دلائل پیش کرنا یہ دیو بند کے فاضل کو زیب دیتا ہے۔ خان صاحب نے ایک اور آیہ کریمہ سے استدلال کیا۔

وظلنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن واسلوی

سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور نازل کیا ہم نے تم پر من سلوی۔

خان صاحب کے اس استدلال کی بھی ہمیں سمجھ نہیں آسکی کیونکہ اس آیہ کریمہ سے حضرت نے پتہ نہیں کیسے ثابت کیا ہے کہ موسی علیہ السلام اپنے معجزات میں بے اختیار تھے۔ کیوں کہ اس آیہ کریمہ کی بھی اس امر پر کوئی دلالت نہیں ہے بلکہ اس آیہ کریمہ میں وہابیہ وغیرہ کا رد ہے کہ موسی علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان پر کرم فرمایا کہ ان پر بادل سایہ کرتا تھا من وسلوی ان پر نازل ہوتا تھا کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ رسول کے چاہتے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ آیہ کریمہ الٹا ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے کہ جب موسی علیہ السلام نے دعا مانگی تھی تو اس وقت کیا آپ کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ ان پر اور قوم پر بادل سایہ کریں اور ان کی قوم کے لئے من وسلوی نازل ہو یقینا آپ نے اس ارادے سے دعا کی تھی اور اللہ تعالی نے اس کو شرف قبولیت بخش کو انہیں ان تمام انعامات سے نوازا تھا تو مولوی سرفراز صاحب خوانخواہ سینہ زوری سے اہل سنت کی دلیلوں کو اپنی دلیل بنا کر پیش کر رہے اس سے بڑی ڈھٹائی اور سینہ زوری کیا ہو سکتی ہے چہ دلاوراست دزدے بکف چراغ دارد۔

خان صاحب نے اسی طرح ایک اور آیت سے بھی استدلال کیا۔

فارسلنا علیم الطوفان

تو خان صاحب کا استدلال یہ ہے کہ موسی علیہ السلام کے جو مشہور نو معجزات تھے اللہ تعالی نے ان کی نسبت اپنی طرف کی ہے لیکن خان صاحب کا یہ استدلال بھی طفل تسلی کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ اس امر کا کوئی منکر نہیں کہ معجزات اللہ رب العزت

نے ہی عطا فرمائے تھے لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ ان معجزات کے صدور میں موسی علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا کیا سرفراز صاحب نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات

اگر ہمیں اللہ تعالی کوئی چیز عطا فرمائے تو ہم اس میں تصرف کرنے کے ماذون ومجاز ہوتے ہیں تو اگر اللہ رب العزت موسی علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے تو کیا وہ ان کے ارادے اور اختیار کے بغیر ہی صادر ہوتے رہیں گے خان صاحب بلاوجہ کتاب کا حجم بڑھانے کیلئے بلا وجہ آیات کریمہ نقل کرتے چلے جا رہے ہیں اور مقصد یہ ہے اپنی دیو بندی قوم کو تاثر دیا جائے کہ نور ہدایت کا جواب منصۂ شہود پر آچکا ہے اس لئے اور گویا خان صاحب اس طرح کے غیر متعلقہ دلائل پیش کر کے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

خان صاحب نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں لکھا کہ پہاڑوں کا ان کے ساتھ مل کر خوش آوازوں سے پڑھنا اور پرندوں کا بھی ان کے ساتھ خوش آوازی سے پڑھنا اور لوہے کا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جانا یہ سب ان کے معجزات تھے اور اللہ تعالی نے ان معجزات کی نسبت اپنی طرف کی ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے۔

یاجبال اوبی معه والطیر الناله الحدید

تو خان صاحب کا یہ استدلال بھی ان کی عقل کی خوبی پر گواہی دیتا ہے کیونکہ ظاہر ہے جب یہ معجزات داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے تو ان کے ارادے اور اختیار کے ساتھ عطا فرمائے گئے کیونکہ معجزہ کے ذریعے نبی منکرین نبوت کو چیلنج کرتا ہے اگر تم اس دعوی میں سچے ہو کہ میں اللہ تعالی کا نبی نہیں ہوں تو میرے جیسا

خرق عادت کام تم بھی کر دکھلاؤ تو یہ چیلنج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معجزہ انبیاء کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتا ہے۔

جیسا کہ علامہ برہاروی نے فرمایا۔

التحدی لایمکن بدون القصد

نیز سرفراز صاحب اس امر پر غور کریں کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا اور اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی ارشاد ہے۔

فسخر ناله الریح

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اس سے ان کے اختیارات کی نفی نہیں ہوتی اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ معجزہ ان کے ارادے کے بغیر صادر ہوتا تھا اسی طرح یہاں داؤد علیہ السلام کے معجزات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان معجزات میں داؤد علیہ السلام کے ارادے و اختیار کو دخل نہیں تھا اور یہ معجزات ان کے ارادے بغیر صادر ہوتے ہیں یہ سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ جب داؤد علیہ السلام لوہے کو ہاتھوں میں لیتے تھے تو کیا آپ کا ارادہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ نرم ہو جائے اگر یہ کہا جائے کہ ارادہ نہیں ہوتا تھا تو یہ بات بدیہی البطلان ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کا ارادہ ہوتا تھا کہ لوہا میرے ہاتھ میں نرم ہو جائے تو پھر سرفراز صاحب کا اس آیت کو دلیل بنانا غلط ہو گیا بلکہ اس سے اہلسنت کا مدعا ثابت ہو گیا لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ اہل سنت کی دلیلیں اپنی طرف سے نہ پیش کریں اور کرم کریں نیز جب ان کے صاحبزادے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اتنا وسیع اختیار دے دیا کہ جن، ہوا، شیاطین سارے ان کے زیر حکم تھے تو جب اللہ رب العزت نے ان کے صاحبزادے کو یہ اختیار دے دیے۔ اور اس کی خدائی میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوئی تو اگر اللہ رب العزت داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں اور پرندوں پر حکومت دے دے تو پھر اس کی حکومت میں کیا کمی آسکتی ہے۔ حضرت سلیمان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔

فسخر ناله الریح تجری بامره رخاء حیث اصاب والشیطن کل بناء و غواص وا خرین مقرنین فی الاصفاد هذا عطاؤ نا فامنن اوامسلك بغیر حساب۔ (پارہ ۲۳ سورہ ص)

ترجمہ:

پھر ہم نے تابع کر دیا اس کے ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچانا چاہتا اور تابع کر دیا شیطان سارے عمارت بنانے والے اور غوطے لگانے اور بہت سے اور بھی جو باہم جکڑے ہوئے ہیں بیڑیوں میں یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا۔ (ترجمہ محمود الحسن)

دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔

اب خان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ جب تمہارے اکابر سلیمان علیہ السلام کیلئے اتنے اختیار مانتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ سرفراز صاحب کو بھی ماننا پڑے گا کیوں کہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے تو پھر حضرت کو ان کے والد گرامی جو جلیل القدر پیغمبر ہیں ان کے لئے صرف پہاڑوں پر تصرف ماننے سے یا ان کے اختیار سے لوہے کا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جانا ماننے سے کونسی چیز مانع ہے۔

ایک اہم نوٹ:

آیت کریمہ فسخرنالہ الریح الخ کی مکمل وضاحت ہم گذشتہ اوراق میں اکابر مفسرین کے حوالے سے بلکہ خود سرفراز صاحب کے اکابر کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس بحث کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں۔

خان صاحب کی ایک عجیب خیانت:

خان صاحب نے آیت کریمہ فسخرنالہ الریح مکمل نقل نہیں کی بلکہ اس ایک جملے کو نقل فرما کر سکوت اختیار فرمایا ہے۔ حالانکہ آیت کو جو حصہ انہوں نے نقل فرمایا وہ بھی ان کے موقف کے خلاف ہے کیوں کہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی کوئی چیز کسی نبی ولی کیلئے مسخر نہیں ہے جبکہ یہ آیت کریمہ ان کے نظریہ کا استیصال کر رہی ہے کہ ہوا اللہ رب العزت نے ان کے ماتحت کردی تھی تو خان صاحب اپنے سینے پہ پتھر رکھ کر یہ حصہ تو بادل نخواستہ نقل کر بیٹھے۔ لیکن مکمل آیت نقل کرنا شاید ان کی برداشت سے باہر تھا اور اس سے ان کے فاسد نظریہ کا قلعہ قمعہ ہوتا تھا اس لئے حضرت کو پوری آیت لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔

نوٹ:

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ لوہے کو نرم کرنے کے بارے میں داؤد علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو کوئی دخل نہ تھا محض اللہ کا فعل تھا لیکن ان کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن پر لکھتے ہیں یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا بدون آگ اور آلات صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں تیار کر کے فروخت

کرتے تاکہ قوت بازو سے کما کر کھائیں اور کڑیوں کی ذرہ پہلے ان ہی سے تنگ کہ کشادہ رہے حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ فراخ اور کشادہ زرہیں تیار کرو۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۷۳۶)

گویا شبیر احمد عثمانی نے اپنے حاشیہ میں اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

ان اعمل سبغت وقدر فی السرد

کاش سرفراز صاحب قرآن مجید کی یہ آیہ کریمہ بھی پڑھ لیتے۔

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن باالعشی والا شراق والطیر محشورۃ کل لہ اواب وشد دنا ملکہ۔

ترجمہ:

ہم نے تابع کیے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جانور جمع ہو کر سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے اور قوت دی ہم نے اس کی سلطنت کو۔

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس مقام پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی دنیا میں اس کی سلطنت کی دھاک بٹھا دی تھی اور اپنی عنایات اور نصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دے کر خوب اقتدار جما دیا تھا اور اسی کے متصل بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور طرح طرح کے علمی اور عملی کمالات عطا فرمائے تھے۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۷۸)

نیز سرفراز صاحب اس آیت کا بھی ملاحظہ فرمالیں

یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض

ترجمہ:

اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں۔

(ترجمہ محمود الحسن پارہ ۲۳ سورہ ص)

اور شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیے قرآن میں لکھتا ہے خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔ اب سرفراز صاحب ہی بتلائیں جو کسی صوبے میں حکومت کا نائب ہو یا کوئی کسی بادشاہ کا نائب ہو وہ اس علاقے کے تمام سیاہ سفید کا مالک ہوتا ہے تو کیا اللہ رب العزت کا جو نائب ہوگا وہ کسی شے کا مالک مختار نہیں ہوگا۔

نوٹ:

قارئین سے گزارش ہے کہ آیت کریمہ

انی جاعل فی الارض خلیفہ

کی بحث میں ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت گذشتہ اوراق میں نقل کی ہے اس کا مطالعہ فرمائیں یا اصل تفسیر عزیزی کی طرف مراجعت کریں شاہ صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ زمین و آسمان کا حاکم ہوتا ہے جس طرح اس کا تصرف زمین میں نافذ ہوتا ہے اس طرح آسمانوں میں بھی نافذ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

خان صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

مولوی سرفراز خان صاحب نے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ ثابت کرنے کیلئے کہ ان کے معجزات میں ان کے ارادے و اختیار کو دخل نہیں یہ

آیت کریمہ پیش کی ہے۔

واسلنا له عین القطر ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه

ترجمہ:

اور بہا دیا ہم نے اس کیلئے چشمہ پگھلے ہوئے تانبے کا اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے تھے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے۔

خان صاحب کا اس آیہ کریمہ سے استدلال باذن ربہ پر موقوف ہے۔ گویا حضرت کا نظریہ یہ ہے کہ جہاں باذن کا لفظ آجائے وہاں صرف اللہ رب العزت کا فعل ہوتا ہے کسی اور کے ارادے کو وہاں دخل نہیں ہوتا لیکن خان صاحب کو چاہیے تھا کہ اس آیت کریمہ پر غور کرتے۔

ولسلیمن الریح عاصفة تجری بامره الی الارض التی بارکنا فیها وکنا بکل شی عالمین ومن الشیطین من یغوصون له ویعملون عملا دون ذلك

ترجمہ:

اور سلیمان کے تابع کی ہوا زور سے چلنے والی جو چلتی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف جہاں ہم نے برکت دی اور ہم کو سب چیز کی خبر ہے اور تابع کیے کتنے شیطان جو غوطہ لگاتے اس کے واسطے اور بہت سے کام بناتے اس کے سوا۔

(ترجمہ محمود الحسن)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں حضرت سلیمان نے دعا کی تھی۔

رب اغفرلی وهب لی ملکا لاینبغی لا حد من بعدی

ترجمہ:

اللہ نے ہوا اور جن ان کیلئے مسخر کر دیئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک تخت تیار کرایا تھا جس پر مع اعیان دولت بیٹھ جائے اور ضروری سامان بھی بار کر لیا جاتا پھر ہوا آتی زور سے اس کو زمین سے اٹھاتی پھر اوپر جا کر نرم ہو ان کی ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔

رخاء حيث اصاب

(تفسیر عثمانی ص ۵۶۸)

اسی طرح سورۃ السباء میں ارشاد باری تعالی ہے بناتے تھے اس کے واسطے جو کچھ چاہتا قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئیں۔

(سورۃ سبا پارہ ۲۲ آیت ۱۳)

اس آیہ کریمہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جنوں پر بھی سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی جس طرح آپ چاہتے تھے وہ اسی طرح کرتے تھے تو اسی مقام پر یہ بھی ارشاد باری تعالی ہے کہ اگر وہ علمکیب جانتے تو پھر نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ جن جو کام کرتے تھے اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے تھے کیونکہ ان کے کام کے اندر ان کے ارادے واختیار کو دخل نہ ہوتا تو اللہ رب العزت یہ ارشاد نہ فرماتے کہ

ان لو کانو ایعلمون الغیب مالبثوافی العذاب المهین

کیونکہ ان کو پتہ نہیں چلا تھا کہ سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے وہ بھی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اور ہمیں دیکھ رہے ہیں اس سے پتہ چلا کہ وہ کام کے ترک کرنے پر قادر تو تھے لیکن خوف کے مارے کام میں لگے رہے۔

سرفراز صاحب نے جو آیت پیش کی ہے کہ جن اللہ کے امر سے کام میں لگے رہتے تھے اس سے پتہ نہیں ان کا مدعا کیسے ثابت ہو گیا کہ سلیمان علیہ السلام اپنے معجزات میں بے اختیار تھے جبکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

هذا عطاونا فامنن اوامسك بغير حساب

یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا تو اللہ رب العزت تو یہ بتلا رہے ہیں کہ ہم نے سلیمان پر اسلام کو اتنا تصرف عطا فرمایا تھا اور اتنا بااختیار بنایا تھا کہ ان کو یہ تمام تصرفات کسی اور کو بھی عطا کر دینے کی اجازت تھی جیسا کہ اشرفعلی تھانوی نے بھی اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے۔

دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے معمولی خدمتگاروں کی طرح ان کے کام میں لگے رہتے تھے اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ورنہ انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی حکومت بھی جنوں اور انسانوں پر تھی اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

كان النبي عليه السلام نافذ الحكم على الجن ولانس
(تفسیر مظہری جلد ۷ ص)

سرفراز صاحب کا ایک اور بھونڈا استدلال:

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی قوم موت سے ڈر کر کہیں بھاگ نکلی تو اللہ تعالی نے ان کو فرمایا مر جاؤ پس وہ مر گئے پھر اللہ تعالی نے ان کو زندہ کر دیا۔

سرفرازی استدلال کا رد:

حضرت نے ثابت تو یہ کرنا تھا کہ معجزات کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا لیکن حضرت نے جو آیت پیش کی ہے اس آیت کا ان کے دعوی سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ تو مولوی سرفراز صاحب نے جو دو آیتیں پیش کی ہیں۔

۱۔ من الجن من یعمل الخ

۲۔ فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم

ان دونوں آیات کا ان کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے تو حضرت سے گزارش یہی ہے کہ کم از کم یہ تو خیال رکھا کریں کہ جو میں دلائل پیش کر رہا ہوں ان سے میرا دعوی ثابت بھی ہوتا ہے یا نہیں نیز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب ارشاد الطالبین کا حوالہ دیتے رہتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اولیاء کرام کو متصرف جاننا اور حاجت روا ماننا شرک ہے لیکن ہم نے جو انہی کی کتاب تفسیر مظہری کا حوالہ دیا ہے کیا یہ حوالہ بھی حضرت کے نزدیک قابل قبول ہے یا نہیں اگر قابل قبول ہے تو پھر ان کی پوری کتاب ہی لغو ٹھہری کیونکہ انہوں نے کتاب لکھی اس مقصد کیلئے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام با اختیار نہیں ہیں۔

اور اگر یہ حوالہ ان کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ارشاد الطالبین کی عبارات قابل قبول ہوں اور تفسیر مظہری کی عبارات نا قابل قبول ہوں نیز حضرت یہ ارشاد فرمائیں کہ جب آپ ان کے حوالے پیش کریں تو وہ بیہقی وقت بھی ہوتے ہیں مفسر قرآن بھی ہوتے ہیں اور جب اہل سنت ان کے کسی قول سے استدلال کریں تو پھر ان کی یہ حیثیات ختم ہو جاتی ہیں

اس کی کیا وجہ ہے۔

سرفراز صاحب کا عیسی علیہ السلام کے معجزات کے غیر اختیاری ہونے پر قرآنی آیات سے غلط استدلال:

سرفراز صاحب نے یہ آیت کریمہ معرض استدلال میں پیش کی ہے۔

واذ تخلق من الطین کهیئة الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرا باذنی وتبری الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی

ترجمہ:

جب تو بناتا تھا گارے سے پرندہ کی صورت میرے حکم سے پھر تو پھونک مارتا تھا اس میں تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا تو مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑا کرتا زندہ کر کے مردوں کو میرے حکم سے۔

خان صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ باذنی اور دوسرے مقام پر باذن اللہ محض اس لئے دہرایا گیا ہے کہ ان معجزات کے اندر عیسی علیہ السلام کے ارادے کو دخل نہ تھا۔

خان صاحب کے استدلال کا حقیقی جائزہ:

خان صاحب کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ چونکہ یہاں باذن اللہ کا لفظ واقع ہوا ہے لہذا عیسی علیہ السلام کے ارادے کے بغیر ہی یہ معجزات صادر ہوئے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ باذن اللہ کے لفظ سے یہ قطعا ثابت نہیں ہوتا کہ جہاں یہ الفاظ آ جائیں وہاں کسی مخلوق کا اس کے فعل کے اندر کسی قسم کا دخل

نہیں ہوتا جس طرح آیت کریمہ ہے۔

وما کان لنفس ان تو من الاباذن اللہ

تو یہاں بھی باذن اللہ کا لفظ آیا ہے تو کیا کسی انسان کو ایمان لانے میں کوئی قدرت نہیں ہوتی اور وہ ایمان لانے میں مجبور محض ہوتا ہے اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

کیا جولوگ انبیاء علیہم اللہ کی اطاعت کرتے ہیں بغیر ارادے اور اختیار کے کرتے ہیں جو کام بغیر ارادے اور اختیار کے صادر ہو اس پر تو کوئی ثواب مترتب نہیں ہوتا اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

کم من فئتة قلیلة غلبت فئته کثیرة باذن اللہ

اللہ تو کیا جب چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آتی ہیں تو اس غلبہ کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا اس طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

فھزموھم باذن اللہ

تو کیا مسلمانوں کی اس فتح کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن اللہ

تو کیا جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اس میں ان کے کسب کو دخل نہیں تھا اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

سا بق باالخیرات باذن اللہ

تو کیا نیکیوں میں سبقت لے جانے والے حضرات بغیر ارادے اور اختیار کے سبقت لے جاتے ہیں اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

فانہ نزلہ علی قلبك باذن اللہ

تو کیا جبرئیل علیہ السلام کے قرآن مجید کو نازل کرنے میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

فھدی اللہ الذین امنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ

تو کیا اللہ تعالی نے جن کو ہدایت دی تو کیا اس ہدایت کے پانے کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو کوئی دخل نہیں تھا؟ اس طرح جادوگروں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ

تو کیا جادوگر جو نقصان پہنچاتے ہیں اس میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔ جادو کرنا حرام ہے اور حلت وحرمت کا تعلق افعال اختیاریہ سے ہوتا ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ

تو کیا انبیاء علیہم السلام یا باقی لوگ جو شفاعت کریں گے اس میں انہیں کوئی اختیار نہیں ہوگا کیا وہ بغیر ارادے اور اختیار کے کیسے شفاعت کرسکیں گے کیا ان کی زبان سے ویسے ہی شفاعت والے کلمات ادا ہوتے چلے جائیں گے اور کیا معاذ اللہ انہیں اپنی زبان پر ہی کنٹرول کوئی نہ ہوگا اور اسی طرح شیطان کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے۔

ولیس بضارھم شیا الاباذن اللہ

شیطان نہیں نقصان دے سکتا ایمان والوں کو مگر اللہ کے حکم سے تو کیا شیطان نقصان دینے میں بالکل بے بس اور مجبور ہے اور کالجماد ہے اگر شیطان بالکل مجبور محض ہے تو پھر اس کو اگلے جہان لوگوں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے عذاب کیوں ہوگا نیز

اگر وہ گمراہ کرنے میں مجبور اور بے بس تھا تو اس نے یہ اعلان کیوں کیا تھا۔

لاغوینھم اجمعین

اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ

لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا

نیز اس کا یہ کہنا ولاضلنھم نیز باری تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

فمن تبعك منھم فان جھنم جزاؤکم جزاءً موفورا

اگر گمراہ کرنا اس کے بس میں ہی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ جو تیری اتباع کرے گا ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم

تو کیا فرشتے اور روح الامین جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں تو کیا معاذ اللہ پتھر کی طرح نیچے آتے ہیں ان کے ارادے اور اختیار کو اس میں دخل نہیں ہوتا اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے روح القدس بے شمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تا کہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفید کریں۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۰۲۹)

اسی طرح ایک اور مقام پر شبیر احمد صاحب لکھتے ہیں یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعین کے لئے فرشتے آتے ہیں سرفراز صاحب سے استفسار یہ ہے کہ ملک الموت جب روح قبض کرتا ہے تو اللہ کے اذن سے کرتا ہے یا بغیر اذن اگر اللہ کے اذن سے کرتا ہے تو کیا اس قبض روح کے اندر اس کا کوئی ارادہ اور اختیار نہیں ہے اور اگر بغیر اذن کے کرتا ہے تو یہ بات بدیہی البطلان ہے تو پھر ثابت ہوگیا کہ جو کام باذن اللہ واقع ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس سے وہ کام صادر ہو اس کے ارادے اور اختیار کے بغیر صادر ہوتا ہے نیز سرفراز صاحب جو کتابیں لکھتے ہیں وہ باذن اللہ لکھتے ہیں یا بغیر اذن اللہ اگر بغیر اذن اللہ لکھتے ہیں تو یہ کتب عقائد کے خلاف ہیں کیوں کہ کتب عقائد میں تصریح ہے کہ دنیا میں جو بھی کام ہوتا ہے اللہ کے اذن اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اور اگر وہ اللہ کے اذن ساتھ کتب تصنیف کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے اگر وہ باذن اللہ کرئی کام کریں تو ان کے ارادے اور اختیار کی نفی نہیں ہوتی تو پھر اگر عیسیٰ علیہ السلام باذن اللہ امور سر انجام دیں تو ان کا مجبور محض ہونا کیسے ثابت ہو جائے گا۔

ومالکم کیف تحکمون

نوٹ:

باذن اللہ کے بارے میں کثیر آیات ہم گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں یہ تو ہم بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک نقل کی ہیں جو چاہے مزید تفصیلات کیلئے اسی کتاب کے گذشتہ صفحات میں اسی بحث کا مطالعہ کرے۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

حضرت کہتے ہیں کہ جہاں باذن اللہ کا لفظ آجائے تو اس لئے آتا ہے تا کہ پتہ چلے اس کام میں اللہ رب العزت ہی موثر ہے اور جو باذن اللہ کا لفظ بول رہا ہو اس کے کسب اور ارادے کو اس میں دخل نہیں ہے تو حضرت یہ ارشاد فرمائیں کے اگر باذن اللہ کے لفظ کا آنا کسب اور اختیار کا نافی ہے۔ تو جہاں یہ لفظ نہ واقع ہوں اس مقام پر تو کسب اور اختیار ثابت ہو جائے گا پھر بھی خان صاحب کو ماننا پڑے گا کہ بعض معجزات انبیاء کے ارادے سے بھی صادر ہوئے ہیں تو پھر ان پر بھی زد آئے گی۔ القرار ما منہ الفرار۔

سرفراز صاحب اس آیت پر غور کریں۔

وانبئکم بماتاکلون وماتدخرون فی بیوتکم

عیسی علیہ السلام کا گھر میں چھپی ہوئی چیزوں کی خبر دینا اور کھائی ہوئی چیزوں کی خبر دینا یہ ان کا معجزہ تھا اور یہاں باذن اللہ کا لفظ بھی نہیں ہے۔ تو کیا خان صاحب تسلیم کریں گے کہ یہ معجزہ عیسی علیہم السلام کے اختیار سے صادر ہوتا تھا اسی طرح سیدنا یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیراً

تو کیا سرفراز یہ تسلیم کریں گے کہ یوسف علیہ السلام کا یہ معجزہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا کیوں کہ یہاں باذن اللہ نہیں ہے۔

نوٹ: سرفراز صاحب نے جو آیہ کریمہ اذتخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی سے استدلال کیا ہے یہ خود ان کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عیسی علیہ السلام کو مٹی کی شکل کا پرندہ بنانے پر بھی قدرت نہ ہو حالانکہ یہ عام چھوٹے بچے بھی بنا لیتے ہیں۔ کیا عیسی علیہ السلام کی قدرت ان چھوٹے بچوں سے بھی کم تھی؟

خان صاحب کا ایک اور عجوبہ:

خان صاحب عیسی علیہ السلام کے مختار ہونے کی نفی پر دوسری دلیل قائم کرتے ہیں لکھتے ہیں عیسی علیہ السلام نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ ہم پر دسترخوان نازل فرما کہ وہ عید اور خوش بن جائے ہمارے پہلے اور پچھلوں کیلئے اور نشانی ہو تیری طرف سے۔

خان صاحب کے استدلال کا توڑ:

خان صاحب کو یہ کس نے بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے محتاج نہیں ہیں بلکہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے عبد اور مخلوق

ہیں اور ہر لحہ اور آن میں اس کی ذات پاک کے محتاج ہیں۔ کیوں کہ بے نیاز ہونا تو اسی کی شان ہے کما قال اللہ تعالی اللہ الصمد لیکن بعض اوقات انبیاء علیہ السلام خود تصرف فرما کر لوگو کی مشکلات کو حل کرتے ہیں جس طرح عیسی علیہ السلام کے پاس روز انہ پچاس ہزار مریض آئے اور شفایاب ہو کر جائے جیسا کہ علامہ صادی اور امام بغوی نے لکھا ہے اور بعض اوقات دعا کر کے لوگوں کی کو پورا کرتے جس آپ کی دعا مبارک سے دسترخوان نازل ہوا بلکہ یہ آیت تو سرفراز صاحب کے مسلک خلاف ہے ان کا تو تقویۃ الایمان کی رو سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور اس آیت کریمہ سے پتہ چل رہا ہے کہ عیسی علیہ السلام کے حواریوں کے چاہنے سے دسترخوان نازل ہوگیا تو سرفراز صاحب کو چاہیے کہ کم از کم وہ دلائل دیا کریں جو ان کے مدعا پر دلالت کریں حضرت دلیل اپنے دعوی پر قائم کرتے ہیں اور نادانستہ طور پر تائید اہل سنت کی کر جاتے ہیں۔

خان صاحب کا ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے غلط استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر چار پرندوں کا زندہ ہو کر ان کے بلانے پر ان کے پاس آنے کا ذکر موجود ہے اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہو جانے کا بھی ذکر موجود ہے خان صاحب کہتے ہیں دونوں واقعات سے ثابت ہوا کہ معجزات کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔

خان صاحب کے استدلال کی کمزوری:

خان صاحب نے یہ جو ابراہیم علیہ اسلام کا واقعہ پیش کیا ہے۔ اس کا ان کے دعوے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیوں کہ علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مردے زندہ کرنے کی قدرت کا مطالبہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں ہے تو انہوں نے عرض کی لیطمئن قلبی تاکہ میرا دل اس آرزو کے بارے میں مطمئن ہو جائے۔ (مرام الکلام ص ۳۷)

یہ آیہ کریمہ تو اہل سنت کے مسلک کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہ السلام مردے زندہ کر سکتے ہیں اور علامہ پرہاروی علیہ الرحمۃ اسی آیت کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے قرب اور منزلت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تمہیں اپنے مرتبے کے بارے میں یقین نہیں کہ تمہارا میرے نزدیک کیا مقام ہے انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں بلکہ میں مزید اطمینان کیلئے یہ مطالبہ کرتا ہوں اس طرح کی عبارات تفسیر کبیر اور نبراس کے اندر بھی موجود ہیں اور خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں تو پتہ نہیں ان کی عقابی نگاہوں سے یہ کتابیں اور ان کی یہ عبارات کیسے اوجھل رہ گئیں؟

نیز اس آیت کریمہ سے تو سرفراز صاحب کے مسلک کی الٹا تردید ہوتی ہے ان کا مسلک تو یہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے خلیل علیہ السلام کے چاہنے سے چار مردہ پرندے زندہ ہو گئے اور ان کی دعوت پر ان کے پاس پہنچ گئے نیز معجزات کے صدور کی دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں کبھی ان کی دعاؤں سے وقوع پذیر ہوتے ہیں خان صاحب کو چاہیے کہ خدا کا خوف کریں دلیل اس امر پر دیا کریں جس کا فریق مخالف منکر ہے خان صاحب نے اہل سنت کی کس کتاب میں پڑھا ہے کہ انہوں نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج نہیں ہیں یا اللہ کی بارگاہ میں دعا نہیں کرتے۔ وسلیے تقریب نام کا کچھ خیال رکھیں اور خان صاحب نے عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے جو استدلال کیا ہے اس استدلال سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ عزیز علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے بلکہ خان صاحب نے خود اپنی کتاب ازالہ الریب میں مستدرک کے روایت نقل کی ہے اور اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں پتہ کہ عزیز علیہ السلام نبی ہے یا نہیں تو پھر جب خان صاحب کے نزدیک وہ نبی نہیں تو پھر خان صاحب ان کے دوبارہ زندہ ہو جانے کے واقع سے یہ استدلال کیسے کر رہے ہیں کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا نیز خان صاحب نے کسی سنی کی کتاب میں یہ پڑھا ہے کہ اس نے کہا ہو کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام معجزات میں بااختیار ہیں لہذا اللہ تعالیٰ ان کو فوت ہونے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا علی کل شی قدیر ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا اپنی زندگی میں اور وفات میں اس کا محتاج ہونا ایک مسلمہ امر ہے۔ جو چیز مسلم بین الفریقین ہو اس پر دلائل قائم کرنے کا کیا فائدہ دیکھیے آپ کے گنگوہی صاحب کو بقول آپ کے دونوں قسم کی قدرتیں حاصل تھیں مردوں کو زندہ کرنے کی اور زندوں کو مرنے نہ دینے کی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مارنا چاہا تو مر گئے خان صاحب حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے تو مردے زندہ کرنے کی قدرت نہیں مانتے اور نہ عیسی علیہ اسلام کیلئے مانتے ہیں اور اپنے گنگوہی صاحب کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ۔

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

لہذا خان صاحب سے گزارش یہی ہے کہ غیر متعلق استدلال اہل سنت کے مقابلے میں قائم نہ کیا کریں تا کہ شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔

خان صاحب کا ایک اور استدلال:

خان صاحب کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا ارشاد موجود ہے۔

وما کان لنا ان نأتیکم بسلطن الا باذن اللہ

ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم تمہیں معجزہ لا کر دیں مگر اللہ کے حکم سے تو خان صاحب کا یہ استدلال باذن اللہ کے لفظ سے ہے اور ہم گذشتہ اوراق میں درجنوں آیات پیش کر چکے ہیں کہ جہاں باذن اللہ کا لفظ آیا لیکن وہاں اختیار کی نفی ثابت نہیں ہوتی خان صاحب ہی بتلائیں کہ ہم سے امور عادیہ ثابت ہوتے ہیں کیا یہ باذن اللہ صادر ہوتے ہیں یا بغیر اذن اللہ ثابت ظاہر امر ہے ہمارے امور عادیہ اللہ کے اذن سے ہی صادر ہوتے ہیں تو جس طرح ان امور عادیہ کا باذن اللہ صدور ہمارے اختیار کی نفی نہیں کرتا اسی طرح انبیاء علیہ السلام سے بھی امور غیر عادیہ کا باذن اللہ صدور ان کے اختیار کی نفی نہیں کرتا جس طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو ہم باوجود قدرت کے امور عادیہ کو سرانجام نہیں دے سکتے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر معجزات نہیں دکھا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ذاتی ہے اور ان کا اختیار عطائی ہے دیکھیے جس طرح آنکھ دیکھنے کا سبب ہے اور ایسی چیز دیکھتی ہے جو فی الواقع موجود ہو لیکن جنگ بدر کے اندر مسلمانوں کی آنکھیں بھی سلامت تھی

کافروں کی آنکھیں بھی سلامت تھیں۔ لیکن مسلمان کافروں کو دیکھتے تو وہ تین سو تیرہ سے بھی کم نظر آئے اور کافر اگر مسلمانوں کو دیکھتے تو ان کو دو ہزار نظر آتے ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ یقللھم فی اعینکم یرونھم مثلیھم رای العین

خان صاحب کا ایک اور مغالطہ:

خان صاحب نے ایک اور آیت کریمہ اپنے مدعا پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ خان صاحب آیت کریمہ۔

قل انما الایات عنداللہ

سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ معجزہ نبی کے بس میں نہیں ہوتا۔

خان صاحب کے مغالطہ کا ازالہ:

خان صاحب کا اس آیت سے استدلال کرنا بھی محض سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش ہے کیونکہ اصل عبارت یہ تھی کہ کفار خوامخواہ بطور عناد معجزات کی فرمائش کرتے رہتے تھے تو اللہ رب العزت نے سرکار علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ارشاد فرمائیں کہ معجزات ظاہر کرنے کی حقیقی قدرت اللہ رب العزت کے پاس ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے یہ معجزات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ جب کسی قوم کے فرمائشی معجزات دکھلا دیے جائیں تو پھر وہ ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ان کو فوراً عذاب نازل کر کے تباہ کر دیتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

اسی طرح ارشاد باری ہے۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

یہاں عذاب استیصال کی نفی ہے نیز اللہ رب العزت نے یہ بھی ارشاد فرمایا اگر آپ چاہیں تو جس طرح یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں کہ کوہ صفاء سونا بن جائے اسی طرح کے دیگر مطالبات پورے کر دیے جائیں تو پھر اگر ایمان نہیں لائیں گے تو پھر ہم ان کو سخت عذاب دیں گے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں ان کو ان کے حال پہ چھوڑ دیا جائے۔

نوٹ:

یہ جو ہم نے روایت نقل کی ہے تفسیر زادالمسیر۔ اور درمنثور میں بسند حسن موجود ہے جیسا کہ طبرانی مجمع الزوائد وغیرہ میں مرقوم ہے نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمانا ہے۔

ولوانا نزلنا الیھم الملئکة وکلمھم الموتی وحشرناعلیھم کل شیٔ قبلاً ماکانو الیومنوا

اگر ہم اتاریں ان پر فرشتے اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

ولوان قرانا سیرت بہ الجبال اوقطعت بہ الارض اوکلم بہ الموتی بل للہ الامر جمیعا

ترجمہ:

اگر کوئی قرآن ہوتا کہ چلیں اس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہووے اس سے زمین یا ں سے مردے بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

تو دیو بن کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اگر یہ قرآن حسی طور پر ج وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع نہ کرتے تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہو ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں تو اس آیت کریمہ سے بھی ثابت وا کہ کفار کے یہ مطالبات محض عناد کے طور پر تھے کوئی ان کا مقصد ایمان لانا نہیں تھ اس لئے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کیونکہ حقیقی موثر اللہ رب العزت کی ذات پا ہے اور وہ احکم الحاکمین بھی ہے تو جب مصلحت ہوگی وہ خود ہی معجزہ کو میرے ہاتھ پیدا فرمادے گا میرا کام تمہیں تبلیغ کرنا ہے لہذا ضروری نہیں جو تم مطالبہ کرو میں ور ہی پورا کر کے دکھاؤں جیسا کہ شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ شخص مدعی نبوت ہو اس کا دعوی یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے ا کے قبضہ میں ہیں تو جب بھی اس سے کس امر کی فرمائش کی جائے تو وہ ضرور ہی دکھلائے تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا اور انہی کو معیار تصدیق تکذیب رایا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

(تفسیر عثمانی ص ۲۳۳)

تو خان صاحب کم از کم اور نہیں تو اپنے شیخ الاسلام کا حاشیہ ہی پڑھ لیتے تو پھر کم از کم اس طرح کا استدلال نہ تے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام باوجود اپنے تمام کمالات کے اللہ رب العزت کے تو محتاج ہی ہیں۔

خان صاحب کا ایک اور استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ کفار نے نبی کریم علیہ السلام سے چند فرمائشی معجزات طلب کیے تو اللہ رب العزت نے سرکار علیہ السلام سے ان کا جواب اس

طرح دلوایا اللہ رب العزت نے پہلے ان کے مطالبے کو ذکر فرمایا کہ کفار نے کہا تھا کہ ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرادے تو آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے یا تو لے آئے اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا تیرے لیے گھر ہو سونے کا ے اتو چڑھ جائے آسمان پر اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تو نہ اتار لائے ہمارے لئے ایک کتاب جس کو ہم پڑھ سکیں آپ کہہ دیں کہ میں نہیں ہو مگر بشر رسول تو مولوی سرفراز صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر سرکار علیہ السلام بس میں ہوتا کہ معجزات کو ظاہر کر سکتے تو یہاں ظاہر کر دیتے کیونکہ آپ یہی چاہتے تھے کہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔

الجواب:

خان صاحب کا یہ استدلال بھی اہل سنت کے مسلک کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کیونکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ معجزات کے دکھانے کی ذاتی قدرت اللہ تعالیٰ کو ہے اور ذاتی قدرت سے ہی یہ سارے امور جن کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا سرانجام دیئے جاسکتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی قدرت جو ہے وہ عطائی ہے تو جہاں اللہ رب العزت نہ چاہے تو وہ معجزات ظاہر نہیں کر سکتا اور اللہ رب العزت کی اپنی حکمت کے تحت ہی معجزات صادر ہوتے ہیں تو جہاں چونکہ اللہ کی حکمت نہیں تھی اس لئے صادر نہ ہوئے پھر سرفراز کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ یہ معجزات دکھلا دیتے تو وہ مسلمان ہو جاتے ان کی اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ کے خلاف ہے کیونکہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر وہ لکھتے ہیں کہ بطور تعنت اور عناد آنحضرت ﷺ سے معجزات کو طلب کرتے تھے تو ظاہر بات ہے کہ جب بطور تعنت اور عناد کے مطالبہ کرتے تھے تو اگر ان کے فرمائشی معجزات دکھلا

بھی دیئے جاتے پھر انہوں نے تو کونسا مسلمان ہو جانا تھا۔ اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میرا کام صرف تبلیغ کرنا ہے تمہارے مطالبات کا پورا کرنا اصل میں اللہ رب العزت کا کام ہے کیونکہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں ہے اور نبوت کے لوازم میں سے یہ بات نہیں ہے کہ جب بھی کوئی مطالبہ کسی نبی سے کیا جائے تو وہ ضرور ہی اسے پورا کر کے دکھائے جیسا کہ شبیر احمد نے اپنے حاشیہ پر لکھا ہے نیز اللہ رب العزت نے خود فرمادیا کہ اگر ان کے معجزات پورے کر بھی دیئے جائیں پھر بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے مطالبات پورے نہ کیے تاکہ ایمان نہ لانے کی صورت میں تباہی اور بربادی کے مستحق نہ بن جائیں خان صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح کے بیشمار دلائل ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کا معجزات میں بے اختیار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ خواہ مخواہ ان کا ایک بلند بانگ دعویٰ اور تعلّی ہے ان کے پاس ایک بھی قطعی دلیل ایسی نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہے البتہ بے بنیاد دعوے کرنے کا اور ڈینگیں مارنے کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

سرفراز صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

مولوی سرفراز صاحب آیۃ کریمہ۔

وان كان كبر عليك اعراضهم فان استطعت ان تبتغى نفقاً فى الارض اوسلما فى السماء فتاتيهم باية ولوشا الله لجمعهم على الهدى فلاتكونن من الجهلين۔ (سورۃ انعام پارہ ۷)

ترجمہ:

اے نبی ﷺ اگر آپ پر ہرگراں ہے ان کا منہ پھیرنا اگر آپ سے ہوں گے کہ ڈھونڈ نکالیں کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لادیں آپ ان کے پاس کوئی معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سو مت ہوں آپ نادانوں میں۔

مولوی سرفراز صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اگر معجزات دکھانے پر قادر ہوتے تو چونکہ آپ کی خواہش تھی کہ کفار سارے مسلمان ہو جائیں تو پھر آپ ایسا کوئی نشان آسمانوں سے لے آتے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا جس کو دیکھ کر لوگ ایمان سے سرفراز ہونے پر مجبور ہو جاتے۔

سرفراز صاحب کی مغالطہ دہی کا جواب:

اہل سنت حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اختیارات عطائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور قدرت ذاتی ہے تو اللہ رب العزت کی مشیت میں جو امر نہ ہو تو نبی کریم علیہ السلام کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ اس امر کو موجود کر سکیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی قدرت عطائی ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل حال نہ ہو تو عطائی قدرت موثر نہیں ہو سکتی جس طرح ہم بے شمار کاموں کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اللہ رب العزت کی قدرت شامل حال نہیں ہوتی تو ہم ان کاموں کو وقوع پذیر نہیں کر پاتے نبی کریم علیہ السلام کا مختار ہونا بایں معنیٰ تو نہیں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقابلے کی طاقت رکھتے ہوں کہ اللہ رب العزت نہ بھی چاہے تو پھر بھی کسی کام کو کر سکیں ایسا عقیدہ رکھنا تو شرک ہے پھر خان صاحب نے اس پر جو یہ تفریع مترتب کی ہے اور اس کو امام سیوطی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ نبی

کریم علیہ السلام کسی معجزہ کے دکھانے پر بھی قادر نہیں ہیں یہ خواہ مخواہ ان کا دجل ہے کیونکہ اس آیت کریمہ سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اس معین معجزے کو بھی نہ دکھانا ثابت ہوتا ہے لیکن کسی مخصوص معجزہ پر قدرت کی نفی سے تمام معجزات پر قدرت کی نفی لازم نہیں آتی جو سرفراز صاحب کا باطل مدعا ہے اسی دعویٰ پر خان صاحب نے جلالین کی عبارت پیش کی ہے۔

انك لاتستطيع ذلك فاصبر

اس عبارت کا تعلق ماقبل میں مذکور امر سے ہے اور خان صاحب نے اس عبارت کو ہر معجزہ پر منطبق کر دیا ہے یہ کہاں کی دیانتداری اور شرافت ہے یہ تو اس امر کا مصداق ہے۔

توجیہ الکلام بما لا یرضیٰ بہ قائلہ

ایک اہم اشکال کا جواب:

اہلسنت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہیں تو اس آیت کریم سے تو اس امر کی نفی ثابت ہوگی کیونکہ اگر نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہوتے آپ ﷺ کو مذکورہ امر پر قدرت ہوتی سو اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو جو مختار کل کہا جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کو اکثر امور کے بارے میں اختیار حاصل ہیں قولا کثر حکم الکل کے تحت آپ کو مختار کل کہا جاتا ہے لہذا اہلسنت کے مذہب پر کوئی اشکال نہیں ہے فریق مخالف کو چاہیے کہ پہلے اہل حق کے مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرے پھر اس پہ اعتراض کرے۔

مولوی سرفراز صاحب کا ایک اور انوکھا استدلال:

خان صاحب آیت کریمہ۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تو خان صاحب کا اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا معراج کرنا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور آپ کو اس معجزہ کے اندر کسی قسم کی قدرت حاصل نہیں تھی بلکہ صرف اللہ رب العزت کو ہی اس پر قدرت حاصل تھی۔

سرفرازی شبہ کا ازالہ:

خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا اس معجزہ کے اندر کسی قسم کا کسب نہیں تھا تو کیا نبی کریم علیہ السلام جب براق پر سوار ہوئے تھے تو اپنے ارادے اور اختیار سے ہوئے تھے یا بغیر ارادے و اختیار سے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام نے جو مسجد اقصیٰ میں جماعت کرائی یہ آپ نے ارادے اور اختیار سے کرائی یا ویسے ہی کرا دی اسی طرح مسجد اقصیٰ میں نماز کے بعد انبیاء علیہم السلام نے جو اپنے خدا داد مراتب بیان کئے اور نبی کریم علیہ السلام نے ہی اپنی خدا داد شان کو بیان فرمایا تو کیا یہ سارے امور جو وقوع پذیر ہوئے ان میں انبیاء علیہ السلام کے کسب اور ارادے کو دخل نہیں تھا کیا وہ امور جو ان سے صادر ہوتے رہے اس طرح ہوتے جس طرح لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم ہو اور جس طرح اس سے لکھنا صادر ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام پر اور آپ کی امت پر اللہ رب العزت نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں اور نبی کریم علیہ السلام نے نو بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دے کر پچاس کی پانچ کروا دیں۔

تو کیا معاذ اللہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ آنا جانا اس طرح تھا جس طرح کہ ایک پتھر کا نیچے گرنا ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا مختلف انبیاء کو سلام کرنا کیا

یہ آپ ﷺ کے ارادے کے بغیر صادر ہوا تھا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا جنت کی سیر فرمانا اور جہنم کا ملاحظہ فرمانا یہ بھی تو واقعہ معراج کا حصہ ہے تو کیا سرکار علیہ السلام کے جنت کی سیر کرنا اور جہنم کی ملاحظہ فرمانا یہ آپ کے قصد اور ارادے کے بغیر واقع ہوا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا مختلف گناہگاروں کو مختلف عذابوں میں مبتلا دیکھنا تو کیا ان امور کو ملاحظہ کرنے میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا کیا نبی کریم علیہ السلام کو اس امر پر قدرت نہیں تھی اگر چاہتے تو ان امور کا مشاہدہ نہ کرتے کیا نبی کریم علیہ السلام ان چیزوں کو دیکھنے میں مجبور محض تھے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ کم از کم کوئی بات تو عقل کی کیا کریں۔

خان صاحب کا ابن کثیر کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب حافظ ابن کثیر کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت کو معراج کرانے پر اس طرح کی قدرت حاصل ہے جس طرح کی کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور خان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی اس قدرت کا کون منکر ہے کہ وہ اپنے نبی کریم کو معراج کرا سکتا ہے جس امر کا کوئی منکر نہ ہو تو اس امر میں دلائل پیش کرنا گکھڑوی صاحب جیسے شیروں کا ہی کام ہے۔

خان صاحب کی ایک اور غیر متعلق بحث:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ معجزہ واقع نہیں ہوا ہے بلکہ اللہ رب العزت نے آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی معجزہ ہوتا ہے تو خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اہل سنت میں سے کس نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں معجزہ کا لفظ واقع ہوا ہے خان صاحب ایسی چیزوں پر حوالہ جات کیوں پیش کرتے ہیں جس کے اندر فریقین میں اختلاف کی کوئی نہیں ہوتا بلکہ متفق علیہ ہوتے ہیں۔

خان صاحب کا انشقاق قمر والے معجزہ سے غلط استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں چاند کا دوٹکڑے ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا اس معجزہ کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ (راہ ہدایت ص ۸۳)

ہم شق قمر والے معجزہ کو کتب حدیث سے نقل کرتے ہیں۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں اور خان صاحب کے غلط استدلال کی داد دیں صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حدیث پاک ہے۔

ان اهل مكه سا لو ارسول الله عليه السلام ان يريهم آيةً فاراهم القمر شقتين

ترجمہ:

اہل مکہ نے نبی کریم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کو چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔

فتح الباری اور تفسیر قرطبی کے اندر یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

ان فعلت تومنون

تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے کسب سے ہی واقع ہوا کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان کہ اگر میں اس طرح کروں تو تم ایمان لے آؤ گے یہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اس معجزہ کو صادر کرنے پر قادر تھے تو یہ حدیث پاک اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام معجزہ کے صادر کرنے میں باختیار ہیں اور خان صاحب الٹا یہ ثابت کر رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا اس معجزہ کے صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں تھا۔

ہم اس مقام پر محدث کبیر علامہ مناوی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ شاید تیرے دل میں اتر جائے میری بات علامہ مناوی فرماتے ہیں۔

عرض التصرف فی خزائن السماء برد الشمس بعد غروبها وشق القمرو رجم النجوم واختراق السماوات وحبس المطر وارساله ارسال الرياح وامساكهاو تظليل الغمام وغير ذلك من الخوارق۔

(حاشیہ سراج منیر جلد ا ص ۳۶ فیض القدیر جلد ا ص ۱۴۸)

ترجمہ:

یعنی حضور ﷺ کو آسمانوں کے خزانوں میں تصرف ملا جیسے غروب شدہ سورج کو واپس پھیرنا چاند کو چیرنا رجم نجوم آسمانوں کو چیرنا بارش روکنا اور برسانا ہوائیں چلانا اور ان کا روکنا ابر کا سایہ کرنا اور اس کے علاوہ جو خوارق ہیں۔

نوٹ:

اب خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ علامہ مناوی تو فرمائیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو چاند توڑنے کی قدرت حاصل ہے۔ بارش کے برسانے کی یا روکنے کی بھی قدرت حاصل ہے اور ہواؤں کو چلانے کی اور روکنے کی بھی قدرت حاصل ہے۔ تو اب ہمارے لئے قابل عمل آپ کا فیصلہ ہے یا علامہ مناوی کا نیز یہ فرمائیں کہ علامہ مناوی حدیث رسول ﷺ کو بہتر سمجھتے ہیں یا آپ تو کیا علامہ مناوی نے اس طرح عبارتیں لکھ کر قارئین کو شرک میں مبتلا کیا۔ کیا اگر وہ آپ کے دور میں ہوتے تو کیا آپ ان کو گلدستہ توحید اور راہ ہدایت کے پڑھنے کی ترغیب دیتے کہ وہ شرک سے بچ جائیں۔ علامہ مناوی کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔

حدیث پاک اعطیت مفاتیح خزائن الارض کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

المراد خزائن العالم باسرہ کہ نبی کریم علیہ السلام کو تمام جہان خزانوں کی چابیاں دیدی گئی ہیں اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ مناوی کے نزدیک آقائے نامدار علیہ السلام پوری کائنات میں متصرف ہیں۔ (فیض القدیر جلد اول ص ۵۶۴)

سرفراز صاحب کا حضرت آصف بن برخیا کے تصرف سے انکار:

حضرت لکھتے ہیں کہ حضرت آصف بن برخیا جو تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیا تھا وہ اصل میں اللہ رب العزت کا فعل تھا اور حضرت آصف کی طرف اس کے لانے کی نسبت مجازی ہے حضرت نے اس بات کو مفسرین کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ کسی ایک تفسیر کا بھی صریح حوالہ پیش نہیں کر سکتے جس میں صراحتاً لکھا ہوا ہو کہ یہ اسناد مجازی ہے اور حضرت آصف اس تخت کے لانے پر قادر نہیں تھے نیز حضرت اس امر پر غور کریں کہ جن جو دعوی کر رہا ہے کہ

انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک

ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس پر طاقت رکھتا ہو امانت دار ہوں۔ (ترجمہ بیان القرآن اشرفعلی تھانوی)

اب سرفراز صاحب یہ بتلائیں کہ جن جو دعوی کر رہا ہے کہ میں تخت لا کر حاضر کرتا ہوں اور میں اس پر قادر بھی ہوں کیا جن ابھی اسم اعظم جانتا تھا جس کی وجہ سے وہ یہ دعوی کر رہا ہے کیا سرفراز صاحب جن کو متصرف مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کے تصرفات کا انکار کرتے ہیں ان کو سرکش جن سے اتنی محبت کیوں ہے اور اللہ کے ولی سے اتنا بغض کیوں ہے نیز سلیمان علیہ السلام نے جو مطالبہ پیش کیا تھا ایکم یاتینی بعرشھا تو یہ مطالبہ انہوں نے اللہ رب العزت سے کیا تھا یا اپنے درباریوں سے کیا تھا؟

خان صاحب کی نظر سے یہ الفاظ نہیں گزرے یایھا الملاء اے اہل دربار نیز کم از کم خان صاحب اپنے تھانوی صاحب کا تفسیری نکتہ جو انہوں نے بیان القرآن میں لکھا ہے وہی دیکھ لیتے۔

تھانوی صاحب تفسیر بیان القرآن کے صفحہ ۲۷۷ پر لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کا مقصد جنوں کو سنانا اور دکھانا تھا کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں بھی نہیں نیز تھانوی صاحب آیت کریمہ۔

قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک

تھانوی صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں گکھڑوی صاحب کم از کم اپنے اکابر کی تفاسیر کا تو مطالعہ کر لیا کریں تا کہ ان کو اس طرح کی صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے جو اہل سنت کے مواخذہ کے وقت ان کو پیش آتی ہے نیز دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی بھی اسی مقام پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام یہ بتلانا چاہتے تھے کہ وہ نرے ظاہری بادشاہ ہی نہیں بلکہ مافوق الاسباب باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں نیز خان صاحب کم از کم سلیمان کے علیہ السلام کے الفاظ پر ہی غور کر لیے جو انہوں نے فرمایا اور درباریو کون ہے جو بلقیس کا تخت میرے پاس لائے۔

تو ظاہر بات ہے وہ سمجھتے تھے کہ میرے دربار میں ایسے لوگ ہیں جو اتنی بڑی مسافت پر پڑے ہوئے تخت کو تھوڑی سی دیر میں پیش کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تب ہی آپ نے یہ مطالبہ فرمایا نیز گکھڑوی صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے اسم اعظم پڑھ کے تخت منگوایا تھا لہذا ان کو خود لانے پر قدرت نہیں تھی حضرت یہ بتلائیں کہ ان کو خود لانے قدرت نہیں تھی تو انہوں نے یہ اعلان کیوں کیا۔

انا اتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك

کیا خان صاحب میرے اگر کوئی مطالبہ کرے کہ تم اتنی بڑی مسافت میں پڑے ہوئے تخت کو جلد از جلد پیش کریں تو کیا وہ یہ دعوی کریں گے کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے لاسکتا ہوں جیسا کہ حضرت آصف نے دعوی فرمایا۔

نیز ایک قابل غور امر یہ ہے کہ خان صاحب اسم اعظم پڑھ کر لانے کو ان کے اختیار کی نفی کی دلیل سمجھتے ہیں جبکہ ان کے حکیم الامت تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت آصف نے کہا کہ میں قوت معجزہ سے لاؤں گا اور آپ نے اسم اعظم کے ذریعے تخت منگوا لیا تو تھانوی صاحب اسم اعظم کے ذریعے لانے کو بھی ان کی قدرت کی دلیل سمجھتے ہیں جیسا کہ تھانوی صاحب کا پہلے ایک حوالہ گزرا کہ سلیمان علیہ السلام جنوں کو دکھلانا چاہتے تھے کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں بھی نہیں تو کیا تھانوی صاحب اپنے نظریہ میں سچے ہیں یا خان صاحب سچے ہیں نیز خان صاحب کے پسندیدہ مفسر علامہ آلوسی اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ حضرت آصف نے تصرف کر کے تخت کو ملک سبا میں معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس موجود کر دیا۔ نیز خان صاحب اس سلسلے میں تفسیر ابو سعود روح المعانی اور دیگر تفاسیر کا مطالعہ کریں اگر ان تفاسیر کو دیکھنے کی فرصت نہیں ہے تو کم از کم اپنے تھانوی صاحب کی بیان القرآن ہی دیکھ لیں۔

خان صاحب کا شاہ ولی اللہ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب شاہ ولی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جاننا چاہیے کہ مردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجتیں طلب کرنا کہ وہ حاجات کے پورا ہونے کا محض

سب ہیں خالص کفر ہے اور اس کو یہ کلمہ شہادت حرام قرار دیتا ہے اور اس زمانہ میں بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ (الخیر الکثیر ص ۱۱۰۵)

خان صاحب کہتے ہیں کہ مردوں سے حاجت طلب کرنا اور محض ان کو سبب سمجھ کر حضرت شاہ صاحب کے نزدیک کفر ہے تو جب سبب سمجھ کر ان کے حاجات طلب کرنا کفر ہے تو خود ان کو موثر سمجھ کر حاجات طلب کرنا کیونکہ کفر نہ ہوگا۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے جو خان صاحب نے بات لکھی ہے ہمارا اغالب گمان یہ ہے کہ یہ عبارت شاہ صاحب کی نہیں ہے کسی دیوبندی وہابی کا الحاق ہے کیونکہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو ایک سو گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاءللہ پڑھے تو اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔

اب خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ جو عبارت آپ نے شاہ صاحب کی طرف منسوب کی ہے اگر اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو معاذ اللہ خود شاہ صاحب پر فتوی کفر لاگو ہو جائے گا نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب لانتباہ میں فرماتے ہیں کہ وہ ان کے گیارہ مشائخ حدیث جواہر خمسہ کو بطور وظیفہ پڑھا کرتے تھے اور جواہر خمسہ کے صفحہ ۲۸۱ پر یہ شعر موجود ہے۔

ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عوناً لك فی النوائب
کل ھم وغم سینجلی بولایتك یا علی

تو پھر خان صاحب کا کیا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب یہ وظیفہ پڑھ کر کافر ہو گئے یا مسلمان رہے۔ اسی طرح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”ھمعات“

کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود وانجذاب دریوزہ کند.

مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ اوران کی قبروں کی زیارت کرے اور ان سے جذب کی بھیک مانگے اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۶۱ پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ درقبر خود مثل احیا تصرف فی کند۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ زندوں کی طرح تصرف فرمارہے ہے اسی طرح حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر ارشاد فرماتے ہیں ایں فقر چوں بعالم ارواح متوجہ شد آنجا چند طبقہ یافت۔ طبقہ ملا اعلی ودرانجاہ ملائکہ علویہ مدبرہ رایافت چوں جبرئیل ومکائیل وبعض نفوس بنی آدم رایافت کہ بایشاں لاحق شدہ اندوہم رنگ ایشاں گشتہ۔

ترجمہ:

یہ فقیر جب عالم ارواح کے اندر متوجہ ہواتو وہاں چند طبقات پائے ایک ملا علی کا طبقہ پایا اور اسی جگہ بلند مرتبہ ملائکہ کوپایا جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں مثل جبرئیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام کے اور بعض بنی آدم کے نفوس کو پایا کہ ملائکہ کے ساتھ لاحق ہوچکے تھے اور ان جیسی صفات سے متصف ہوچکے تھے یعنی جس طرح ملائکہ کائنات کا نظام چلاتے ہیں وہ نفوسیہ قدسیہ بھی کائنات کے مدبرین میں سے تھے اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۸۲ اور ۸۳ پر لکھتے ہیں حضرت غوث اعظم ظاہر بات ہے غوث کا معنی ہوتا ہے فریاد کو پہنچنے والا نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب انفاس العارفین میں لکھتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھ رہے تھے اور فرمایا

کہ جزیاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے چوتھا مصرعہ بھول گیا ایک بزرگ نورانی شکل میں ظاہر ہوئے انہوں نے مجھے وہ مصرعہ یاد دلایا حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ فرمایا کہ میں نے ان کو پان کی پیشکش کی تو وہ مسکرائے اور فرمایا کیا یاد دلانے کی اجرت ہے پھر وہ تیزی کے ساتھ چلے ایک پاؤں اٹھایا اورگلی کے آخر میں پہنچ گئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو پکارا کہ اپنے نام پر تو مطلع کردو تاکہ فاتحہ تو پڑھ سکوں تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ سعدی میں ہی ہوں۔ (انفاس العارفین ص ۴۰ فارسی۔ اردو ص ۱۰۰)

اب سرفراز صاحب اپنے نظریہ پر غور کریں ان کا نظریہ یہ ہے کہ فوت شدہ لوگوں کو مددگار سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ وہ حاجات پوری کرسکتے ہیں یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے اب حضرت شاہ صاحب نے جو واقعہ نقل فرمایا ہے کیا خان صاحب کے نزدیک انہوں نے یہ کفریہ واقعہ نقل فرمایا؟

لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ ایسی بہتان طرازی سے توبہ کریں کیونکہ اگر کسی فوت شدہ کا مدد کرنا شرک ہوتا اور حضرت شاہ صاحب کا بھی یہی نظریہ ہوتا تو ہرگز اس واقعہ کو اپنی کتاب میں جگہ نہ دیتے اسی طرح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض نفوس انسانیہ ملاء اعلی کا قرب حاصل کرلیتے ہیں اوران میں شامل ہوکر خلق خدا کی مدد کرتی ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو حجۃ اللہ علی البالغہ جلد اول ص ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۷۔ ۷۴۔ ۱۱۱۔

حضرت شاہ صاحب اپنی کتاب اطیب النغم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ صلی اللہ علیک یا خیر خلقہ ویاخیر مامول ویا خیرواھب صلوۃ بھیجے اے بہترین

خلائق آپ پر اللہ تعالیٰ کیونکہ بہترین امید گاہ اور بہترین داتا ہو۔ اسی قصیدہ میں مزید لکھتے ہیں۔

ویا خیر من یرجی لکشف رزیة
ومن جوده قدفاق جود السحائب

اے وہ کریم کہ مصائب دور کرنے میں بہترین امید گاہ ہو اور جن کا جود ونوال برستے بادلوں پر فائق ہے۔ اس کے بعد مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

فاشهد ان الله راحم خلقه
وانك مفتاح لكنز المواهب

پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے اور تم عطاؤں کے خزانے کی کنجی ہو۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

وانت مجیری من هجوم ملمة
اذا انشبت فی القلب شر المخالب

اور تم مجھے پناہ دینے والے ہو نازل ہونے والے مصائب ہجوم میں جب دل میں وہ بدترین پنجے گاڑیں۔ مزید فرماتے ہیں۔

فما انا اخشی ازمة مدلهمة
ولا انا من ریب الزمان براهب

تو بھی نازل ہونے والی مصیبت سے خوف نہیں کھاتا اور نہ حوادث زمانہ سے ڈرتا ہوں۔

فانی منکم فی قلاع حصينة
وحد حديد من سيوف المحارب

کیونکہ میں تمہاری بدولت محفوظ قلعوں میں ہوں۔ اور جنگجوؤں کی تلواروں

اے آہنی دیوار کی اوٹ میں ہوں۔

رسول الله یا خیر البرایا
نوالك ابتغی یوم القضاء

اے رسول خدا! اے بہترین خلائق میں روز قیامت آپ ہی کے جود ونوال کا طالب ہوں مزید فرماتے ہیں۔

اذا ما حل خطب مدلهم
فانت الحصن من کل البلاء

جب کوئی تاریک مصیبت نازل ہو ہر بلا سے پناہ کا قلعہ آپ ہی ہیں مزید لکھتے ہیں

الیك توجهی وبك استنادی
وفیك مطامعی وبك ارتجائی

میری توجہ آپ ہی کی طرف ہے اور آپ ہی میرا سہارا ہیں اور تم ہی سے طمع ہے اور تم ہی سے امید ہے اسی طرح کے اور بھی کئی اشعار ہیں لیکن اختصار کی ذکر نہیں کر رہے قارئین خود قصیدہ شریف کا مطالعہ فرمائیں۔

اب خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ تو شاہ صاحب کے ذمہ یہ لگا رہے تھے کہ ان کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ سے حاجت طلب کرنا یا حاجت پورا کرنے میں اس کو سبب سمجھنا یہ کفر ہے اور شرک ہے اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو نبی کریم علیہ السلام سے استغاثہ کیا ہے تو کیا حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس امر کا ارتکاب کرنے کے بعد مسلمان رہے یا مشرک ہو گئے۔

خان صاحب نے اپنی اسی کتاب راہ ہدایت میں حضرت شاہ صاحب کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ بزرگان دین کو حوائج کے پورا کرنے کے سبب سمجھ کبھی مدد

مانگنا شرک ہے اب حضرت شاہ صاحب کے بارے میں کیا فرمائیں گے کیا معاذ اللہ انہوں نے اپنے آپ کو کافر قرار دے دیا۔

اسی سلسلے میں ہم شاہ صاحب کی ایک اور کتاب فیوض الحرمین کا حوالہ پیش کرتے ہیں ہم اختصار کی خاطر اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

ہمیشہ آنحضرت ﷺ خلق کی طرف متوجہ ہیں جس وقت آپ متوجہ ہوتے ہیں خلق کی طرف تو نہایت قریب ہوتے ہیں تاکہ انسان اپنی کوشش و ہمت سے عرض کرے اور آپ فریادرسی کریں اس کی مصیبت میں یا اس کو برکتیں افاضہ فرمائیں۔

(فیوض الحرمین ص ۳۰)

اسی طرح انفاس العارفین کے صفحہ ۴۱ پر مرقوم ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کو اپنی داڑھی مبارک کے تین بال عطا فرماتے اور ان بالوں پر ابر سایہ کرتا تھا۔

اسی طرح لکھتے ہیں کہ میرے والد گرامی بیمار ہوگئے تو سرکار علیہ السلام تشریف لائے اور ان کو گلے لگایا تو ان کی علالت دور ہوگئی۔

اسی طرح کتاب درثمین میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کئی واقعات لکھے ہے جن میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے اپنی مشکلات کا حل طلب کیا اور سرکار علیہ السلام نے ان کی مشکلات کو حل فرمایا۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ خود اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور مذہب حق اہل سنت کی حقانیت کی داد دیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ایمان افروز اور باطل سوز ارشاد

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

اشتغل هولا باعلاء کلمة الله ونصر جزب الله وربما کان لهم لمة خیر بابن ادم دربما اشتاق بعضهم الی صورة جسدیة اشتیاقاشدیداً الی ان قال

والیه اشارة فی قوله تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیا عند ربهم یرزقون فرحین بما اٰتهم الله من فضله۔

(حجۃ اللہ علی البالغہ جلد اول ص ۷۵)

ترجمہ:

یہ لوگ کلمۃ اللہ اور اسلام کو سربلند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لشکروں اور مجاہدین اسلام کی امداد واعانت میں مصروف ہوجاتے ہیں اور کبھی انسان کے دل میں نیکی کا القاء کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق رہے جاتے ہیں دراں حالیکہ خوش ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت فوت شدہ بزرگان کے بارے میں ہے کیونکہ اسی عبارت کے شروع میں شاہ صاحب نے فرمایا ازمات الانسان اور خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کیا فرماتے ہیں اور آپ ان کی طرف کیا منسوب کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ہمعات کے صفحہ ۶۹ پر ارشاد فرماتے ہیں ازیں جاست تصرفات ایشاں ازقبیل ہمت بستن ودفع مرض ودیگر خوارق ایشاں۔

ترجمہ:

نقشبندی حضرات کے تصرفات میں سے یہ امر بھی ہے کہ کس کے ارادے کو ختم کر دینا کس کی مرض کو دور کر دینا اس کے علاوہ دیگر خوارق عادات امور۔

تو خان صاحب کہتے ہیں کسی فوت شدہ بزرگ کو سبب سمجھ کر بھی اس سے

مدد طلب کرنا کفر ہے اور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بزرگان دین امراض بھی دور کردیتے ہیں دیگر مشکلات بھی حل کردیتے ہیں اب خان صاحب حضرت شاہ صاحب کے بارے میں کیا کہیں گے کہ یہ بات کہہ کر وہ مسلمان رہے یا بریلویوں کی طرح مشرک ہوگئے۔

نوٹ:

ممکن ہے خان صاحب کہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت زندہ بزرگوں کیلئے ہے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ جو امر شرک ہو اس میں زندہ یا مردہ کا فرق نہیں کیا جاسکتا جب خان صاحب کے نزدیک کسی کو مشکل کشا سمجھنا اس کو خدا سمجھنے کے مترادف ہے تو پھر کیا کسی زندہ کو خدا سمجھا جاسکتا ہے اس لئے خان صاحب کو چاہیے کہ حضرت شاہ صاحب کی کتابوں کا بغور مطالعہ کریں بالخصوص انفاس العارفین، درثمین، ھمعات وغیرہ کا مطالعہ کریں

ان کو سینکڑوں اس طرح کے حوالہ جات مل جائیں گے جن سے مسلک اہل سنت کی پرزور تائید ہوتی ہے اور مذہب وہابیہ کی پرزور تردید ہوتی ہے ہم نے اختصار کی خاطر بطور مشت نمونہ از خروارے چند ایک حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ تشنہ بمیرد مستسقی ودریا ہمچناں باقی

اور ملاحظہ ہو۔

اندکے غم دل باتو گفتم وترسیدم کہ آزردہ نشوی ورنہ سخن بسیاراست

سرفراز صاحب کا اسمعیل دھلوی پر فتوی کفر:

مولوی اسماعیل صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ سید احمد بریلوی کو چشتی سلسلے کی ولایت اس طرح نصیب ہوئی کہ انہوں نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر

مراقبہ کیا اور اس طرح ان کو چشتی سلسلے کی ولایت نصیب ہوگئی۔

(صراط مستقیم ص ۱۳۶ (اردو)

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ کسی فوت شدہ بزرگ سے حاجات طلب کرنا سب سمجھ کر ہی کیوں نہ ہو کفر ہے اب خان صاحب اپنے امام اسماعیل دھلوی کے بارے میں کیا کہیں گے اس نے یہ کفریہ واقعہ بیان کیا ہے یا اس کے مرشد سید احمد بریلوی کے بارے میں کیا کہیں گے کہ اس نے حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر جاکر شرک کا ارتکاب کیا اسی صراط مستقیم میں مرقوم ہے کہ حضور غوث رضی اللہ عنہ نے اور شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے پرزور تاثیر کرکے سید احمد بریلوی کو قادری اور نقشبندی بنادیا۔

اسی طرح مخزن احمدی ص ۹۹ پر مرقوم ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر محمد علی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بھوک کی وجہ سے لاچار ہوں کوئی چیز کھانے کو عطا فرمائی جائے تو اس کو انگور کے دو خوشے نصیب ہوئے اور اس کی بھوک والی مشکل حل ہوگئی۔

اب خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ کسی فوت شدہ بزرگ سے طلب حاجت کفر ہے تو کیا یہ فتوی کفر صرف بریلوی حضرات کے لئے ہی ہے یا سید محمد علی کو بھی اسی سے کچھ حصہ پہنچے گا۔

خان صاحب کا متعارض کلام:

سرفراز صاحب اپنی کتاب تسکین الصدر میں لکھا ہے کہ حضرت بلال بن حارث نبی کریم علیہ السلام کے روزضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ سے بارش کیلئے دعا کی اور عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت بارش عطا فرمائے اس کے خان صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام سے اور دیگر بزرگان

دین سے یہ گزارش کرنا کہ اللہ رب العزت سے دعا کرنا کہ ہماری حاجت پوری ہوجائے یہ دعا کرنا جائز ہے اور حضرت نے اس سلسلے میں فقہا کے حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں کہ حضرات شیخین سے بھی اپنی شفاعت کیلئے عرض کرنا جائز ہے تو ایک کتاب میں حضرت نے اپنا یہ نظریہ بیان کیا ہے اور اپنی اسی کتاب راہ ہدایت میں بطور سبب کے بھی بزرگان دین سے حاجت روائی کی درخواست کرنا کفر قرار دے دیا حضرت کو یہ تو خیال رکھنا چاہیے کہ ایک کتاب میں کیا لکھ چکا ہوں اور دوسری میں کیا لکھ رہا ہوں۔

سرفراز صاحب کا شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی کی عبارت سے استدلال:

خان صاحب شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب شرکیہ عقائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انبیاء مرسلین علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت ثابت کرنا مثلاً علم غیب اور ہر ایک کی ہر جگہ فریاد سننا اور تمام مقدمات پر قدرت ثابت کرنا۔ (تفسیر عزیزی جلد اول ص ۵۲)

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب نے یہ جو عبارت پیش کی ہے اس میں علم غیب سے مراد ذاتی علم ہے اسی طرح قدرت سے مراد بھی ذاتی قدرت ہے جو اللہ تعالی کی قدرت کے مشابہ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود حضرت شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اپنے نور نبوت کے ذریعے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ اس کے دین وایمان کی کیا کیفیت ہے اور اس کی ترقی میں کون کونسی چیزیں

رکاوٹ ہیں بس نبی کریم علیہ السلام اپنی امت کے اچھے اعمال کو بھی جانتے ہیں برے اعمال کو بھی جانتے ہیں اور وہ اپنی امت کے اخلاص کو بھی پہچانتے ہیں نفاق کو بھی جانتے ہیں اسی وجہ سے سرکار علیہ السلام کی گواہی امت کے حق میں قبول ہے۔

(تفسیر عزیزی جلد اول ص ۵۱۲)

اگر شاہ صاحب کی پہلی عبارت جو خان صاحب نے پیش کی ہے اس کا وہ مطلب لیا جائے جو خان صاحب باور کرانا چاہتے ہیں تو پھر شاہ صاحب کی اس منقولہ عبارت کا کیا مطلب ہوگا کیوں کہ اس عبارت میں شاہ صاحب نے صاف طور پر نبی کریم علیہ السلام کیلئے علم غیب ثابت کیا ہے اسی طرح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تفسیر عزیزی کے پارہ نمبر ۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں غیب مطلق غیب اضافی تو غیب مطلق سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ہر روز نئے پیش آنے والے واقعات کا علم اور قیامت کے بارے میں علم تو یہ اللہ تعالی کے خاص غیوب میں سے ہیں تو اللہ تعالی اپنے ان خاص غیوب میں سے بعض غیوب پر اپنے انبیاء کو مطلع فرماتا ہے اور اسی مقام پر مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی انبیاء علیہم السلام کو غیب پر تسلط عطا فرماتا ہے مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء کرام سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا بطور تواتر منقول ہے۔

اب خان صاحب کو یہ علم ہونا چاہیے کہ لوح محفوظ میں کیا کچھ ہے ارشاد باری تعالی ہے ہر خشک وتر چیز لوح محفوظ میں موجود ہے۔ (سورہ انعام پارہ ۴)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے ہر چھوٹی بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہے۔

(پارہ ۲۷ سورہ القمر)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے ہم نے ہر چیز لوح محفوظ میں بیان کی دی ہے۔

(پارہ ۲۲ سورہ یٰس)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے ہر چیز جو زمین و آسمان میں غائب ہے وہ لوح محفوظ پر موجود ہے سورہ النحل پارہ ۲۰ تو اب خان صاحب اندازہ لگائیں کہ حضرت شاہ کا اولیاء کرام کے علم کے بارے میں کیا نظریہ ہے اور خان صاحب انبیاء کیلئے علم غیب کے عقیدے کو کفر قرار دے رہیں ہیں اسی طرح حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ سورۃ تکویر کی تفسیر میں آیت کریمہ۔

وما هو على الغيب بضنين

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم علوم غیبیہ پر بخل ظاہر کرنے والا نہیں ہے اب خان صاحب خیال کریں اور اس امر پر غور کریں کہ نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا الرحمٰن علم القرآن تو جب قرآن پاک میں تمام امور غیبیہ موجود اور نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا علم عطا فرمایا تو یہ امر اظہر من الشمس ہوگیا کہ نبی کریم علیہ السلام کو علم غیب حاصل ہے اسی طرح شاہ صاحب آیت کریمہ والضحیٰ واللیل اذا سجی کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام پر عالم غیب کے اندر تمام چھپی ہوئی چیزیں اللہ رب العزت نے ظاہر کر دیں۔

تصرفات کے بارے شاہ صاحب کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحب تفسیر عزیزی سورۃ النازعات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ فالمدبرات امرا سے مراد بزرگان دین اور اولیاء کرام کی ارواح ہیں جو کائنات کا نظام چلاتی ہیں اس تفسیر میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ بعض اعلیٰ درجے کے اولیا عظام جنہوں نے اپنے آپ کو لوگوں کی راہنمائی اور تکمیل کے لئے وقف کیا ہوا تھا دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد بھی ان کو دنیا میں تصرف عطا کیا جاتا ہے اور برزخی امور میں اس کا مصروف ہونا دنیاوی امور کی طرف ان کی توجہ سے

رکاوٹ نہیں بنتا پر اویسی سلسلے کے بزرگ ان سے کمالات باطنی کی تحصیل کرتے ہیں اور ارباب حاجات اور مشکلات ان سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے ہیں اور وہ بزرگ فوت ہونے کے باوجود ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں من آیم بجاں گر تو آئی بتن اگر تو جسم کے ساتھ میری طرف آئے گا میں اپنی روح سے تیری طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شاہ صاحب فتاوی عزیزیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کو کائنات میں تصرف حاصل ہے۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۱۴۱)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ غوث پاک اور دیگر چند مشائخ اپنی قبور میں اسی طرح متصرف ہیں جس طرح دنیاوی زندگی میں متصرف تھے۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۱۶۲)

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تحفہ اثناء عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت بلکہ تمام امت حضرت علی پاک اور آپ کی اولاد امجاد کو پیروں مرشدوں کی طرح سمجھتے ہیں اور کائنات کے امور ان سے وابستہ جانتے ہیں۔

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۳۲)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے اس کو زمین آسمان پر مکمل بادشاہی اور تصرف عطا فرما دیتا ہے زیر آیت انی جاعل فی الذی فی خلیفہ خان صاحب نے بھی تفسیر عزیزی پارہ اول صفحہ ۵۲ کا حوالہ پیش کیا ہے لیکن خان صاحب کو اسی جلد اور اس بارے میں ہماری پیش کردہ

عبارت نظر نہیں آئی کاش خان صاحب اس کو بھی ملاحظہ فرما لیتے شاہ علیہ الرحمۃ اسی تفسیر عزیزی کے پارہ تیس میں سورۃ اقرار کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے ایک نان بائی کو اس کے مطالبے کے مطابق اپنے جیسا بنا دیا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور فرمان:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب بستان المحدثین میں ایک بزرگ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت زروق فاسی ایسے بزرگ تھے جو شریف طریقت اور حقیقت کے جامع تھے اور علوم ظاہری اور علوم باطنی کے امام تھے پھر اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے ان کے دو اشعار نقل کیے ہیں اور شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ان کا ایک قصیدہ ہے جو قصیدہ غوثیہ کی طرز پر ہے۔ ان کے جو دو اشعار شاہ صاحب نے نقل کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاته　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبته
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة　　فنا دبیا زروق ات بسرعة

میں اپنے مریدوں کی ہر پریشانیوں کو دور کرنے والا ہوں جب زمانہ اپنی سختیوں سے اس پر حملہ آور ہو جائے اگر تو کسی مصیبت میں ہو یا تنگی میں ہو پریشانی میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً تیری مدد کو پہنچ جاؤں گا۔

تو خان صاحب کو چاہیے کہ شاہ صاحب کی ان تمام عبارتوں کو غور سے پڑھیں اور اپنے اس نظریہ پر نظر ثانی کریں کہ انبیاء کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا اور تصرفات کا نظریہ رکھنا شرک اور کفر ہے کیونکہ یہ امور کفر اور شرک ہوں تو شاہ صاحب کی منقولہ بالا عبارتوں کی رو سے معاذ اللہ شاہ صاحب مشرک ثابت ہو جائیں گے لہذا شاہ صاحب کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے پہلے عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام

کیلئے ذاتی علم غیب کا تسلیم کرنا اور ذاتی قدرت سے تصرف تسلیم کرنا یہ شرک ہے کیونکہ شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کسی مخلوق میں ثابت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی طور پر علم غیب جانتا ہے اور اس کی قدرت بھی ذاتی ہے نیز شاہ صاحب کی عبارت میں یہ الفاظ ہیں کہ لوازم الوہیت انبیاء کیلئے ثابت کرنا شرک ہے اور لازم الوہیت میں سے ذاتی علم غیب اور ذاتی قدرت ہے نہ کہ عطائی علم غیب اور عطائی قدرت ہے۔

خان صاحب کا قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب ارشاد الطالبین کے حوالے سے لکھتے ہیں اگر کوئی کہے کہ خدا رسول اس بات پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے رزق پہنچانے اور اولاد دینے بلا دور کرنے مرض۔ سے شفاء بخشے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے۔

خان صاحب کا یہ عبارت نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ علم غیب کا عقیدہ رکھنا یہ کفر یہ عقیدہ ہے ہم قاضی ثناء اللہ صاحب کی عبارات سے علم غیب ثابت کریں گے۔

حضرت قاضی صاحب تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں اور آیت کریمہ

وما یعلم تاویله الا الله

میں حصر اضافی ہے۔ جس طرح آیت کریمہ

قل لایعلم من فی السماوات والارض الغیب الا الله

میں حصر اضافی ہے۔ اسی طرح قاضی صاحب

علمك مالم تکن تعلم

کی تفسیر میں لکھتے ہیں

من الاسرار والمغیبات

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کو تمام اسرار اور غیب کی باتیں بتا دیں اسی طرح قاضی صاحب علیہ الرحمۃ علمه البیان کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کو قرآن پاک سکھایا جس میں تمام

ماکان ومایکون

کا ازل سے لے کر ابد تک بیان ہے اسی طرح قاضی صاحب آیت کریمہ

علم الانسان مالم یعلم

کے تحت فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد نبی کریم علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام

ماکان ومایکون

کا علم عطا کر دیا ہے اسی واسطے قاضی صاحب نے یہ شعر نقل کیا ہے۔

فان من جو دلك الدنیا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

اسی طرح قاضی صاحب آیت کریمہ

یسئلو نك عن الروح

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب ولی کی شان یہ ہے کہ

کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به

تو جب ان سے بھی روح کا علم مخفی نہیں رہ سکتا تو سید الکونین ﷺ سے کیسے روح کا علم مخفی رہ سکتا ہے اسی طرح قاضی صاحب

قل لا یعلم من فی السمٰوت والارض الغیب الا اللہ

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر کوئی علم

غیب نہیں جان سکتا جو بھی جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے جتلانے سے ہی جانتا ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ

ثم ان علینا بیانه

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو محکمات اور متشابہات کا علم عطا فرمائے یعنی اسی کے ذمہ کرم پر ہے

خان صاحب نے جو قاضی صاحب کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اولیا کو مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔ قاضی صاحب تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ولیوں کی روحوں کو ایسی قوت عطا کرتا ہے کہ زمین آسمان میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں دوستوں کی مدد کرتے ہیں دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور بہت سارے اولیاء سے ابتواتر منقول ہے کہ وہ دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں لہذا قاضی صاحب کی ان صریح عبارات کے ہوتے ہوئے حسن ظن یہی ہے کہ خان صاحب نے جو ارشاد الطالبین کی عبارت پیش کی ہے وہ الحاقی عبارت ہے۔

نوٹ:

خان صاحب نے ارشاد الطالبین کی ایک اور عبارت پیش کی ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للہ کہنا شرک ہے۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

ہم پچھلے اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے ارشاد فرمایا کہ حاجات پوری کرنے کیلئے ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ پڑھنا چاہیے اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب قاضی صاحب کے

استاد ہیں کیا قاضی صاحب نے اپنے استاد صاحب کو مشرک قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح فتاوی خیریہ جلد ۲ صفحہ ۸۱ پر ہے کہ بہت سارے بزرگان دین یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ پڑھا کرتے تھے اس میں حضور غوث پاک سے اللہ تعالیٰ کے واسطے سے کوئی چیز طلب کی جارہی ہے اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ علامہ خیرالدین رملی جو بلند پایہ فقیہہ تھے اور صاحب درمختار کے استاد تھے کیا وہ مشرک تھے نیز خان صاحب سے ایک سوال یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ یہ وظیفہ مشرکانہ وظیفہ ہے لیکن ان کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی اور امدادالفتاوی میں لکھتے ہیں کہ سلیم الفھم اور صحیح العقیدہ کیلئے یہ وظیفہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح کی ایک عبارت فیض الباری کے اندر بھی موجود ہے۔ (امداد الفتاوی جلد ۴ ص ۱۹۴)

اب سرفراز صاحب سے سوال یہ ہے کہ آپ اس وظیفہ کو مشرکانہ کہتے ہیں جبکہ ان کے حکیم الامت اور ابن حجر ثانی انور شاہ کشمیری اس کو جائز قرار دیتے ہیں نیز تھانوی صاحب کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ سلیم الفھم کیلئے یہ وظیفہ پڑھا جائز ہے خان صاحب یہ بتلائیں کہ وہ سلیم الفھم ہیں یا نہیں اگر سلیم الفھم ہیں تو ان کو بھی یہ وظیفہ پڑھنا چاہیے اور اس کو شرک کہنے سے باز آجانا چاہیے اور اگر سلیم الفھم نہیں ہیں تو بے شک نہ پڑھیں لیکن اہل سنت کو تو منع نہ کریں وہ تو بحمدہ تعالیٰ سلیم الفھم ہیں۔ ہم خان صاحب کو گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہ شعر پڑھیں۔

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

مذکورہ بالا شعر خان صاحب کے مقتضائے حال کے مطابق ہے اور خان صاحب کو ہم یہ بھی گزارش کرتے ہیں کہ ہم تو اپنے پرانے نظریے پر قائم ہیں ہمارے مسلک کے اندر اس طرح کی بھانت بھانت کی بولیاں نہیں ہیں کہ ایک عالم ایک چیز

کو شرک قرار دے اور دوسرا عالم اس کو جائز قرار دے دے ہمارے حال کے مطابق یہ شعر ہے جو خان صاحب نے خود اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۰ پر نقل کیا ہے۔

وہ تیری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مردے اکھڑ گئے
یہ میری جبیں نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

خان صاحب کی ایک شکایت کا ازالہ:

خان صاحب نے شکایت کی ہے اہل سنت حضرات ہمیں چڑانے کیلئے بار بار یہ شرکیہ اشعار پڑھتے ہیں۔

امداد کن امداد کن از رنج غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

خان صاحب کی اس شکایت کا ازالہ کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں قاسم نانوتوی صاحب بانی دیوبند لکھتے ہیں۔

کہ مدد کر اے کرم احمدی
کہ نہیں تیرے سوا قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے
کون بنے گا تیرے سوا میرا غم خوار

اب خان صاحب یہ بتلائیں کہ نبی کریم علیہ السلام بھی غیر اللہ ہیں حضور غوث پاک بھی غیر اللہ ہیں اگر سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں استغاثہ کرنا شرک نہیں تو پھر حضور غوث پاک سے استغاثہ کرنا بھی شرک نہیں ہے کیا شرکیہ شعر لکھنے جائز ہیں اور پڑھنے حرام ہیں نیز خان صاحب اگر اپنے قطب عالم رشید احمد گنگوہی کا فتاوی رشیدیہ دیکھ لیتے جس میں گنگوہی صاحب کہتے ہیں اگر کوئی شیخ عبدالقادر جیلانی سے

مدد طلب کرے اور یہ سمجھے کہ غوث پاک اپنی ذاتی قوت سے نہیں بلکہ اللہ کے اذن سے اور اس کے اطلاع دینے سے میری حاجت پر مطلع ہو جائیں گے اور میری حاجت برآری کردیں گے تو یہ شرک نہ ہوگا۔ (فتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۵۲)

گنگوہی کا اپنے بارے میں اعلان:

گنگوہی کہتا ہے کہ سن لو حق وہی ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے میں کچھ نہیں مگر نجات موقوف ہے میری اتباع پر۔ (تذکرہ الرشید ص ۳)

سرفراز صاحب کو چاہیے کہ جب وہ اس طرح کے شعر سنیں امداد کن امداد کن الخ تو گنگوہی صاحب کا تذکرہ الرشید والا فرمان احمد اور فتاوی رشیدیہ والا فتوی جو ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے گنگوہی صاحب کے یہ دونوں اقوال ذہن میں رکھا کریں انشاء اللہ کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

سرفراز صاحب کا معجزات کے غیر اختیاری ہونے پر احادیث سے استدلال:

مولوی سرفراز صاحب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا اور موسی علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگے اور یہ فرماتے رہے کہ اے پتھر میرے کپڑے دے لیکن پتھر نے ان کی کوئی بات نہ سنی اور کپڑے لیکر مجمع کے سامنے چلا گیا تو سرفراز صاحب کا استدلال اس امر سے ہے کہ اگر یہ معجزہ موسی علیہ السلام کے بس اور اختیار سے صادر ہوتا تو پھر پتھر آپ کے کہنے پر رک جاتا۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

مولوی سرفراز صاحب کا اس حدیث سے استدلال کرنا ان کے عقلی افلاس کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اہل سنت کا یہ دعوی تو نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں اس طرح بااختیار ہیں کہ اللہ رب العزت کی مشیت نہ بھی ہو تو پھر بھی معجزہ ظاہر کر دیتے ہیں چونکہ اللہ رب العزت کو یہاں یہ دکھلانا تھا کہ موسی علیہ السلام کے اندر کسی قسم کا کوئی جسمانی عیب نہیں ہے اور جس چیز کا انہوں نے الزام لگایا تھا کہ ان کے اندام نہانی میں کوئی نقص ہے تو ظاہر بات ہے ان کو بغیر دیکھے کے تسلی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اللہ رب العزت کا حکم یہی تھا کہ وہ کپڑے لے کر مجمع کے سامنے چلا جائے تا کہ موسی علیہ السلام بھی اس پتھر کے پیچھے چلتے ہوئے اس مجمع کے سامنے پہنچ جائیں تا کہ ان کو عین الیقین حاصل ہو جائے کہ موسی علیہ السلام ہر قسم کے جسمانی نقص سے پاک ہیں کیونکہ حدیث پاک ہے۔

ليس الخبر كالمعاينة

اور یہ حدیث پاک مسند امام میں بسند صحیح ہے تو ظاہر امر ہے جس طرح ان کو مشاہدہ کرنے میں تسلی ہوئی زبانی بتلانے سے نہ ہوتی۔ نیز ارشاد باری تعالی ہے۔

فبراه الله مما قالوا و كان عندالله وجيها

اور خان صاحب نے امام نووی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے پتھر پر نشان ہر جانے کے حوالہ سے بھی معجزہ کے غیر اختیاری ہونے پر استدلال کیا ہے حالانکہ یہ امر معجزہ کے اختیاری ہونے پر دلیل ہے کیونکہ موسی علیہ السلام نے اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ پتھر پر اپنا عصا مارا تھا چونکہ آپ غصہ میں تھے تو ظاہر بات ہے آپ بھی چاہتے تھے کہ اس پتھر کو ضرب لگائی جائے اور اس کو تکلیف پہنچے تو یہ تو ایسا معجزہ

ہے جو ان کے اختیار سے صادر ہوا اور خان صاحب نے اس کو غیر اختیاری معجزات کی مد میں شمار کر دیا تو خان صاحب نے یہ شعر لکھ کر گویا اپنی ہی ترجمانی کی ہے۔

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے
فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

نوٹ:

خان صاحب نے جو روایت پیش کی ہے وہ بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

خان صاحب کا دوسرا استدلال:

خان صاحب حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ پندرہ سال تک جانی اور مالی تکلیف میں مبتلا ہے پھر اللہ رب العزت نے ان کو فرمایا۔

ارکض برجلك هذامغتسل بارد و شراب

یعنی اے ایوب لات مار اپنے پاؤں سے چشمہ نکل نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو تو خان صاحب کا اس سے استدلال یہی ہے کہ یہ ایوب علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن ان کے ارادے و اختیار کو اس میں دخل نہیں ہے کیونکہ خان صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ ان کے ارادے سے صادر ہوا ہو تو ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہلے دعا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی اور وہ یہ دعا نہ کرتے۔

انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین

اور ایوب علیہ السلام نے پکارا کہ اے رب مجھ پر تکلیف پڑی اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے رحم کرنے والوں میں۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب کا یہ استدلال کہ اگر ایوب علیہ السلام معجزہ کے صدور میں بااختیار ہوتے تو ان کو دعا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن حضرت کا یہ استدلال بالکل رکیک ہے کیونکہ اہل سنت کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعا کرنے کے محتاج نہیں ہیں نیز خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ ایوب علیہ السلام نے جب اپنا پاؤں زمین پر مارا تو کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ پانی کا چشمہ ظاہر ہو جس سے میں غسل کروں اور اس کا پانی پیوں یا آپ نہیں چاہتے تھے اور دوسری شق تو بداہتہً باطل ہے تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگئی تو پھر اس سے تو اس معجزہ کا ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہونا ثابت ہوگیا نیز سرفراز صاحب یہ فرمائیں کہ اس آیت کریمہ سے آج تک کسی مفسر نے استدلال کیا ہے کہ معجزات انبیاء علیہ السلام کے بغیر ارادے کے صادر ہوتے ہیں اگر نہیں کیا تو پھر خان صاحب کو یہ جرات کیونکہ ہوئی پھر خان صاحب کا یہ لکھنا بھی عجیب ہے کہ پانی کا چشمہ جاری کرنا اور اپنی بیماری و تکلیف کو رفع کرنا اور سونے اور چاندی کی ٹڈیاں برسانا اگر ان کے بس میں ہوتا تو جب آپ کا دل چاہتا ان کو ظاہر فرما دیتا کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام مقام امتحان میں تھے اور اللہ رب العزت کی طرف سے جو امتحان کی مدت مقرر تھی وہ پوری ہوئی تھی کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ تکالیف اور آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں پھر جو ان کے قریب ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں تو اللہ رب العزت کے نزدیک جس کا جتنا قرب زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی اس پر آزمائش زیادہ ہوتی ہے۔ اگر خان صاحب کا یہ استدلال صحیح ہے کہ اگر یہ معجزہ ان کے اختیار میں ہوتا تو پہلے صادر کر لیتے تو پھر اس سے تو یہ بھی

لازم آئے گا۔ کہ اگر ایوب علیہ السلام مستجاب الدعوات ہوتے تو ان کی دعا فوراً قبول ہو جانے والی ہوتی تو جب تکلیف شروع ہوئی تھی اس وقت فوراً دعا کر لیتے تو خان صاحب کو غور کرنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال میں کتنی حکمتیں ہوتی ہیں اس لئے ہمیں خواہ مخواہ ایسے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر

خان صاحب نے اس مقام پہ یہ روایت بھی پیش کی ہے کہ حضرت ایوب ننگے ہو کر غسل فرما رہے تھے تو ان پر سونے کی ٹڈیاں برسنا شروع ہو گئیں انہوں نے اپنے کپڑے میں ان کو سمیٹنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی کہ اے ایوب کیا میں نے تجھے اس سے مستغنی نہیں کر دیا فرمایا کیوں نہیں مگر اے مالک مجھے تیری برکت سے استغناء نہیں ہو سکتی۔ (بخاری و مسلم)

خان صاحب کا یہ استدلال بھی بالکل انوکھا ہے کیونکہ اہل سنت اس بات کے بالکل قائل نہیں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہیں بلکہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کے کرم کے محتاج ہیں بلکہ اس حدیث پاک سے تو وہابیہ کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہاں ایوب علیہ السلام کے چاہنے سے ان کو سونے کی ٹڈیاں حاصل ہو گئیں اور ساری تکالیف بھی دور ہو گئیں نیز وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کی بھی اس حدیث سے تردید ہو گئی کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں کیونکہ جب ایوب علیہ السلام سونے اور چاندی کے خرمن کے مالک بن گئے جیسا کہ خود خان صاحب نے نقل کیا ہے کہ دو بادل کے ٹکڑے آئے اور ایک ان کے گندم کے خرمن پر سونے کی ٹڈیاں برسا گیا اور دوسرا ان کے جو کے خرمن پر چاندی کی ٹڈیاں برسا گیا تو جب

سیدنا ایوب علیہ السلام ان چیزوں کے مالک و مختار بنا دیئے گئے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں اس طرح کہنا کتنی بڑی گستاخی ہے کہ وہ کسی شے کے مالک مختار نہیں ہیں۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

خان صاحب نے اپنی اسی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ دجال جب آئے گا تو آسمان اس کے کہنے پر بارش نازل کر دے گا اور زمین کے خزانے اس کے قبضے اور اختیار میں ہوں گے تو جب دجال کیلئے خان صاحب اتنے اختیارات مانتے ہیں کہ آسمانوں پر بھی اسی کا تصرف ہو زمین پر بھی اس کا کنٹرول ہو تو پھر سیدنا ایوب علیہ السلام کیلئے پانی کے چشمے جاری کرنے کی قدرت تسلیم کرنے میں خان صاحب کیوں لیت و لعل سے کام لیتے ہیں اگر دجال جیسا بے دین شخص اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے سے آسمان سے بارش نازل کروا سکتا ہے تو سیدنا ایوب علیہ السلام اپنی ایڑیوں سے پانی کے چشمے اللہ کی قدرت سے کیوں نہیں جاری کر سکتے جو خدا ایک کافر اور بے دین شخص کو پانی برسانے کی قدرت دے سکتا ہے تو وہ اپنے محبوب اور نبی کو چشمہ جاری کرنے کی قدرت کیوں نہیں دے سکتا اگر دجال کو قدرت دینے سے اللہ تعالیٰ کی توحید میں فرق نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا اختیار ذاتی ہے اور دجال کا عطائی ہوگا اور ایوب علیہ السلام کا معجزہ اگر ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہو جائے تو اس سے بھی توحید خداوندی میں کوئی فرق نہیں آئے گا دیو بندی دھرم میں انبیاء اولیاء ہی غیر اللہ ہیں دجال غیر اللہ نہیں ہے۔

نوٹ:

دجال والی حدیث پاک مسلم شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے۔

مولوی سرفراز صاحب کا ایک اور استدلال:

سرفراز صاحب ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ والے واقعہ کو نقل کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت سارہ کی عزت کا محفوظ رہنا بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا کی وجہ سے ظالم بادشاہ اپنے مقصد میں ناکام رہا تو سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ان کا معجزہ تو ہے لیکن اس میں ان کے ارادے اور کسب کو دخل نہیں ہے۔

سرفرازی استدلال کا رد:

خان صاحب کو استدلال کرتے وقت کم از کم اپنے ہوش حواس بحال رکھنے چاہیں جب ان کا دعوی یہ ہے کہ کسی معجزہ کے اندر کسی نبی کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا تو ان کی اس دلیل سے ان کا یہ دعوی کیسے ثابت ہوگا کیونکہ اس حدیث میں تو اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ کرامت اور معجزہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ اچھے بھلے تندرست آدمی کے ہاتھوں کا شل ہوجانا یہ امر عادی ہے یا غیر عادی اگر عادی ہے تو کتاب لکھتے وقت آپ کے ہاتھ کیوں نہیں شل ہو جاتے اور کلام کرتے وقت زبان کیوں نہیں ماؤف ہوتی تو ثابت ہوا کہ اس کے ہاتھوں کا شل ہوجانا یہ امر خرق عادت تھا تو یہ خرق عادت بھی ان کے ارادے سے صادر ہوا باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ اگر یہ معجزہ ان کے ارادے سے صادر ہوا ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ ظالم بادشاہ کا کیا انجام ہوا تو گویا خان صاحب کا یہ مطلب ہے کہ سوال اسی مقام پر کیا جاتا ہے جہاں پہلے کسی کو واقعہ کے بارے میں پتہ نہ ہو تو کم از کم خان صاحب نے یہ آیت کریمہ پڑھی ہوتی تو یہ وسوسہ نہ خود ان کے ذہن میں آتا اور نہ ہی یہ وسوسہ وہ لوگوں کے ذہنوں میں ڈالتے۔

کذلك نری ابراهیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین

جس ہستی کو اللہ رب العزت نے عرش سے کر تحت الثری تک تمام بادشاہی دکھا دی ہے ان سے یہ واقعہ کیسے چھپ سکتا ہے انہوں نے محض اپنی دعا کا عملی نتیجہ معلوم کرنے کیلئے یہ سوال فرمایا تا کہ خود ان کی زبان مبارک سے بھی ان کا مستجاب الدعواۃ ہونا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا مستجاب الدعوات ہونا ثابت ہو جائے نیز یہ مقصد بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو اللہ تعالی کی قدرت پر مزید یقین دلانے کیلئے سوال فرمایا ہو کہ جہاں بظاہر اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی سہارا نہیں تھا تو اللہ رب العزت نے اپنے خاص فضل وکرم سے اپنے خلیل علیہ السلام کی عزت کا بھی تحفظ فرمایا اور ان کی زوجہ مطہرہ کی عصمت کا بھی تحفظ فرمایا بلکہ اس حدیث پاک سے تو وہابیہ کے ایک اور اعتراض کا جواب ہوجاتا ہے وہابیہ نبی پاک علیہ السلام کے علم غیب کی نفی میں اکثر یہ واقعہ پیش کرتے رہتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو نبی کریم علیہ السلام پریشان ہوئے اگر علم غیب ہوتا اور وحی آنے سے پہلے ان کی پاکدامنی کا یقین ہوتا تو آپ پریشان کیوں ہوتے۔ تو خان صاحب کی نقل کردہ حدیث سے ہی ثابت ہوگیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کی عصمت کی حفاظت کی خاطر اس ظالم بادشاہ کے پاؤں زمین میں دھنسا دیئے تو جب نبی کریم علیہ السلام نے خود یہ واقعہ بیان فرمایا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو اپنی زوجہ مطہرہ کے تقدس کے بارے میں بدگمانی کیسے ہوسکتی تھی کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی ازواج مطہرات کی شان یہ ہے۔

یانساء النبی لستن کاحدمن النساء

اسی طرح آیت کریمہ

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا

تو ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نقل کردہ مذکورہ بالا حدیث پاک سے معمولی عقل وفہم والا انسان بھی اس سر کا بخوبی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات کی عصمت کا تحفظ کرنا اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے تو کیا نبی کریم علیہ السلام جن کا عقل مبارک پوری کائنات میں سے ننانوے درجے زیادہ ہے اور پھر آپ نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ خود بیان فرمایا تو پھر سرکار علیہ السلام کو معاذ اللہ کسی قسم کا شک کیسے ہو سکتا ہے تو تعجب ہے وہابی حضرات پر کہ جن احادیث سے کمالات انبیاء علیہم السلام پر روشنی پڑتی ہو انہی کو اپنی سینہ زوری کی وجہ سے کمالات انبیاء علیہ السلام کی نفی میں پیش کر دیتے ہیں۔

نیز خان صاحب کا یہ سمجھنا کہ معجزہ صرف وہ ہوتا ہے جو کسی کے ہاتھ پر صادر ہو یہ بالکل غلط نظریہ ہے بلکہ جس طرح معجزات انبیاء علیہم السلام کے دست اقدس پر ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح ان کی دعاؤں سے بھی ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں بلکہ اس حدیث پاک سے وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کا رد ہوتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عصمت محفوظ رہے کہ نہیں چاہتے تھے دوسری شق بالکل باطل ہے تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگی تو جب پہلی شق متعین ہوگئی تو وہابیہ کا یہ نظریہ زمین بوس ہو گیا نیز وہابی حضرات یہ بتائیں گے جس کو آپ دوست بتلائیں تو آپ اس کی خواہشات پوری کرتے رہتے ہیں اور جن کو اللہ رب العزت جیسی ہستی اپنا دوست بنائے کما قال اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا تو کیا اللہ رب العزت ان کی خواہشات پوری نہیں فرمائے گا اگر وہابی حضرات یہ کہیں جو کہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اس سے مراد صرف نبی علیہ

السلام کی ذات تو پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ کیا تم کو صرف اس سے بغض ہے جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
وہ پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

مولوی سرفراز کا ایک اور مغالطہ:

خان صاحب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے ارض مقدسہ پر حملہ کیا اور شہر کے قریب پہنچ گیا اور ہفتہ کی رات آپہنچی اور سورج غروب ہونے پر ہی تھا تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ سورج کو ہمارے لئے روک دے تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو حرکت کرنے سے روک دیا اور وہ علاقہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح کر دیا۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ ان کا ذاتی فعل ہوتا تو انہیں دعا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

سرفرازی مغالطہ کا ازالہ:

مولوی سرفراز صاحب کا یہ استدلال بالکل لغو ہے کہ یہاں حضرت یوشع بن نون کا کسب نہیں تھا کیونکہ دعا مانگنا بھی تو ان کا ہی کسب ہے خان صاحب یہی بتلائیں کہ جب انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ سورج کو روک دے تو کیا انہوں نے اس امر کا ارادہ کیا تھا کہ نہیں کہ سورج رک جائے تاکہ ہم آج کے دن جہاد سے فارغ ہو جائیں یا نہیں چاہتے تھے ظاہر بات ہے یہ شق تو بالکل باطل ہے تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگی اور کسب کی بھی یہی تصرف ہے کہ اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ کس

امر کی طرف متوجہ ہوجانا اور اللہ رب العزت کا اس فعل کو وجود میں لے آنا یہ خلق ہے نیز سورج کا غروب ہونے میں تاخیر کر دینا یہ امر خرق عادت ہے تو اس حدیث پاک سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امور خارق للعادت انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔

نیز اس حدیث پاک سے وہابیہ کی اس عقیدہ کی بیخ کنی ہوتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا نیز اگر خان صاحب کا یہ استدلال صحیح ہے کہ اگر حضرت یوشع بن نون متصرف ہوتے تو سورج کو خود ہی حکم دیتے کہ رک جا انہیں دعا کی ضرورت پیش نہ آتی تو پھر انہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سورج پر متصرف تھے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک بار سورج کو حکم فرمایا کہ ٹھہر جا ابھی غروب نہ ہونا طبرانی میں یہ حدیث مروی ہے۔

علامہ ھیثمی نے مجمع الزوائد کے اندر اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے موضوعات کبیر میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے ہم قارئین کی تسلی کیلئے اصل عربی الفاظ پیش کر رہے ہیں ان رسول اللہ ﷺ امر الشمس فتاخرت ساعۃ من النہار پھر کیا خان صاحب نبی کریم علیہ السلام کو سورج پر متصرف تسلیم کرلیں گے؟ کاش سرفراز صاحب اسماعیل دھلوی کی کتاب صراط مستقیم کا ہی مطالعہ کر لیتے اس میں اسماعیل دھلوی صاحب صاف طور پر لکھتا ہے کہ اولیاء کرام اتنے عالی مراتب لوگ ہوتے ہیں کہ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلقا ماذون ہوتے ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہیں کہ عرش سے لے کر فرش تک ہماری حکومت ہے۔ (صراط مستقیم ص ۱۳۴)

سرفراز نے امام نووی کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا لیکن حضرت یہ بتلائیں کہ امام نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ معجزہ

ان کے ارادے اختیار کے بغیر صادر ہوا جو نقطہ شارحین کو نہیں سوجھا وہ خان صاحب کو کیسے سوجھ گیا نیز امام نووی علیہ الرحمۃ حدیث جریج کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ کرامت بعض اوقات اولیاء کے ارادے اور اختیار کے ساتھ صادر ہوتی ہے تو حضرت کو امام نووی کے اس طرح کے حوالے کیوں نظر نہیں آتے اور حضرت ان کے غیر متعلق حوالہ جات پیش کرتے رہتے ہیں جن کا اصل دعوی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

معجزہ کا غیر اختیاری ہونے پر خان صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

سرفراز صاحب نے اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۹۹ پر تحریر کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام جب معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے آپ سے بیت المقدس کی علامات دریافت کیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وہ علامات مسیخ مستحضر نہیں تھیں اور نہ میں ان کے گننے کیلئے گیا تھا اس کے بعد سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اتنا پریشان ہوا کہ اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالی نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے پیش کر دیا اور وہ جو کچھ مجھ سے پوچھتے میں دیکھ کر بتلا دیتا اس سلسلے میں میں خان صاحب نے بخاری و مسلم کا حوالہ دیا ہے تو خان صاحب کا استدلال اس میں یہ ہے کہ بیت المقدس کا اس وقت آپ کے سامنے پیش کیا جانا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

سرفرازی استدلال کا رد۔

خان صاحب کا یہ استدلال بھی بالکل ناقص ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام

یہی چاہتے تھے کہ میں بیت المقدس کی ان علامات کے بارے میں بتلاؤں تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اس امر پر قدرت دے دی کہ آپ علیہ السلام ان کو ان کے ہر سوال کا جواب دے دیں تو اس سے تو نبی کریم علیہ السلام کی رفعت شان کا پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ سے اللہ رب العزت نے بیت المقدس آپ کے پیش نظر کر دیا تو اس سے بھی وہابیہ کے عقید باطلہ کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کی تردید ہوتی ہے نیز نبی کریم علیہ السلام کا بیت المقدس کے بارے میں حالات بتلانا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے جیسا کہ خود خان صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر شاہ عبدالعزیز سے نقل کیا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ معجزہ آپ کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا خان صاحب ہی بتلائیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام ان کو بیت المقدس کے حالات کی خبر دے رہے تھے تو وہ خبر دینا نبی کریم علیہ السلام کی زبان مبارک سے بارادہ صادر ہو رہا تھا یا بغیر ارادے کے تو دوسری شق کا تو کوئی ذی شعور التزام نہیں کر سکتا تو پھر پہلی شق ہی متعین ہو گئی خان صاحب خود غور کریں کہ جب ہم کسی کو کسی واقعہ کی خبر دیں تو ہم تو اپنے ارادے اور اختیار سے دیتے ہیں تو کیا نبی کریم علیہ السلام جب کسی کو خبر دیتے تھے تو کیا الفاظ آپ کے ارادے اور اختیار کے بغیر آپ کی زبان سے پھسل جاتے تھے لہذا خان صاحب کچھ خدا کا خوف کریں یہ بہت بڑی ابلیسی سوچ ہے کہ دجال کے استدراجات میں تو اس ارادے اور اختیار کو تسلیم کیا جائے لیکن انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کو معاذ اللہ پتھر کی طرح بے اختیار سمجھا جائے کیا خان صاحب نے یہ حدیث قدسی نہیں پڑھی کہ من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب بخاری شریف جو میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت رکھے گا اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔ تو جس آدمی کو نبی الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ بغض ہو تو اس کے ساتھ اللہ تعالی کا کتنا بڑا اعلان جنگ ہوگا۔ لہذا

خان صاحب سے گزارش یہی ہے کہ اپنی سوچ پر نظر ثانی کریں اور بہتر یہی ہے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں اور اپنے آپ کو جہنم کی سیاہ آگ سے بچائیں۔

خان صاحب کی ایک اور غلط فہمی:

خان صاحب ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انی لاعرف حجرا بمکة کان یسلم علی قبل ان ابعث انی لاعرفه الان

مولوی سرفراز صاحب اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو پتھر کا سلام دینا یہ آپ کا معجزہ ہے اور معجزہ کا سوال بعثت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے قبل از نبوت معجزہ کا کیا مطلب خان صاحب کہتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے پتھر کو یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے سلام کرے۔

خان صاحب اس عبارت میں عجیب خبط کے اندر مبتلا ہوئے جس پر ان کی یہ عبارت دلیل ہے کہ معجزہ کے اختیاری اور کسبی ہونے کا سوال تو بعثت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے قبل از نبوت معجزہ کا کیا مطلب اور اس سے پہلے علامہ نووی سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ پتھروں کا سلام دینا نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے تو گویا دو متضاد عبارتیں لکھ دیں یہ بھی لکھ دیا کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ اور نبوت سے پہلے کی بات ہے اور یہ بھی لکھا کہ قبل از وقت نبوت معجزہ کا کیا مطلب؟ تو جو آدمی ایک ہی عبارت کی دو سطروں کے اندر متوازن کلام نہیں کر سکتا تو وہ بزعم خویش ملت وہابیہ کا بے باک ترجمان بنا بیٹھا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس کو میں اب بھی پہچانتا ہوں وہ ان دنوں مجھے سلام کہا کرتا تھا جب مجھے بعثت سے سرفراز کیا گیا تو خان صاحب نے یہ روایت بھی نقل کی ہے تو اس

روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر چہ نبوت ورسالت آپ کو مل چکی تھی لیکن بعثت کے بالکل ابتدائی ایام میں تو صفحہ ۱۰۰ پر فرمایا کہ یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے اور صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں کہ نبوت ورسالت آپ کو مل چکی تھی لیکن بعثت کے ابتدائی ایام تھے تو حضرت کو چاہیے کم از کم کچھ تو سوچ کر بات کیا کریں متعارض اور متناقض باتیں کرنا اتنے ماہر عالم ہونے کے مدعی کو زیب نہیں دیتا نیز خان صاحب کو اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جب نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے بغیر پتھر آپ کو سلام پیش کیا کرتے تھے تو پھر نبی کریم علیہ السلام جب ان کو حکم ارشاد فرمائیں تو پھر وہ آپ کے مطیع وفرمان بردار کیوں نہیں بنیں گے نیز خان صاحب کو کم از کم اپنے شیخ الہند کی اس عبارت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی کتاب ادلہ کاملہ کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام بعد از خدا مالک ہیں جمادات ہوں نباتات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم یا حیوانات سب کے آپ مالک ہیں نیز اللہ رب العزت کی توفیق سے جب پتھر وغیرہ آپ کی خواہش کے بغیر آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے تھے تو پھر نبی کریم علیہ السلام اگر ارادہ فرماتے تو پھر وہ سلام پیش کیوں نہ کرتے کیا اللہ رب العزت کو معاذ اللہ اپنے نبی پاک سے کوئی ضد ہے کہ اگر وہ ارادہ فرمائیں تو معجزہ کو پیدا نہ فرمائے اور اگر وہ ارادہ نہ فرمائیں تو معجزہ کو پیدا فرما دے نیز خان صاحب کو بخاری شریف کی یہ حدیث پاک بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جب نبی کریم علیہ السلام حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان کی معیت میں احد پہاڑ پہ چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کو ٹھوکر مار کر فرمایا۔

اسکن احدفانما علیک نبی وصدیق وشہیدان

اے پہاڑ ٹھہر جا تیرے اور ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں تو جب نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر حکومت عطا فرمائی تو پھر باقی

پتھروں پر کیوں نہ فرمائی ہوگی کیا سرفراز صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے پہاڑ کو ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو اس کے بعد پہاڑ نے جنبش کی ہو تو جس ہستی پاک علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے پہاڑوں پر حاکم بنا دیا ہو تو ان کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ وہ بالکل مجبور تھے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے اللہ رب العزت تو نبی کریم علیہ السلام کو پہاڑوں کی حکومت عطا فرمائے اور خان صاحب انبیاء علیہم السلام کو صدور معجزہ میں پتھر کی طرح سمجھیں کہ جس طرح ہم پتھر کو پھینکتے ہیں اور پتھر کس جگہ پر پہنچ جاتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام صدور معجزات میں بے اختیار ہیں۔

خان صاحب سے ایک گزارش:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے۔

احد جبل یحبنا ونحبه

احد ایک ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں کہ گویا پتھر بھی نبی کریم علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں حالانکہ کسی کی محبت سے خالی ہونے کی مثال دینی ہو تو کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا سنگ دل ہے تو پھر خان صاحب تو پتھروں سے بھی پیچھے رہ گئے کہ دجال کو بھی با اختیار مانتے شیطان کو بھی با اختیار مانتے ہیں کہ وہ ایک لمحے کے اندر جہاں چاہے پہنچ سکتا ہے اور سرکش جن کو بھی تخت لانے پر قادر مانتے ہیں اگر انہیں انکار ہے تو اس ہستی کو مختار ماننے سے جن کو دم قدم سے یہ دنیا وجود میں آئی اور اب تک باقی ہے۔ یہ کونسی دینداری ہے کیا یہ نبی کریم علیہ السلام سے بغض نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو تو با اختیار مانا جائے اور جن کے دم قدم سے یہ دنیا وجود میں آئی اور جن کے طفیل اب بھی قائم ہے ان کے بارے میں کہا جائے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں شاید اس لئے ہمارے امام نے

فرمایا۔

وہ پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
مرے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

خان صاحب کی خصوصی توجہ کیلئے ایک گزارش:

خان صاحب اپنے آپ کو شیخ الحدیث کہلواتے ہیں یہ حدیث تو انہوں نے پڑھی ہوگی بلکہ پڑھائی بھی ہوگی جو بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کفار کی بدسلوکی کی وجہ سے ایک مرتبہ پریشان تھے تو اللہ رب العزت نے فرشتہ آپ کے پاس بھیجا اور اس فرشتے کے ساتھ جبرئیل امین بھی حاضر ہوئے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ فرشتہ اللہ رب العزت نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور یہ فرشتہ پہاڑوں پر موکل ہے آپ اسے جو حکم فرمائیں یہ آپ کی تعمیل کرے گا کفار کے بارے میں جو حکم دیں گے یہ اس پر عمل پیرا ہوگا پھر پہاڑوں کے فرشتے نے نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کیا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں دو پہاڑوں کو ان کے اوپر رکھ اور انہیں تباہ کر ڈالوں نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں انہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۵۸ مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۱۰۹ پر موجود ہے۔ اس حدیث پاک سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ بھی نبی کریم علیہ السلام کا تابع فرمان ہے۔

خان صاحب نبی کریم علیہ السلام کو پتھروں پر بھی حاکم نہیں مانتے اور بخاری و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث بتلاتی ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ بھی نبی کریم علیہ السلام کے حکم کا پابند ہے اب خان صاحب ہم یہ استفسار کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا ہم وہ عقیدہ رکھیں جو بخاری و مسلم کی احادیث سے ثابت ہو یا وہ عقیدہ رکھیں جو تقویۃ الایمان یا راہ ہدایت میں ہے؟ نیز خان صاحب سے ایک گزارش اور ہے کہ دجال کیلئے تو آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بھی حکمرانی کرے گا اور زمین پر بھی اس دشمن خدا کیلئے تو آپ اتنے اختیارات تسلیم کریں تو نبی کریم علیہ السلام جو محبوب خدا ہیں ان کے لئے آپ پتھروں پر حکومت بھی تسلیم نہ کریں تو پھر اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر بھی کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

خان صاحب کا ایک اور استدلال:

خان صاحب نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تو لوگوں نے آپ کیلئے ایک منبر بنایا تو کھجور کا وہ خشک تنا اس طرح بلبلایا جیسا کہ اونٹنی بلبلاتی ہے نبی کریم علیہ السلام منبر سے اترے اور اس کو تھپکی کر دی تو وہ خاموش ہو گیا یہ حدیث پاک بخاری شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے۔

خان صاحب کا استدلال یہ ہے کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ تو تھا لیکن اس میں آپ کے ارادے کو دخل نہیں ہے۔

سرفرازی مغالطہ کا ازالہ:

اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ کمال ثابت ہوتا ہے کہ ایک بے جان کھجور کے تنے کے اندر نبی کریم علیہ السلام کے جسم سے مس ہونے کی وجہ سے زندگی بھی پیدا ہوگئی۔ عقل شعور بھی پیدا ہوگیا اور نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ اتنی محبت پیدا ہوگئی کہ جب سرکار علیہ السلام نے منبر کو رونق بخشی تو آپ کی مفارقت کی وجہ سے وہ کھجور کا تنا بلبلانے لگا اس حدیث پاک سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ مس ہونے والی چیز بھی حیات کی اور علم شعور کی بھی مالک بن جاتی ہے تو پھر جب نبی کریم علیہ السلام خود کسی کے اندر تصرف کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو پھر ان اشیاء کے کمالات کا کیا حال ہوگا اس حدیث پاک کے اندر مزید الفاظ بھی تھے جن کو خان صاحب نے حذف کر دیا شفاء شریف اور دارمی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے اس کھجور کے تنے کو اپنے صدر اقدس کے ساتھ لگایا اور پوچھا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنت میں لگا دوں اور اگر تو چاہے تو یہیں مسجد شریف میں موجود ہے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کی خواہش پر اس کی جنت کے اندر لگایا اس مفصل حدیث پاک سے وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید ہوجاتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا نیز اس حدیث پاک سے یہ بھی مسئلہ ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جنت کے بھی مالک ہیں اور ستون کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبی کریم علیہ السلام اگر چاہیں تو مجھے جنت میں لگا سکتے ہیں تو گویا ستون بھی یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام جس کو چاہیں جنت عطا کر سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس فریق مخالف کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنا جنتی ہونے کا بھی علم نہیں ہے یہ باوجود مولوی اور عالم ہونے کے مقام نبوت اتنا بھی نہ سمجھ سکے جتنا کہ کھجور کا تنا سمجھ گیا تھا۔

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی پوچھے کہ دریا کہاں ہے

خان صاحب کا ایک بے جا حوالہ دینا:

خان صاحب امام ابو القاہر بغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام سے متعدد معجزات صادر ہوئے مثلاً چاند کے دو ٹکڑے ہونا خشک تنا کا رونا اور تھوڑے طعام کا بہت سارے لوگوں کیلئے کافی ہو جانا۔

تو خان صاحب سے کوئی پوچھے کہ ان امور کے معجزہ ہونے کا کسی نے انکار کیا ہے کہ آپ کو علامہ بغدادی کا حوالہ دینے کی ضرورت پیش آگئی حوالہ تو وہاں دیا جاتا ہے جہاں فریق مخالف کسی امر کا منکر ہو تو اس امر کا ثبوت پیش کیا جائے جب ایک چیز مسلم بین الفریقین ہو تو وہاں حوالے دینے کی کیا ضرورت پیش آئے گی سوائے اس کے کہ محض اپنے رسالہ کے حجم میں اضافہ کیا جائے۔

خان صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

خان صاحب نے مشہور حدیث پاک نقل کی ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے بازو کے گوشت میں زہر ڈال کر نبی کریم علیہ السلام کو گوشت کھلایا ایک لقمہ آپ نے بھی اس سے تناول فرمایا اور بعض صحابہ کرام نے بھی کھایا اور ان کی وفات واقع ہوگئی اور آپ نے یہودی عورت سے پوچھا کہ تم نے اس گوشت میں زہر کیوں ملایا تھا اس نے کہا کہ آپ کو کس نے بتلایا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے ہاتھ میں جو زہر آلود بازو ہے اس نے مجھے بتلایا ہے۔

تو خان صاحب کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ بکری کے زہر آلود گوشت کا سرکار علیہ السلام کو خبر دینا یہ آپ کا معجزہ ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کا اس

معجزے کے صدور میں کوئی دخل نہیں ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

یہ حدیث پاک بھی اہل سنت کے بارے میں ہی دلیل ہے کیونکہ مسند احمد اور دیگر کتب احادیث میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ جب سرکار علیہ السلام نے اس عورت سے پوچھا کہ تم نے زہر کیوں ملا تو اس نے کہا کہ میری خواہش یہ تھی ۔ کہ آپ کی نبوت کے بارے میں پتہ چلے کہ آپ سچے نبی ہیں یا نہیں اگر سچے نبی ہوئے تو تمہیں زہر نقصان نہیں دے گا اور اگر سچے نبی نہ ہوئے تو پھر زہر موثر ثابت ہوجائے گی اور یہودیوں کی پریشانی ختم ہوجائے گی اسی طرح کے الفاظ ابو داؤد شریف اور بخاری شریف میں بھی موجود ہیں اس حدیث پاک سے تو نبی کریم علیہ السلام کی شان اعجازی کا ظہور ہوتا ہے کہ باوجود زہریلا کھانا کھانے کے نبی کریم علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ تین سال بعد بھی دنیا میں جلوہ افروز رہے حالانکہ زہر کھانے کا تقاضا تو یہی تھا کہ فوراً اثر کرے لیکن نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کے فوری اثر سے محفوظ رکھا نیز اس سے نبی کریم علیہ السلام کا ایک کمال یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زہریلے بازو نے خود بتلادیا کہ میرے اندر زہر ملا ہوا ہے حالانکہ عادتاً کسی زندہ بکری کا بھی کلام کرنا ناممکن ہے اور یہاں اس بکری کے ذبح ہونے کے باوجود اس کا گوشت پک جانے کے باوجود اس بازو کا یہ بتلایا کہ مجھے تناول نہ فرمایا جائے میرے اندر زہر ملایا گیا ہے تو جب نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے بغیر اس بازو نے نبی کریم علیہ السلام کو اپنی زہر آلودگی کے بارے میں گزارش پیش کر دی تو اگر نبی کریم علیہ السلام ارادہ فرماتے تو پوری بکری یقیناً اٹھ کھڑی ہوتی باقی رہا خان صاحب کا یہ کہنا کہ اگر نبی کریم علیہ السلام جانتے ہوتے تو خود کیوں تناول فرماتے

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کیوں کھانے دیتے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ اللہ رب العزت بعض اوقات کاملین کی توجہ کسی حکمت کے پیش نظر کسی معاملے سے ہٹا دیتا ہے جیسا کہ سرفراز کے پسندیدہ مفسر علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قد ینسد باب الفراسۃ علی الکاملین لحکم یریدھا اللہ
(تفسیر روح المعانی پارہ ۱۲)

تو یہاں توجہ ہٹانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی کریم علیہ السلام کو یہ زہریلا گوشت کھانے کی وجہ سے شہادت سری نصیب ہوجائے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے۔

وددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثم اقتل

بخاری شریف اور ادھر اللہ رب العزت کا یہ ارشاد بھی تھا۔ واللہ یعصمک من الناس تو پھر اللہ رب العزت نے نبی کریم علیہ السلام کی دعا کو اس رنگ میں شرف قبولیت بخشا کہ آپ کو شہادت سری عطا فرمائی اور بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا فرمائی اور سرکار علیہ السلام خود فرمایا کرتے تھے کہ اس زہر آلود کھانے کو تناول کرنے کی وجہ سے میری انتڑیاں کٹ رہی ہیں تو اس حکمت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے سرکار علیہ السلام کی توجہ اس امر سے ہٹائی نیز صحابہ کرام کیلئے بھی اللہ رب العزت نے شہادت سری کا فیصلہ کیا ہوا تھا اس لئے ان کو بھی شہادت نصیب ہونا تھی اگر کسی آدمی کو گولی سے مرنا ہو تو اس کی آنکھیں بھی ٹھیک اور سلامت ہوں لیکن جب اس کی موت کا وقت آجائے تو باوجود آنکھوں کی سلامتی کے اس کی توجہ گولی سے اور گولی چلانے والے سے ہٹ جاتی ہے اور وہ بھاگ کر اپنا بچاؤ نہیں کرسکتا اور جب اللہ تعالیٰ کو اس

کا بچانا مقصود ہو تو اگر چہ جس کو نشانہ بنایا جائے وہ بالکل سامنے ہو اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والا خوب دیکھ بھال کر نشانہ باندھے پھر بھی اس کا نشانہ چوک جاتا ہے خان صاحب یہاں تو نبی کریم علیہ السلام کے علم پر اعتراض کرتے ہیں اگر نبی کریم علیہ السلام کو پتہ ہوتا تو آپ زہر آلود گوشت کیوں کھاتے لیکن خان صاحب کو اللہ کے علم غیب کے بارے میں تو شک نہیں ہے اور اس امر میں بھی شک نہیں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے ہیں تو پھر اللہ رب العزت ہی وحی بھیج کر بتلا دیتا کہ یہ کھانا نہیں کھانا چاہیے اس سے کچھ لوگوں کی شہادت ہو جائے گی اگر خان صاحب یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں حکمت ہوتی ہے اور اس کا وحی نہ بھیجنا حکمت سے خالی نہیں ۔ خان صاحب کو یہ کس نے بتلایا کہ نبی کریم علیہ السلام کے افعال حکمت سے خالی ہیں نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ جنگ بدر کے اندر پانچ ہزار فرشتے بھی موجود تھے ۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔

انی ممد کم بالف من الملئکه مردفین

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

بمدد کم ربکم بخسمة آلاف زمین الملئكة مسو مین

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

انی معکم فثبتو االلذین امنوا

اس کے باوجود جنگ بدر کے اندر چودہ صحابہ شہید ہو گئے یہاں خان صاحب کیا گل افشانی فرمائیں گے ۔

خان صاحب کی ایک اور غلط فہمی:

خان صاحب نے بخاری شریف سے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب ہم کھانا کھاتے تو اس سے تسبیح سنا کرتے تھے تو خان صاحب کا استدلال تو یہ ہے کہ کھانے کا تسبیح پڑھنا یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے اور نبی کریم علیہ السلام کا ارادہ نہیں پایا گیا ۔

خان صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ:

اس حدیث پاک سے پتہ نہیں خان صاحب نے یہ کیسے ثابت کر دیا کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کے بغیر صادر ہوا دوسری گزارش یہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ۔

وسخر نامع داؤد الجبال باالعشی والاشراق والطیر محشورة کل له اواب

جب اللہ رب العزت نے داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی مسخر کر دیا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو خواہش ہے اگر طعام تسبیح بیان کرے اور وہ سنی بھی جائے تو اس میں کونسا استحالہ ہے نیز خان صاحب یہ بتلائیں کہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کسی شارح حدیث نے یہ لکھا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کے بغیر صادر ہوا اگر نہیں لکھا تو پھر خان صاحب کو اپنا یہ استدلال کرنے کی جرات کیسے ہوئی ۔

خان صاحب کی ایک اور مغالطہ دہی کی کوشش:

خان صاحب ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ جنوں کے ایک وفد نے نبی کریم علیہ السلام سے قرآن پاک سنا تو سوال ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کس نے بتایا کہ جنوں نے سنا ہے ابن مسعود نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام کو درخت نے بتایا کہ یہ جنوں سے سنا ہے ۔

خان صاحب کی غلط فہمی کا تدارک:

اس حدیث پاک سے بھی خان صاحب کا استدلال کرنا ان کی عقل وفہم کی خوبی پر گواہی دیتا ہے خان صاحب کا مدعا تو یہ ہے کہ معجزے کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اور اس حدیث پاک کی اس امر پر کوئی دلالت نہیں بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ درخت بھی نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور درختوں کا نبی کریم کے ساتھ کلام کرنا یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے تو پھر ظاہر ہی ہے کہ آپ نے اس درخت سے پوچھا اور آپ کے پوچھنے پر اس نے بتلایا بالفرض سرکار علیہ السلام نے نہ بھی پوچھا ہو تو پھر بھی اس سے نبی کریم علیہ السلام کی شان ظاہر ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پوچھنے کے بغیر جب درخت یہ خدمت بجا لا رہا ہے تو اگر سرکار علیہ السلام اس سے دریافت کرتے تو پھر تو بطریق اولی وہ یہ خدمت بجا لاتا۔

مولوی سرفراز صاحب کی ایک اور کج روی:

خان صاحب نے نبی کریم ﷺ کے فرمودات میں سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک شخص کہیں ایک بیل کو ہانک کر لے جا رہا تھا جب وہ شخص تھک گیا تو بیل پر سوار ہو گیا تو بیل بول اٹھا کہ ہمیں اس لئے تو نہیں پیدا کیا گیا کہ ہم پر سواری کی جائے ہمارے پیدا کرنے کی غرض تو ہل کھینچنا ہے لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل کلام کر رہا ہے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بھی اس پر ایمان ہے اور ابو بکر و عمر کا بھی اس پر ایمان ہے۔ یہ حدیث پاک بخاری و مسلم شریف میں ہے۔

خان صاحب کا اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے دور میں بیل کا اس طرح کلام کرنا یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا لیکن نبی

کریم علیہ السلام کا اس بیل کے بولنے میں کوئی دخل نہیں تھا تو گویا یہ آپ کا معجزہ بھی تھا اور آپ کے اختیار میں بھی نہیں تھا۔

خان صاحب کی کج روی کا جواب:

کیا خان صاحب کسی حدیث پاک کی کتاب سے دکھا سکتے ہیں کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس کی بات ہے بلکہ شارحین حدیث نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے پہلے کی بات ہے اور خان صاحب کو پتہ ہونا چاہیے معجزہ کی تعریف شرح عقائد میں اس طرح کی گئی ہے کہ معجزہ ایک ایسا امر ہے کہ جو منکرین کے چیلنج کے وقت انبیاء علیہم السلام سے صادر ہو اور ایسے طور پر ظاہر ہو کہ منکرین اس کی مثل لانے سے عاجز ہو جائیں کیا معجزہ کی یہ تعریف یہاں پائی آتی ہے نیز بخاری مسلم کے شارحین مثلاً علامہ عینی حافظ ابن حجر۔ امام نووی صاحب ارشاد الساری۔ صاحب تیسیر القاری۔ اسی طرح صاحب مرقاۃ اور صاحب اشعۃ اللمعات نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ یہ پہلی امتوں کا واقعہ ہے

جب نبی کریم علیہ السلام نے واقعہ ہی گذشتہ امتوں میں سے کسی کا بیان فرمایا ہے تو یہ آپ کا معجزہ کیسے بن گیا۔ اسی طرح خان صاحب نے ایک اور روایت پیش کی کہ بھیڑیا نے ایک بار کلام کی تو نبی کریم علیہ السلام کے فرمان پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس پر میرا بھی ایمان ہے اور ابوبکر و عمر کا بھی ایمان ہے۔ خان صاحب اگر بھیڑیے والی روایت مکمل نقل کر دیتے تو اس میں قارئین کا بھی فائدہ ہوتا ہم وہ مفصل روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا ایک بھیڑیے نے آ کر اس کی بکری کو اٹھا لیا تو چرواہے نے اس سے اپنی بکری کو چھین لیا تو بھیڑیا اپنی دم دبا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالی نے

مجھے رزق دیا تھا تم نے چھین لیا ہے تو چرواہے نے کہا کہ عجیب بات ہے بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے تو بھیڑیے نے کہا کہ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مدینہ کے نخلستانوں میں ایسے نبی ظاہر ہوئے ہیں جو ماضی کی خبر بھی دیتے ہیں اور مستقبل کی بھی پھر وہ چرواہا نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ساری صورت حال بیان کی تو نبی کریم علیہ السلام نے بھیڑیے کی بات کی تصدیق فرمائی یہ حدیث پاک شرح السنہ کے اندر موجود ہے اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا کہ حدیث صحیح ہے۔

اور علمائے تنقیح الرواۃ اور دیگر کتب میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے تو اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کے ارادے کے بغیر ہی بھیڑیا نبی کریم علیہ السلام کے عالم ماکان و مایکون ہونے کی گواہی دے جب نبی کریم کے ارادے کے بغیر ہی درندے بھی نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کی گواہی دیں تو پھر جب نبی علیہ السلام ارادہ فرمائیں گے تو پھر بھیڑیا کلام کیوں نہیں کرے گا جبکہ ہرنی اور گوہ نے بھی نبی کریم علیہ السلام سے کلام کیا تھا جیسا کہ روح المعانی میں علامہ آلوسی نے تحریر فرمایا کما صح عن اجداد نا رضی اللہ عنہم جب نبی کریم علیہ السلام کے ارادے اختیار سے ہرنی اور گوہ آپ کے ساتھ کلام کر سکتی ہے اور ہرنی اپنے وعدے کے مطابق دوبارہ حاضر ہو جاتی ہے۔

نوٹ:

بھیڑیا بھی اس بات کا قائل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ماکان و مایکون کو جانتے ہیں تو جتنا بھیڑیا مقام نبوت کو سمجھ گیا ہمارے یہ مہربان باوجود مولوی اور عالم کہلانے کے نہ سمجھ سکے نیز یہ صرف بھیڑیے کے بات ہی نہیں تھی نبی کریم علیہ السلام نے بھی بھیڑیے کی بات کی تصدیق فرمائی۔

نیز خان صاحب نے جو روایت کی ہے کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری اٹھائی اور چرواہے نے چھڑائی تو بھیڑیے نے کہا کہ اس وقت کیا صورت حال ہوگی جب ان کا حفاظت کرنے والا میرے علاوہ کوئی بھی نہیں ہوگا تو خان صاحب کی اس نقل کردہ روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم علیہ السلام کو بھیڑیے سے کلام کرنے کی قدرت نہیں تھی کیونکہ وقوع کی نفی سے قدرت کی نفی نہیں ہو سکتی نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی سموں سے جو مٹی لگ گئی تھی وہ بے جان چیز یعنی سونے کے بچھڑے کے منہ میں رکھنے سے اس کے اندر بولنے کی طاقت آ گئی جب جبرئیل امین علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے لگنے والی مٹی بچھڑے کے کلام کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے تو نبی کریم علیہ السلام جو سید المحبوبین ہیں اور جبرئیل علیہ السلام آپ کے وزرا میں شامل ہیں بلکہ مختار قول کے مطابق آپ کے امتی بھی ہیں تو آپ کو اس امر پر قدرت کیوں نہیں ہو سکتی کہ آپ بھیڑیے سے کلام کروا سکتے ہیں نیز جب خان صاحب کے شیخ الہند لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات کے مالک ہیں نباتات ہو یا جمادات یا حیوانات یا بنی آدم سب کے آپ مالک ہیں۔ (ادلہ کاملہ ص ۱۵۲)

جب نبی کریم علیہ السلام تمام اشیاء کے مالک ہیں تو پھر ظاہر بات ہے کہ مالک کو اپنی مملوکہ چیزوں میں تصرف کرنے کا کلی اختیار ہوتا ہے پھر خان صاحب کو اپنے اسماعیل دہلوی کی عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کی حکومت عرش سے لے کر فرش تک ہوتی ہے۔ تو آپ کے امام تو اولیاء کرام کو عرش سے لے کر فرش تک حاکم تسلیم کر رہے ہیں اور آپ نبی کریم علیہ السلام کی حکومت بھیڑیوں پر بھی تسلیم نہیں کرتے۔

خان صاحب کا ایک آیت کریمہ سے ناروا استدلال:

خان صاحب نے آیہ کریمہ۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

خان صاحب نے اس آیت کریمہ سے اپنا استدلال اس طرح کیا کہ ظاہری طور پر نبی کریم علیہ السلام نے مٹھی خاک اور کنکریوں کی پھینکی تھی لیکن اس مٹھی خاک کا ہر لشکری کی آنکھ میں پڑ جانا اور پورے لشکر کی شکست کا سبب بن جانا یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن اس معجزہ میں بھی نبی کریم علیہ السلام کے ارادے واختیار کو دخل نہیں تھا خان صاحب کی دلیل کا جواب خان صاحب کی سینہ زوری یہ ہے کہ اہل سنت کے دلائل کو اپنی طرف سے پیش فرما لیتے ہیں حالانکہ یہ آیہ کریمہ تو اہل سنت کی دلیل تھی جیسا کہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی نے تفسیر مدارک میں علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اور امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اسی طرح تفسیر صاوی اور جمل میں اور روح المعانی اور روح البیان اور مرقاۃ اور مدارج النبوۃ ان تمام کتب میں لکھا ہوا ہے کہ یہ پھینکنا اور اس مٹھی بھر خاک کا ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ جانا اس میں کسب تو نبی پاک علیہ السلام کا تھا اور خلق اللہ تعالی کی تھی اب خان صاحب کہتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام کے کسب کے بغیر ہی یہ معجزہ صادر ہوا اور یہ اکابر فرما رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے اور اختیار سے یہ معجزہ صادر ہوا بلکہ خان صاحب کے پسندیدہ مفسر علامہ محمود آلوسی صاف طور پر لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے یہ کمال بخشا کہ آپ نے ایک مٹھی بھر خاک سے پورے لشکر کو وقتی طور پر اندھا کر دیا اور آپ کے اس پھینکنے پر ایسا اثر مترتب ہوا جس کا اندازہ کرنے سے عقول قاصر ہیں۔

نوٹ:

خان صاحب کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے بس اور اختیار کے بغیر یہ معجزہ صادر ہوا خان صاحب خود ہی بتلائیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر پھینکی تھیں تو کیا آپ کا یہ ارادہ تھا کہ ان کافروں کی آنکھیں اندھی ہو جائیں یہ بھاگ جائیں یا نہیں تھا اگر وہ کہیں کہ ارادہ نہیں تھا تو یہ تو بالکل لغو ہے کیوں ظاہر ہے کہ آپ نے اسی مقصد کیلئے خاک پھینکی ارادہ ہی نہ ہوتا تو آپ کیوں یہ خاک پھینکتے تو جب ارادہ اور اختیار ثابت ہو گیا تو معجزہ کا اختیاری ہونا بھی ثابت ہو گیا تو خان صاحب کا دعوی باطل ہو گیا خان صاحب ذرا احناف کے عقائد کے امام ۔امام ماتریدی کی اس عبارت پر غور کریں۔

ای اصاب رمیك المقصد الذی قصدت

(تفسیر ماتریدی جلد۲ ص ۳۳۸)

تو خان صاحب کو چاہیے کہ عقائد کے احناف کے امام جو ہیں ان کی بات کو کم از کم تسلیم کر لیں کیونکہ آپ حنفی کہلواتے کچھ تو احناف کی بھی لاج رکھیں۔ اسی خان صاحب کے لئے امام ماتریدی کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں۔

ولکن اللہ بالغ ذلك المقصد الذی قصدت

اسی طرح امام ماتریدی مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

انه رمی کفا من تراب فغشی ابصار المشرکین فانهزموا بذلك

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے ایک مٹھی خاک کی پھینکی اور اس مٹھی بھر خاک نے مشرکین کی آنکھوں کو اندھا کر دیا یا نبی کریم علیہ السلام نے مٹھی بھر خاک سے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اسی وجہ سے وہ شکست کھا گئے۔

نوٹ:

اس سے ملتا جلتا مضمون تفسیر مظہری جلد۴ ص ۳۸ ۔ ۳۹ پر مرقوم ہے اور تفسیر شیخ زادہ علی البیضاوی جلد۴ ص ۳۷۶ پر بھی موجود ہے۔

خان صاحب نے اپنے موقف پر ابن کثیر کی عبارت بھی پیش کی ہے کہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ تو صرف اللہ ہی کی ذات تھی جس نے یہ ریزے ان کافروں تک پہنچائے اور ان کی وجہ سے ان کو ذلیل کر دیا آپ نے یہ نہیں پہنچائے۔ لیکن خان صاحب کا اس عبارت سے نبی کریم علیہ السلام کے اس معجزے پر آپ کے کسب کی نفی کرنا یہ درست نہیں کیونکہ اگر ہم کسی کی طرف کوئی چیز پھینکیں تو جس کی طرف ہم نے کوئی چیز پھینکی ہے اس تک اس چیز کا پہنچانا تو خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے لیکن اس پھینکنے والے کے ارادے کو بھی دخل ہوتا ہے اس لئے اگر کوئی آدمی کسی کو پتھر مارے تو اس پتھر کو اس تک پہنچانا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن وہ پتھر پھینکنے سے کسی کو نقصان ہوجائے تو اس پر تاوان لازم آجاتا ہے تو جس طرح امور عادیہ کے اندر فعل کی خلق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور حقیقی موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اسی طرح امور غیر عادیہ کے اندر حقیقی موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اور کسب انبیاء اولیاء کا ہوتا ہے۔ خان صاحب ہمیں بتلائیں کہ اگر ایک آدمی کی طرف کوئی چیز پھینکیں اور اللہ تعالیٰ نہ پہنچانا چاہے تو کیا ہم وہ چیز اس کی طرف پہنچا سکتے ہیں تو جس طرح یہاں پہنچانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن کسب اور اختیار ہمارا ہے اسی طرح جب نبی کریم علیہ السلام نے کنکریاں پھینکیں اور تمام کفار کی آنکھیں ان کنکریوں سے بھر گئیں تو یہ کسب نبی پاک علیہ السلام کا تھا اور خلق اللہ تعالیٰ کی تھی۔

خان صاحب کا اہل سنت پر ایک بیہودہ الزام:

خان صاحب کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ومارمیت اذ رمیت سے نبی کریم علیہ السلام کو خدا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تو خان صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خدا ماننے والا کافر ہے۔ لہذا یہ خان صاحب کا اہل سنت پر بے بنیاد اور جھوٹا الزام ہے اور اس طرح کے الزام لگانے والے کیلئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انما یفتری الکذب الذین لایومنون

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے

لعنة الله علی الکاذبین

نیز خان صاحب کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کو صحابہ کو بھی خدا مان لینا چاہیے کیونکہ ارشاد باری ہے۔

فلم تقتلوھم ولکن الله قتلھم

سو ان کافروں کو تم نے نہیں مارا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مارا ہے تو اس آیت کریمہ سے خان صاحب کے مذہب کی تردید ہوتی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے جہاں صحابہ کرام کے قتل کی نفی کی ہے اور اپنے لئے اس کو ثابت کیا ہے۔ تو ظاہر بات ہے ان صحابہ نے اپنی تلواریں تو چلائیں تھیں اور ان کا ارادہ بھی یہی تھا کہ کفار کا قتل ہمارے ہاتھ سے ہوجائے تو اللہ رب العزت نے جو ان سے نفی فرمائی وہ خلق موت کی ہے اور اپنے لئے جس چیز کا اثبات کیا ہے وہ بھی موت کی خلق کا ہے کیونکہ دنیا جہاں میں جو بندہ بھی فوت ہوجاتا ہے یا قتل ہوجاتا ہے حقیقت میں اس کو مارنے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اس کے باوجود جب ایک آدمی کسی کو قتل کرتا ہے تو حقیقت میں تو

مقتول کو اللہ نے ہی مارا ہے لیکن قاتل کے بھی تو ارادے و اختیار کو دخل ہوتا ہے تبھی تو اس سے قصاص لیا جاتا ہے اور دیت وصول کی جاتی ہے تو جس طرح یہاں کسب انسان کا ہے اور خلق اللہ تعالیٰ کی ہے اس طرح آیت کریمہ

وما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی

اور آیت کریمہ

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم

میں خلق اللہ رب العزت کی ہے اور کسب صحابہ اور نبی پاک علیہ السلام کا ہے غیر اللہ کو غیر اھل سنت ہرگز خدا نہیں مانتے بلکہ یہ تو خان صاحب کے اسلاف کا نظریہ ہے کہ اپنے پیروں اور مولویوں کو خدا مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کے شیخ الہند محمود الحسن مرثیہ گنگوہی میں لکھتے ہیں۔

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں بار بار ارنی دیکھی میری بھی نادانی

یہاں صاف طور پر اپنے آپ کو کلیم کے منصب پر فائز کیا جا رہا ہے اور اپنے پیر گنگوہی کو خدائی منصب پہ فائز کیا جا رہا ہے اگر خان صاحب واقعی اپنے موحد ہونے میں سچے ہیں تو اپنے شیخ الہند پر فتویٰ لگائیں۔

اسی طرح جب حسین احمد مدنی کا انتقال ہوا تو اس غالی مرید نے اس کے بارے میں مضمون لکھا۔ کہ کیا تم نے کبھی خدا کو بھی عرش نیچے آ کر فانی انسانوں سے فروتنی کرتے ہوئے دیکھا ہے کیا تم نے تصور بھی کیا ہے کہ خدا اپنی کبریائی پہ پردہ ڈال کر ہمارے پاس رہے گا اور گلی کوچوں میں ہمارے ساتھ پھرے گا۔

(شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۰)

اب خان صاحب یہ بتلائیں کہ اپنے پیروں اور مولویوں کو خدا تسلیم کرنے

کے حوالے ان کی کتابوں میں ملتے ہیں اور الزام اہل سنت کو دیا جاتا ہے کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں کیا آخرت میں جواب دہی کا خوف بالکل جاتا رہا اور کیا خلق خدا اور خدا سے شرم بالکل باقی نہیں رہی کہ دن دیہاڑے اسے جھوٹ بولے جا رہے ہیں حالانکہ جس طرح کی باتیں اہل سنت کی طرف منسوب کی جا رہی ہیں وہ تو ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہے تو اس پر تو یہی بات بچی آتی ہے کہ۔

الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

باب کرامات کے غیر اختیاری ہونے میں خان صاحب کا استدلال

احادیث نبوی کی روشنی میں اور اس کے جوابات

نمبر ۱:

خان صاحب نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں مہمان آئے اور کھانا کھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ جب تک حضرت سیدنا صدیق اکبر نہیں آئیں گے ہم کھانا نہیں کھائیں گے جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کو پتہ چلا کہ مہمانوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا ان کی اہلیہ کو بھی طیش آیا انہوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی۔ اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ہم سے کام غلطی سے ہو گیا کھانا لے آؤ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ نے بھی کھانا کھایا مہمانوں نے بھی کھایا اور جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو جب وہ ایک لقمہ اٹھالیتے تو اس سے اور زیادہ ظاہر ہو جاتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے تو ان کی اہلیہ نے عرض کیا کہ یہ تو پہلے سے تین گناہ زیادہ بڑھ گیا ہے یہ حدیث شریف بخاری و مسلم شریف میں ہے تو خان صاحب کا استدلال اس امر سے ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت بھی ہے لیکن آپ کو پہلے علم ہی نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو پھر ارادہ و اختیار کیسے ہوسکتا ہے۔

جوابی گزارش:

اس حدیث پاک سے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر کی شان مبارک ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ نے ارادہ ہی نہیں کیا لیکن اللہ رب العزت نے آپ کی عزت افزائی کی خاطر کھانے میں تین گنا اضافہ کر دیا تو جب آپ ارادہ فرما لیتے تو اللہ تعالی بطریق اولی اپنے فضل و کرم کا اظہار فرماتا نیز اہل سنت اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ ہر کرامت ولی کے اختیار سے صادر ہوتی بلکہ جس طرح شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ

ظاہر می شوند از قصد واز بے قصد

نمبر ۳:

خان صاحب نے ایک دوسری روایت اس طرح نقل کی ہے کہ دو صحابہ کرام سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوپہر تک گفتگو کرتے رہے جب واپس گھروں کو جانے لگے تو اگرچہ ان دونوں کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی لاٹھیاں تھیں لیکن ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی۔ اور وہ اس کی روشنی میں چلتے رہے جہاں سے الگ ہوکر انہوں نے اپنے اپنے گھروں کو جانا تھا تو وہاں سے دوسرے کی

لاٹھی بھی روشن ہوگئی حتی کہ دونوں اپنے گھروں تک پہنچ گئے اس حدیث پاک سے خان صاحب کا استدلال اسی امر سے ہے کہ یہ ان دونوں صحابہ کی کرامت ہے لیکن ان کو اس بات کا پہلے علم نہ تھا کہ ہماری لاٹھیاں روشن ہوجائیں گی تو جب علم ہی نہیں تھا تو ارادہ و اختیار کہاں سے حاصل ہوگیا۔

جوابی گزارش:

خان صاحب کی یہ دلیل بھی ان کے دعوے کو ثابت نہیں کرسکتی ہے کیونکہ ان کا دعوی یہ ہے کہ کوئی کرامت کسی ولی کا ارادہ سے صادر ہوہی نہیں سکتی تو یہ دعوی اس حدیث پاک سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایک مخصوص واقعہ میں اختیار کی نفی سے مطلقاً اختیار کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت قتادہ بن نعمان سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث پاک مروی ہے کہ ان کو بھی نبی علیہ السلام نے ایک چھڑی عطا فرمائی اور فرمایا تیرے دس ہاتھ آگے روشنی کرے گی اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی اور تیرے گھر میں ایک سانپ ہوگا اس اس کو مار دینا حدیث پاک مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں موجود ہے تو شیخ محقق ان دونوں احادیث کی تشریح کرتے ہوئے مدارج النبوہ میں ارشاد فرماتے ہیں

ایں احادیث اول دلیل اند بر نورانیت آنحضرت ﷺ و سرایت نورانیت دے بخادمان درگاہ وے بمانند عصا و تازیانہ ایشاں چہ جائے ذوات و اعضائے ایشاں۔

(مدارج النبوہ جلد اول ص ۱۱۰)

یہ احادیث نبی کریم علیہ السلام کی نورانیت پر واضح دلیل ہیں۔ بلکہ آپ کے نور اقدس کے خادمان بارگاہ میں بلکہ ان کی چھڑیوں میں بھی سرایت کرنے پر ان کی ذوات اور اعضا میں آپ کی نورانیت کے سرایت کرنے پر اس کا اندازہ ہی کیا

ہوسکتا ہے۔ تو شیخ علیہ الرحمۃ کی اس تشریح سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا ان کی لاٹھیوں کو روشن کر دینا یہ سرکار علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ معجزہ آپ کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے چاہا تھا کہ میرے ان صحابہ کی لاٹھیاں روشن ہو جائیں کیونکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کی طرف دعوت اسلام کے لئے آسان فرمایا اس نے عرض کیا کہ کوئی ایسا نشان عطا فرمایئے جو ان کیلئے علامت صدق بن جائے پس نبی کریم علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور پیدا کر دیا انہوں نے عرض کیا کہ لوگ تو اس کو برص خیال کریں گے تو نبی کریم علیہ السلام نے وہ نور ان کے عصا کے اندر منتقل فرما دیا اس حدیث پاک سے پہلی دو حدیثوں کی وضاحت ہوگئی کہ ان چھڑیوں کا روشن ہو جانا نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ بھی ہے اور آپ اس کے صادر کرنے کے اندر با اختیار بھی ہیں کیونکہ صحابی کا یہ عرض کرنا کہ آپ اس نور کو آنکھوں کے علاوہ کہیں اور منتقل فرما دیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ معجزات سرکار علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوئے کیونکہ اگر ان معجزات میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کو دخل نہ ہوتا تو صحابی کا یہ عرض کرنا کہ میری آنکھوں والا نور کہیں اور منتقل فرما دو اس کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا تو اس حدیث سے جو سرفراز صاحب نے پیش کی ان کے اس عقیدہ کی بیخ کنی ہوتی ہے کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہ السلام بے اختیار ہوتے ہیں بلکہ اس سے تو اہل سنت کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام معجزہ کے صدور میں سے با اختیار ہیں۔

نمبر۳:

خان صاحب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

راستہ بھول گئے اور سامنے سے ببر شیر ظاہر ہوگیا حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو نبی علیہ السلام کا غلام ہوں تو شیر اپنی دم ہلاتا ہوا آپ کے قریب آیا اور ان لے کر آگے آگے چلنے لگا حتی کہ ان کو لشکر کے ساتھ جا ملایا۔

خان صاحب کا یہاں سے استدلال یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت تو ہے لیکن اس میں آپ کو ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے لیکن خان صاحب کا یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ خان صاحب کو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی چاہتے تھے کہ شیر سے ان کو جان بچ جائے اور وہ لشکر میں پہنچ جائیں تو کیا ان کا شیر سے بچ جانا اور لشکر میں پہنچ جانا اور امر خرق عادت نہیں تو جب امر خارق للعادت ہے اور ان کے ارادے سے صادر ہو رہا ہے تو ظاہر امر ہے کہ یہ کرامت ان کے ارادے واختیار کے ساتھ ہی صادر ہو رہی ہے کیونکہ آپ نے جو شیر سے کہا کہ میں نبی کریم علیہ السلام کا غلام ہوں تو آپ بھی چاہتے تھے کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا نام سن کر مجھے نقصان پہنچانے سے باز رہے تو آپ کی خواہش پوری ہوگی نیز خان صاحب نے کیا قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر نہیں پڑھا۔

ومن تکن برسول اللہ تصرتہ   ان تلقہ الاسد فی اجامہا تجم

ترجمہ:

جس کو نبی کریم علیہ السلام کی مدد حاصل ہو جائے ان کو اگر شیر بھی غاروں میں ملیں تو دم بخود رہ جائیں اور تھانوی صاحب لکھتے ہیں یہ قصیدہ الہامی ربانی سے لکھا گیا ہے۔

نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ جریج والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قسطلانی۔ حافظ بدر الدین، امام نووی، قاضی عیاض علیہم الرحمۃ نے لکھا

ہے کہ کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی ہے۔ تو پھر خان صاحب کو مان لینا چاہیے کہ بعض اوقات کرامات اختیار اور ارادے سے بھی صادر ہوتی ہیں اور اس ضمن میں احادیث مصطفی ﷺ اور اقوال علما کرام ہم کثرت سے گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں۔

نمبر ۴:

خان صاحب نے ایک حدیث پاک بیان کی ہے جس میں نبی کریم علیہ السلام نے تین آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ غار میں پھنس گئے تھے تو ان تینوں نے اپنی اپنی نیکی کو یاد کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ رب العزت نے ان کی نیکیوں کے طفیل غار کے منہ پر پڑا ہوا پتھر ہٹا دیا تو خان صاحب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہ حدیث پاک میں ان لوگوں کی کرامات کا ذکر بھی ہے لیکن اس کرامت کے صدور میں ان کے کسب کو دخل نہیں تھا تو خان صاحب کا یہ استدلال ان کے دعوے سے بالکل مطابقت کوئی نہیں رکھتا کیونکہ خان صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی کرامت کسی ولی کے ارادے سے صادر نہیں ہوتی تو دعویٰ عام ہے دلیل خاص ہے تو یہ استدلال کا کوئی قسم نہیں ہے کہ بندہ جزوی واقعات سے قاعدہ کلیہ ثابت کرلے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ پتھر کا غار کے منہ سے ہٹ جانا یہ ان بزرگوں کی کرامت تھی جو کہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی تھی خان صاحب ہی بتلائیں کہ جب وہ تینوں حضرات اللہ بارگاہ میں دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ اگر ہمارے وہ اعمال تیری رضا کیلئے تھے تو ان اعمال کے صدقے ہماری یہ مشکل آسان کردے تو کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ غار کے منہ پہ پڑا ہوا پتھر ہٹ جائے یا نہیں چاہتے

تھے اگر نہیں چاہتے تھے تو دعا کیوں کی اور اگر چاہتے تھے تو پھر خان صاحب کے مذہب کی نیا ڈوب گئی۔

نیز خان صاحب کا یہ نظریہ بھی بڑا عجیب ہے کہ کرامت وہی ہوتی ہے جو کسی کے ہاتھ پر صادر ہو حالانکہ کرامت کا اسی چیز کے اندر حصر نہیں ہے بلکہ بعض اوقات اولیا کرام کسی امر کی دعا کرتے ہیں اور عادتاً اس امر کے وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا لیکن اللہ رب العزت اپنے ولی کی دعا کی وجہ سے اس امر کو واقع کر دیتا ہے مثلاً ایک آدمی کو بظاہر اولاد ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو اللہ رب العزت اپنے کسی ولی کی دعا کی وجہ سے اس کو اولاد سے سرفراز کردے۔

تو خان صاحب ہی بتائیں کہ کیا یہ اس ولی کی کرامت نہیں ہوگی نیز آپ کے تھانوی صاحب بھی تو ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوئے اور اس مجذوب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرے دو بیٹے ہوں گے ایک کا نام اشرف علی ہوگا اور ایک کا نام اکبر علی ہوگا جیسا کہ مکمل واقعہ ارواح ثلاثہ میں مرقوم ہے۔ تو کیا خان صاحب ہی بتلائیں کہ مجذوب کا تھانوی صاحب کی کی ولادت کی خبر دینا اور تھانوی صاحب کا اس کی دعا سے متولد ہو جانا کیا اس مجذوب کی کرامت نہیں ہے اور آپ کے سید احمد شہید کو غوث پاک اور خواجہ نقشبندی کا قادری اور نقشبندی بنانا کیا ان بزرگوں کی کرامت نہیں اور کیا یہ کرامت ان کے اختیار سے صادر ہوتی ہے یا بے اختیار صادر ہوتی ہے؟ اگر بغیر اختیار کے صادر ہوتی تھی تو پھر شاہ اسماعیل کا یہ لکھنا کہ دونوں ارواح کے درمیان تنازہاہا اس کا کیا مطلب ہوگا۔

نوٹ:

خان صاحب نے جو غار والی حدیث پاک نقل کی ہے اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ اولیا کرام کے چاہنے سے غار کے منہ پر پڑے ہوئے پتھر ہٹ جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود خان صاحب کا نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ اولیاء عظام کے چاہنے سے ان کی مشکل دور ہو جائے اور وہ بھی بنی اسرائیل کے اولیاء ہوں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی امت کے اولیاء کی کیا شان ہوگی اور پھر سید الانبیاء علیہ السلام کی کیا شان ہوگی؟ تو پھر خان صاحب کا یہ کہنا کہ اولیاء کرام کی دعا سے پتھر ہٹ گیا اور نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا تو یہ ایسا گورکھ دھندہ ہے جو ہماری عقل سے بالاتر ہے۔

خان صاحب کا شاہ ولی اللہ محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں اور ان کو ایمان میں اخلاص کا درجہ حاصل ہوتا ہے ان کرامات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔

تو خان صاحب کا اس عبارت سے استدلال کرنا ہماری ناقص سمجھ میں نہیں آیا کیوں کہ اس عبارت میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کرامات کے صدور میں اولیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس اہل سنت کا نظریہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کرامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے تو اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ کرامات ان کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیونکہ اگر وہ ارادہ کریں اور کرامت صادر نہ ہو تو پھر ان کی عزت افزائی تو نہ ہوگی بلکہ توہین ہوگی جس طرح مسیلمہ کذاب نے کانے کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ کانا نہ رہا بلکہ اندھا بن گیا تو اگر اولیاء کرام کی کرامات کا صدور ان کے ارادے کے مطابق نہ ہو سکے تو ان کی بھی توہین لازم آجائے گی نیز ہم اس مسئلے کی وضاحت کیلئے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی کتاب ھمعات کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ ایں فقیر را آگاہانیدہ اند کہ خوارق عادات درحد ذات خویش امور عادیہ اند وازیں معنی کہ سنت اللہ جاری شدہ کہ چوں نفس ناطقہ کسباً وحیلۃً بمرتبہ رسد اورا امور غیبیہ منکشف شوند یا دعائے او مستجاب شود وعلی ھذا القیاس ہم چناں کہ سنت اللہ جاری شدہ کہ چوں کسے تریاق خورد اثر زہر از وے مندفع مے گردد یا گوشت وسمن تناول کند قوی تر شود علی ھذا القیاس لیکن چوں مخالف عادت معروفہ است او را خوارق عادت گویند نیز آگاہانیدہ اند کہ ہر نوع از خوارق کسب است کہ چوں باں تمسک نمایند آں خوارق از وے صادر شود۔

ترجمہ:

جاننا چاہیے کہ اس فقیر کو مطلع کیا گیا کہ خوارق عادات بذات خود امور عادیہ ہیں اس معنی کے لحاظ سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے کہ جب نفس ناطقہ اپنے کسب اور محنت کے ساتھ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کیلئے امور غائبہ منکشف ہو جاتے ہیں اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے کہ جب کوئی تریاق کھائے تو زہر کا اثر اس سے دور ہو جاتا ہے یا گوشت اور گھی کھائے تو وہ طاقتور ہو جاتا ہے لیکن چوں کہ کرامت عام عادت کے مخالف ہوتی ہے اور مروجہ طریقہ کار کے برعکس اس کا ظہور ہوتا ہے اس لئے اس کو خواق عادت کہتے ہیں شاہ

صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ خرق عادت میں سے ہر قسم جو ہے وہ ایک کسب ہے (کسبی چیز ہے) تو جب اس کسب کے ساتھ تمسک کیا جائے تو وہ خرق عادت اس سے صادر ہو جاتا ہے۔

تو شاہ صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح عام آدمی اگر زہر کے اثر کو دور کرنا چاہے تو تریاق کھانے سے زہر کا اثر اس سے دور ہو جاتا ہے یا جس طرح گوشت اور گھی کھانے سے طاقتور ہو جانا عام آدمی کے بس میں ہے اس طرح کرامت کا صدور بھی اولیاء کرام کے بس میں ہے گویا شاہ صاحب فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح عام آدمی کیلئے امور عادیہ ہوتے ہیں اولیاء کرام کیلئے امور غیر عادیہ ان کے بس میں ہوتی ہے۔

سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے معانی سمجھنے کیلئے دل کا تکبر اور دنیا کی محبت اور گناہوں کے اقرار کی محبت سے خالی ہونا ضروری ہے خان صاحب کہتے ہیں کہ یہ تمام عیوب اہل سنت میں موجود ہیں۔ ہم خان صاحب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت کا یہ دعوی تو نہیں ہے کہ وہ معصوم ہیں لیکن وہ خان صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی طرح بارگاہ رسالت میں گستاخ نہیں ہیں کیا خان صاحب نے بخاری شریف کی حدیث نہیں پڑھی ایک آدمی بار بار شراب پیتا تھا تو اس کو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں لایا جاتا اس کو سزا دی جاتی تو بعض صحابہ نے اس پہ لعنت بھیجی تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو۔

انہ یحب اللہ ورسولہ

لہذا خان صاحب کو اس طرح کا دعوی نہیں کرنا چاہیے کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں اور اہل سنت وجماعت گناہوں سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اگر خان صاحب

کا بقول ان کے اور کوئی گناہ بھی نہ ہو لیکن ان کی جو گستاخانہ عبارات ہیں ان کی وجہ سے وہ اپنے ایمان سے جب محروم ہو چکے ہیں اور ان کے نامہ اعمال میں ان تحبط اعمالکم کی وجہ سے کوئی نیکی باقی نہیں رہیں تو وہ کس منہ سے اپنی نیکیوں پر ناز کرتے ہیں۔

نوٹ:

جو حضرات دیو بندیوں کی گستاخانہ عبارات کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں وہ حضور غزالی زمان کی کتاب الحق المبین۔ تعارف علمائے دیو بند۔ دیو بندی مذہب۔ دعوت فکر۔ اور راقم کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جو دو جلدوں میں چھپ چکی ہے کا مطالعہ فرمائیں۔

خان صاحب نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ اہل سنت وجماعت دیو بندی ہو جائیں تو ان کے دلوں کی بستیاں آباد ہو جائیں گی تو خان صاحب سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ آپ ہمیں یہ مشورہ نہ دیں کیونکہ ہمارے اندر تو دنیاوی آگ برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں چہ جائیکہ اخروی آگ برداشت کریں اور ہمیشہ کیلئے کریں اور اس امر کے مصداق بن جائیں۔

خالدین فیہا ابدا

ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار

نیز خان صاحب کا یہ کہنا کہ اہل سنت بدعتی اور مشرک ہیں تو اس الزام کی حقیقت کا جائزہ لینے کیلئے ہم قارئین سے گزارش کریں گے کہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی کتاب زلزلہ کا مطالعہ فرمائیں اور انصاف کریں کہ جن امور کی وجہ سے اہل سنت کو مشرک بدعتی کہا جاتا ہے کہ وہ امور بدرجہ اتم ان حضرات میں موجود ہیں یا نہیں

اور اپنے اکابر کیلئے ان تمام امور کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں کرتے جن امور کا نبی کریم علیہ السلام کیلئے تسلیم کرنا شرک قرار دیتے ہیں۔ لہذا خان صاحب اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی خلود فی النار کا مستحق بنانا چاہتے ہیں اور موحد بننے کی دعوت دیتے ہیں لیکن ہم ایسی توحید کو بھی جس میں بزرگان دین کی تعظیم کی بجائے توہین کا درس دیا جائے اس کو شیطانی توحید سمجھتے ہیں لہذا خان صاحب اس کا مصداق نہ بنیں۔

خود بھی ڈوبے تھے صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے
اس لئے ہمارا بیڑہ غرق نہ کریں اور کرم کریں

باب خان صاحب کا علماء امت کے اقوال سے غلط استدلال:

خان صاحب نے بعض علماء کے حوالہ جات اس بارے میں پیش کیے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ساتھ نہ خلق میں نہ تقدیر میں اور نہ وجوب وجود کے اندر کوئی شریک ہے اسی طرح رزق دینے والا وہ ہے اسی طرح کی عبارتیں خان صاحب نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلوی اور حضرت ملا علی قاری ، امام شعرانی، شاہ رفیع الدین محدث دھلوی، شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی نقل کی ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں تصرف کرنے والا کوئی نہیں اور کوئی کسی چیز کا مختار نہیں سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں لیکن خان صاحب نے جتنے بھی یہ حوالے پیش کیے سب بے سود ہیں کیونکہ اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ رب العزت ہی کائنات میں متصرف ہے بلکہ اہل سنت و جماعت کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ ماتحت الاسباب امور میں بھی اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اس کی مرضی کے بغیر کوئی اپنا ہاتھ نہیں ہلا سکتا البتہ خان صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ ماتحت الاسباب میں تو

بندے متصرف ہیں لیکن مافوق الاسباب امور میں اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے۔

خان صاحب نے جو ان عبارات کا مطلب سمجھا ہے اگر وہ مراد لیا جائے تو پھر ان آیات کریمہ کا کیا مطلب ہوگا جن میں ارشاد باری تعالیٰ کہ اللہ رب العزت ہی تمام ملکوں کا مالک ہے جس کو چاہے سارا عطا کر دے اسی طرح سلیمان علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کی بادشاہی عطا فرمائی جس کے بارے میں مفصل حوالہ جات ہم پچھلے اوراق میں دے چکے ہیں اور ہم نے قرآن پاک کی تفاسیر معتبرہ اور بلکہ خود دیو بندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اور ان کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی شیخ الہند محمود الحسن کے حوالہ جات سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے خان صاحب نے اس طرح کی بھی عبارات نقل کی ہیں کہ تمام کائنات کے معاملات کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق کے تمام احوال اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے وابستہ ہیں لیکن خان صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ماتحت الاسباب امور میں بندے متصرف ہو سکتے ہیں مافوق الاسباب میں نہیں ہو سکتے تو پھر خان صاحب کی ان عبارات سے تو پتہ چلتا ہے کہ ماتحت الاسباب میں بھی بندے متصرف نہیں ہیں نیز خان صاحب ہی بتلائیں کیا ملک الموت کو اللہ رب العزت نے روح قبض کرنے کی طاقت دی ہے یا نہیں کیا روح قبض کرنا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب اگر ماتحت الاسباب ہے تو کیا خان صاحب بھی کسی کی روح قبض کر سکتے ہیں اور اگر مافوق الاسباب ہے تو کیا ملک الموت روح کے قبض کرنے میں متصرف نہیں ہے یا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے حالانکہ ارشاد ربانی ہے۔

الله يتوفى الانفس حين موتها

اور یہ بھی ارشاد پاک ہے۔

قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم

تو ثابت ہو گیا کہ اللہ رب العزت کے متصرف ہونے سے مخلوق کے متصرف ہونے کی نفی نہیں ہوتی خان صاحب نے جو باتیں نقل کی ہیں کہ کائنات میں اکیلا خدا ہی متصرف ہے تو ان کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ حقیقی متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ رب العزت معاذ اللہ معطل ہے جس طرح روزی ورزق دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن میکائیل علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے روزی پہنچاتے کی ڈیوٹی سونپ رکھی ہے۔

خان صاحب کا ایک عجیب خبط:

خان صاحب نے اپنی اس کتاب راہ ہدایت میں اس امر پہ بڑا زور دیا ہے کہ کوئی مافوق الاسباب نہیں ہے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے بوعلی سینا کا حوالہ پیش کیا کہ ہر چیز کے کچھ طبعی اسباب ہوتے ہیں تب وہ وجود میں آتے ہیں پھر خود ہی کہہ دیا کہ ابن علی سینا دینی مقتداء نہیں ہے اب خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہے جس طرح آپ کہتے ہیں۔ تو پھر یہ فرق کیوں کرتے کہ مافوق الاسباب ماتحت الاسباب پھر تو ہر چیز ہی ماتحت الاسباب بن گئی دوسری گزارش یہ ہے کہ فی الواقع ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے یہ بات مسلم ہے لیکن بزرگان دین جب یہ لفظ بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو چیز عام عادی اسباب کے ذریعے واقع ہو وہ ماتحت الاسباب ہے اور جو چیز عام عادی اسباب سے ہٹ کر ہو وہ مافوق الاسباب ہوتی ہے۔ جس طرح ایک آدمی پانی پی کر سیر ہو جائے اور اس کی پیاس بجھ جائے پانی پینے سے اس کی پیاس کا بجھ جانا اس کا تعلق ماتحت الاسباب امور سے ہے اور کسی بزرگ کی زبان چوسنے سے پیاس کا بجھ جانا یہ مافوق الاسباب امور میں شمار ہوتا ہے۔

خان صاحب سے ایک سوال:

اگر آپ کے نزدیک تحت الاسباب ہی تھی تو پھر آپ نے تنقید متین میں یہ کیوں کہا کہ ماتحت الاسباب امور میں استعانت جائز ہے اور مافوق الاسباب امور میں استعانت شرک پھر حضرت کو یہ فرق کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی خان صاحب کو چاہیے کم از کم سوچ سمجھ کر کوئی بات کیا کریں تا کہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

نوٹ:

خان صاحب اس کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ نے ملک عطا فرمایا تھا وہ ماتحت الاسباب تھا ہم قارئین کے سامنے دوبارہ حضرت سلیمان علیہ السلام والی آیت پیش کرتے ہیں وہ خود انصاف فرمائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا۔

رب هب لی ملکاً لاینبغی لاحد من بعدی انك انت الوهاب .فسخرنا له الریح تجری بامره رخاءُ حیث اصاب .والشیاطین کل بناء وغواص واخرین مقرنین فی الاصفاد هذا عطاؤنا فامنن اوامسك بغیر حساب.

ترجمہ:

اے اللہ مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے علاوہ کسی کے لائق نہ ہو بے شک تو سب سے بڑا عطا کرنے والا ہے پھر ہم نے ہوا ان کے تابع کر دی جو ان کے حکم سے جہاں چاہتے تھے چلتی تھی اور شیطین اور عمارتیں بنانے والے اور سمندروں میں غوطے لگاتے والے اور بیڑیوں میں بندھے ہوئے جن ان کے ماتحت کر دیے اس کے بعد فرمایا کہ یہ ہماری بخشش ہے چاہے احسان کرو یا روکے رکھو۔ تم سے کوئی

حساب کتاب نہیں ہوگا۔

اسی آیت کے تحت کتب تفاسیر میں یہی لکھا ہوا ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا مثلاً تفسیر مظہری، تفسیر صاوی، تفسیر قرطبی، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، روح البیان، روح المعانی، تفسیر جمل، تفسیر خازن، تفسیر ماتریدی، ان تمام کتب اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب میں تصریح ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا مثلاً البحر المحیط، تفسیر زادالمسیر، تفسیر معالم التنزیل، مدارک، بیضاوی، شیخ زادہ، خفاجی علی البیضاوی، تفسیر حسینی، تفسیر ابن جریر، نیشاپوری، ابن کثیر۔

اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ معجزہ امور عادیہ میں ہوتا ہے یا امور غیر عادیہ میں اگر معجزہ امور عادیہ کے اندر صادر ہو جاتا ہے تو پھر اس سے تو ثابت ہوا کہ غیر انبیاء کرام بھی معجزے دکھاتے رہیں کیوں کہ امور عادیہ تو ہر کسی کے اختیار کے تحت ہوتے جناب کچھ تو عقل کی بات کیا کرو

نوٹ:

خان صاحب ویسے تو اہل سنت پر طعن کرتے ہیں کہ خواہش نفس کی پیروی اور تکبر کی وجہ سے ان کو قرآن پاک کو سمجھنے کی توفیق نہیں ہوتی لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ بموجب مشہور مقولہ

المرء یقیس علی نفسه

حضرت نے اپنا ہی حال بیان کیا۔

خان صاحب اہل سنت کی فکر نہ کریں اور نہ ہی ان کو نصیحتیں کریں بلکہ وہ اپنی فکر کریں ہم خان صاحب سے عرض کرتے ہیں۔

اے بلبل رنگیں نوا تجھ کو تو پڑی ہے گانے کی
مگر مجھ کو تو پڑی ہے تیرے آشیانے کی

خان صاحب کو اتنا سمجھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ ہوا کا سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق چلنا جنوں شیطانوں کا ان کے تابع ہونا اور کچھ جنوں کا بیڑیوں میں ان کی حراست میں ہونا یہ ماتحت الاسباب امور ہیں یا مافوق الاسباب کیا ہمیں بھی ایسے امور پر قدرت حاصل ہے جیسے کہ سلیمان علیہ السلام کو تھی ماتحت الاسباب قدرت میں تو ہمارے بندے ہی یکساں ہوتے ہیں ہم قارئین سے دوبارہ گزارش کریں گے کہ اس آیت کی تفسیر میں اشرف علی تھانوی اور شبیر احمد عثمانی کی تفاسیر جو ہم پچھلے اوراق میں ذکر کر چکے ہیں دوبارہ ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

خان صاحب نے یہ جو عبارتیں نقل کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پہ واحد متصرف ہے کوئی اس کے علاوہ ملک میں شریک نہیں تو کیا جن دنوں میں اللہ رب العزت نے سلیمان علیہ السلام کو یہ سارے تصرفات عطا فرمائے تھے وہ خدا کے شریک بن گئے تھے اگر سلیمان علیہ السلام بھی اتنے عالی شان ملک کے باوجود خدا کے شریک نہیں بنے تو نبی کریم علیہ السلام کیلئے اگر زمین آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کی عطا سے تسلیم کرلی جائے پھر سرکار علیہ السلام خدا کے شریک کیسے بن سکتے ہیں۔

نیز خان صاحب یہ بھی ارشاد فرمائیں کیا کسی بڑے سے بڑے دنیاوی بادشاہ کو اللہ رب العزت نے اتنا عظیم الشان ملک عطا فرمایا ہے جو سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے یہ عجیب تحت الاسباب تصرف ہے جو سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی دنیاوی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوا جنوں پر بھی آپ کی حکومت ہو شیطانوں پر بھی

۔ ہواوں پر بھی آپ کی حکومت ہو اور آصف بن برخیاء جیسے صحابی آپ کے تابع فرمان ہیں جو چشم زدن میں تخت لا کر پیش کر دیں اور ایسے قوی ہیکل جن ان کے تابع فرمان ہوں۔ جو محفل برخواست ہونے سے پہلے تخت حاضر کرنے پر قادر ہوں اتنی عظیم الشان حکومت کے باوجود اگر سلیمان علیہ السلام صرف ماتحت الاسباب میں ہی متصرف تھے تو پھر پتہ نہیں مافوق الاسباب کس چیز کا نام ہے۔

خان صاحب سے ایک گزارش:

خان صاحب نے اس کتاب میں تفسیر اتقان کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس کے دل میں تکبیر ہو یا خواہش نفس کا پیروکار ہو اس کو قرآن پاک کی سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی اور خان صاحب کے متکبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ مولانا حسین الدین شاہ صاحب کو علمی گہرائی حاصل نہیں ہے اور علمی طور پر ہر وہ بالکل ناقص ہیں لہذا ان کو چاہیے کہ کچھ عرصہ علماء دیو بند سے آ کر پڑھ لیں تا کہ انہیں کچھ علم حاصل ہو جائے۔

خان صاحب کا یہ مشورہ دینا ان کے متکبر ہونے کی دلیل ہے خان صاحب یہ بتائیں کہ جو علماء دیو بند بریلی کی تقسیم سے پہلے گزرے ہیں ان کو علمی رسوخ کیسے حاصل ہو گیا مدرسہ دیو بند اور باقی دیو بندی مدارس تو بعد میں وجود میں آئے اور ان کا رسوخ علمی اتنا ہے کہ کوئی دیو بندی ہو یا بریلوی ہو ان کی کتابوں کا محتاج ہے۔ تو خان صاحب کا اس طرح کے دعوے کرنا یہ دوسروں کو حقیر سمجھنے کے مترادف ہے اور حدیث شریف جو مسلم شریف میں مروی ہے اس میں نبی کریم علیہ السلام نے تکبر کی بھی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا

الکبر بطر الحق وغمط الناس

کہ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے اسلئے خان صاحب کو چاہیے کہ اپنی متکبرانہ روش کو چھوڑ کر توبہ کر کے سنی ہو جائیں اسی میں ان کا بھلا ہے ورنہ آخرت کے اندر سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے ٹھکانے میں جا کر یہ کہیں گے۔

سواء علینا اجزعنا ام صبرنا مالنا من محیص

باب مدبرات امر کے بارے میں ایک بحث اور خان صاحب کے وساوس کا ازالہ:

صاحب نور ہدایت مولانا حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے آیہ کریمہ

فالمدبرات امرا

کی تفسیر میں تفسیر کبیر، خازن، معالم، جمل کے حوالہ سے لکھا کہ جبرئیل ومیکائیل وعزرائیل واسرافیل علیہ السلام امور الہیہ کی اہل زمین میں تدبیر وتقسیم فرماتے ہیں جبرئیل علیہ السلام ہوا اور لشکروں پر موکل ہیں میکائیل علیہ السلام بارش اور روئیدگی پر مقرر ہیں عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر اور اسرافیل علیہ السلام انہیں حکم پہنچانے پر متعین ہیں اور حضرت شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی کے حوالہ سے لکھا کہ مدبرات امرا سے مراد ملائکہ عظام جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل مع اعوانھم وجنودھم کہ ہر یک برائے تدبیر امرازامور کونیہ مقرر فرمودہ اندر تو خان صاحب بیچارے ان تفاسیر کے حوالوں کا کیا جواب دے سکتے تھے اس لئے زبان درازی پر اتر آئے اور حضرت شاہ صاحب کو بختی اونٹ کے ساتھ تشبیہ دے دی اور خان صاحب کی بوکھلاہٹ کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس اس آیت کریمہ سے

استدلال کا کوئی جواب نہیں تھا ہم خان صاحب کی اطلاع کیلئے مزید عرض کرتے ہیں کہ صرف ان تفاسیر میں یہ تفسیر نہیں کی گئی بلکہ تفسیر ابن کثیر جو خان صاحب کی معتمد علیہ تفسیر ہے، تفسیر مظہری، تفسیر کشاف، تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان، تفسیر زادالمسیر، تفسیر نیشاپوری، تفسیر درمنثور، تفسیر صاوی، تفسیر قرطبی، مدارک اور دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے بھی تفسیر عثمانی میں یہی تفسیر بیان کی ہے تو اہل سنت کا استدلال یہ تھا کہ مدبر امر تو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے لیکن اللہ رب العزت نے یہ صفت فرشتوں کیلئے بھی ثابت کی ہے تو جب تک ذاتی عطائی کا فرق نہیں کیا جائے گا ان آیات میں تطبیق نہیں کی جائے گی خان صاحب اہل سنت کے اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کا متصرف ہونا اس آیت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اعتقادی مسائل قیاسی نہیں ہوتے تاکہ ملائکہ مدبر اور متصرف ہونے سے انبیاء کرام اور اولیا عظام کے متصرف ہونے پر استدال کیا جاسکے۔

جوابی گزارش:

خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر کسی غیر اللہ کا متصرف ہونا شرک ہے تو قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کیا قرآن عظیم سے شرک بھی ثابت ہوجاتا ہے اور پھر خان صاحب نے اپنی کتاب کے سرورق پر لکھا ہے کہ مافوق الاسباب طریقے پر مختار کل اور متصرف فی الامور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سرورق پر یہ بات لکھنے کے باوجود اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۸ پر حضرت نے یہ تسلیم کر لیا کہ ملائکہ کائنات کے اندر متصرف ہیں۔

تو پھر خان صاحب خود ہی بتلائیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہی متصرف فی الامور

ہے تو پھر فرشتے کیسے متصرف ہوگئے کیا خان صاحب کے نزدیک فرشتے غیر اللہ نہیں ہیں؟ صرف انبیاء کرام اور اولیاء عظام غیر اللہ ہیں نیز جب خان صاحب کا دعوی یہ ہے کہ کائنات میں متصرف ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور کسی غیر اللہ میں ماننا شرک ہے تو اپنے قول کے مطابق خان صاحب خود مشرک ہوگئے۔

خان صاحب کا دوسرا اعتراض:

خان صاحب کہتے ہیں کہ عقیدے کے لئے قطعی دلیل چاہیے اور اس کی تو کئی تفسیریں کی گئی ہیں لہذا یہ تو ظنی دلیل ہے اور ظنی سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا تو خان صاحب کی اس بے جا حرکت کے جواب میں ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ ہر عقیدہ قطعی نہیں ہوتا بعض عقائد ظنی بھی ہوتے ہیں اور ظنی عقائد پر ظنی دلائل قائم کیے جاسکتے ہیں جیسا کہ شرح عقائد نبراس اور شرح مقاصد میں اس کی تصریح موجود ہے۔

نوٹ:

نبراس کے صفحہ ۵۹۸ شرح مقاصد جلد ۲ ص ۱۹۹ شرح مواقف ۶۹۹ نیز عقائد نسفی میں بھی افضیلت رسل بر ملائکہ کی بحث میں یہ تصریح موجود ہے۔

خان صاحب کا تیسرا اعتراض:

خان صاحب کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کی کئی تفاسیر ہیں لہذا اس آیت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ جس آیہ کریمہ کی کئی تفسیریں کی گئی ہوں اگر اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا تو پھر تو قرآن مجید کی کسی آیہ کریمہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں رہے گا کیونکہ ہر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام کئی

کئی تفاسیر فرما دیتے ہیں اس لئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے اپنے حاشیہ بیضاوی میں ارشاد فرمایا استدلال باحد التفاسیر اور بات ہے اور استدلال باحد الاحتمالین اور بات ہے خان صاحب نے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی احکام شریعت کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا بواسطہ فرشتگان اور سیارگان اور عقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توسل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم نسق فرماتا ہے اعلیٰ حضرت نے جواب بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر حاکم حقیقی عزوجل پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق۔ اکیلا مدبر ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فالمدبرات امراً۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب نے جو اعلیٰ حضرت کی عبارت سے استدلال کیا ہے اس عبارت کی خان صاحب کے مدعا پر کوئی دلالت نہیں کیونکہ خان صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ماتحت الاسباب امور میں بندے بھی تصرف کر سکتے ہیں اور مافوق الاسباب امور میں صرف اللہ ہی متصرف ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امور کائنات میں تدبیر و تصرف کرنے کے اندر فرشتوں کا محتاج نہیں ہے کیونکہ فلاسفہ کا یہ نظریہ تھا کہ اصل کارکنان قضاء قدر ملائکہ اور عقول عشرہ وغیرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا تو اس طرح ان کے افعال بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگئے۔ یہ گویا فلاسفہ کا تفویض امور والا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ فرشتوں کے حوالے کر کے خود معاذ اللہ معطل ہے تو اعلیٰ

حضرت نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حقیقی مدبر متصرف ہے اور ملائکہ کرام تدابیر امور کائنات کی انجام دہی کیلئے اسباب ہیں اگرچہ فوق الطبیعت ہی کیوں نہ ہوں جس طرح جبریل علیہ السلام کے حضرت مریم علیہ السلام کے گریبان میں پھونک مارنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اگرچہ سبب اور مسبب کے باہم ربط اور تعلق اور جبریل علیہ السلام کی تدبیر سے تھا۔

کماقال انما انا رسول ربك لاھب لك علاماً زکیا

لیکن توالدو تناسل کا سبب طبعی یہ نہیں ہے تو گویا اعلیٰ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اسباب ظاہرہ اور ان کے مسببات میں بھی حقیقی موثر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھا جائے اور نظر اسباب پر نہ رکھی جائے بلکہ مسبب پر اور اسباب غیر عادیہ میں بھی نظر اس کی ذات پر ہونی چاہیے اور موثر حقیقی اس کو سمجھنا چاہیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت تفسیر عزیزی کی ایک عبارت کا خلاصہ ہے کیونکہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے تفسیر عزیزی میں ارشاد فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیر اللہ سے استعانت اس طرح کہ اعتماد صرف اس پر ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اعانت کا مظہر نہ جانے تو حرام ہے اگر توجہ اور التفات محض اللہ کی طرف ہے اور اس غیر کو اللہ کی امداد اور اعانت کے مظاہر میں سے ایک مظہر سمجھ کر اور کارخانہ اسباب اور حکمۃ باری پر نظر رکھتے ہوئے غیر اللہ سے ظاہری استعانت کریں تو عرفان سے دور نہیں ہوگی اور شریعت میں بھی جائز ہے اور درست ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء نے اس طرح کی استعانت سے کی ہے اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔

(تفسیر عزیزی جلد اول ص ۸)

اگر اعلیٰ حضرت کا یہی نظریہ ہوتا جو خان صاحب کا ہے تو آپ یہ کیوں فرماتے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

نیز خان صاحب یہ بتلائیں اگر اختیارات کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ آپ جیسا ہے تو پھر ان کو مختار کل ماننے پر مشرک کیوں مانتے ہیں نیز اعلیٰ حضرت کی حدائق بخشش کے اس شعر پر شرک کا فتویٰ کیوں لگاتے ہو۔

احد سے احمد اور احمد سے تجھ
سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

نیز اعلیٰ حضرت نے خود اپنی کتاب الامن والعلیٰ میں ارشاد فرمایا کہ ولایت مآب حضرت اور ملائکہ عظام کائنات میں متصرف ہیں نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ حقیقۃً یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ مشرکین مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ من یدبر الامر تو وہ کہہ دیتے کہ اللہ اور اللہ رب العزت نے یہ صفت اپنے فرشتوں کیلئے بھی ثابت کی ہے اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں او ناپاک طائفہ کی سنگت والو! جب تک ذاتی اور عطائی کے اس فرق پر ایمان نہیں لاؤ گے قرآن پاک کے ان قہروں سے امان نہیں پاؤ گے اور جب اس فرق پر ایمان لے آؤ گے تو تمہارے شرک وکفر کی یہ بحثیں ختم ہو جائیں گی اس لئے خان صاحب کو چاہیے کہ آئندہ اعلیٰ حضرت کا اس طرح کا حوالہ دینے سے توبہ کریں اور اپنی زبان کو لگام دیں اور اعلیٰ حضرت کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں تاکہ اس طرح کی ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اس آیت کریمہ کی ایک اور تفسیر بھی ہے قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہم اختصار کی خاطر اردو ترجمہ پیش کریں گے۔

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ صفات خمسہ موت کے بعد کاملین کی ارواح کی صفات ہیں وہ اپنے شرف وفضل اور قدرت کی بدولت مدبرات امر میں سے بن جاتے ہیں یا زندہ حضرات کے نفوس فاضلہ کی یہ صفات ہیں جو حالت سلوک میں شہوات سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں اور عالم قدس کی طرف بخوشی راغب ہوتے ہیں اور مراتب وارتقاء میں تیرتے ہیں پس کمالات کی طرف سبقت لے جاتے ہیں حتیٰ کہ انتقال کے بعد تکمیل کے مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی علی حاشیہ شہاب جلد ۸ ص ۳۱۳)

اب خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ مروجہ درسی کتاب بیضاوی شریف کے اندر بھی ایسا مواد موجود ہے جو شرک پر مشتمل ہے تو پھر کیوں معاذ اللہ آپ نے ایک مشرک کی کتاب درس نظامی کے نصاب میں داخل کی ہوئی ہے۔ اس کتاب کو خارج کر کے کوئی اپنی لکھی ہوئی کتاب شامل کر لیں تاکہ لوگ شرک سے محفوظ رہیں علامہ خفاجی بھی بیضاوی کی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ مدبرات کے لفظ سے ملائکہ بھی مراد ہیں اور اولیاء کرام بھی مراد ہیں کیونکہ اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ اپنے ابدان سے جدا ہونے کے بعد ملائکہ کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہیں اس وجہ سے لوگوں کا اتفاق ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دینی چاہیے اگرچہ بعض ملحد لوگ اس امر کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے اس فساد کی شکایت ہے اس وجہ سے کہا گیا اگرچہ حدیث نہیں ہے۔ کہ جب تم امور میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو اسی سے ملتی جلتی عبارت تفسیر روح المعانی کے اندر بھی موجود ہے بیضاوی کے مشہور عالم شارح علامہ شیخ زادہ نے بھی قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ کی تفسیر کے ساتھ مکمل اتفاق کیا ہے اور ان کی تائید فرمائی ہے شیخ محقق نے بھی اشعۃ اللمعات میں قاضی بیضاوی کی اس عبارت کی تائید فرمائی ہے امام رازی قاضی بیضاوی سے پہلے اپنی تفسیر بھی یہ معنیٰ بیان کر چکے ہیں ہم ان کی کثیر عبارات گزشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں تفسیر روح البیان کے اندر بھی یہی تفسیر موجود ہے اسی طرح

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۴۱ میں اولیاء کرام کو مدبرات امر میں شمار کیا ہے ان کی عبارات بھی گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز کے اندر یہی معنی صوفیاء کرام سے نقل فرمایا ہے دیوبندیوں وہابیوں کے مسلمہ پیشوا مولوی اسماعیل دھلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم فارسی کے ص ۱۳۶ پر تحریر کیا ہے، ائمہ ایں طریق واکابر ایں فریق درزمرہ ملائکہ مدبرات الامر معدود اند پس احوال ایں عظام براحوال ملائکہ ء کرام قیاس باید کرد۔

اس طریقے کے امام اور اس گروہ کے اکابر کا شمار ان ملائکہ میں ہوتا ہے جو کائنات کا نظام چلانے پر مامور ہیں پس ان بزرگوں کے حال کو ملائکہ کے احوال پر قیاس کرنا چاہیے اب خان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ اولیاء کرام یا فرشتوں کو متصرف تسلیم کرنا شرک ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور آپ کے امام اسماعیل دھلوی جن کو آپ شہید کہتے ہیں وہ اولیاء کرام اور فرشتوں دونوں کو کائنات میں متصرف تسلیم کر رہے ہیں کیا آپ کے شرک کا فتویٰ اسماعیل دھلوی پر بھی لگے گا یا صرف اہلسنت کیلئے ہی ہے خان صاحب کہتے ہیں کہ یہاں ماتحت الاسباب امور مراد ہیں کیا انہوں نے یہ آیت نہیں پڑھی فالمقسمت امرا تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور، تفسیر مظہری، ابن جریر روح المعانی وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ مقسمت سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کائنات میں رزق بارش وغیرہ تقسیم کرتے ہیں دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے بھی اپنی تفسیر عثمانی میں یہی بات لکھی ہے کیا بارش اور رزق تقسیم کرنا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب ہے اور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد پاک مسند امام احمد، دلائل النبوۃ للبیہقی میں بھی موجود جس میں فرمایا اللہ یرزق وانا اقسم۔ خان صاحب کو چاہیے کہ سرکار علیہ السلام کے اس فرمان

کو تسلیم کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہو جائیں کہ نبی کریم علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تقسیم کرنے والے ہیں ہمارے امام نے فرمایا

انا اعطینک الکوثر کی ساری کثرت پاتے یہ ہیں
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

مزید ارشاد فرمایا۔

آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ کس کا لقب ہے تیرا تیرا

نوٹ:

تھانوی صاحب اپنی کتاب جمال الاولیاء کے صفحہ ۳۰ پر ایک بزرگ ابو العباس شاعر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ چند پیسوں کے عوض بارش بیچا کرتے تھے اگر بارش بیچنا ماتحت الاسباب ہے تو پھر کیا خان صاحب بھی بارش بیچ سکتے ہیں اور اگر مافوق الاسباب ہے تو پھر خان صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ مافوق الاسباب امور میں کسی کو متصرف سمجھنا شرک ہے یا تو اس نظریہ سے توبہ کریں اور سنی ہو جائیں یا پھر اپنے حکیم الامت کو مبلغ شرک قرار دیں اور جو فتویٰ اہلسنت پر لگاتے ہیں اگر واقعی آپ میں انصاف اور دیانت ہے تو یہی فتویٰ اپنے تھانوی صاحب پر بھی لگائیں۔

خان صاحب نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھا ہے کہ ہم تھانوی صاحب کے ایمانی نسخوں پر عمل کرتے ہیں اور اپنی نجات کا سامان کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس ایمانی نسخے پر عمل کریں صرف بہشتی زیور کے آخر میں درج کیے گئے ایمانی نسخوں پر عمل نہ کیا کریں تھانوی صاحب کے قلم سے اہل سنت کی تائید میں نکلنے والی بات کو بھی تسلیم کر لیا کریں۔

خان صاحب کی مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب میں من گھڑت تفریق

خان صاحب کہتے ہیں مافوق الاسباب میں اکیلا اللہ ہی متصرف ہے جب کہ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں جس کا جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے اور کسی نے نمک طلب کرنا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے اب خان صاحب ہی بتائیں کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانے کی صورت میں یا نمک کی حاجت کی صورت میں کبھی انہوں نے کسی غیر سے استعانت نہیں کی صرف اللہ ہی سے مانگتے ہیں یا مسجد مدرسہ کے چندے کے سلسلہ میں بھی انہوں نے کسی مخلوق سے استعانت نہیں کی صرف اللہ ہی سے مطالبہ کرتے ہیں تو ثابت ہو گیا اصل دارومدار شرک کا کسی غیر اللہ کو مستقل متصرف سمجھنے پر ہے بایں معنی کہ اس کو موثر حقیقی سمجھا جائے نہ کہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب ہے۔

نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ جب نبی کریم علیہ السلام کو ایک کافر نے اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا مجھے میرا اللہ بچائے گا تو اس حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماتحت الاسباب کے اندر بھی اصل مستعان اللہ کو سمجھنا چاہیے نیز کفار سے پوچھا جاتا ہے کہ کائنات کی تدبیر کون کرتا ہے تو وہ کہتے تھے اللہ تو کیا اس سے مراد وہ ماتحت الاسباب امور لیتے تھے یا مافوق الاسباب ؟ اگر ماتحت الاسباب امور مراد لیتے تھے تو پھر خان صاحب کا نظریہ تو ان سے بھی بدتر ہے کہ مشرکین مکہ بھی ماتحت الاسباب امور میں اللہ تعالیٰ کو متصرف سمجھتے تھے اور خان صاحب کہتے ہیں کہ ماتحت الاسباب امور میں مخلوق متصرف ہو سکتی ہے اور اگر مشرکین مکہ مافوق الاسباب امور میں صرف اللہ تعالیٰ کو متصرف سمجھتے تھے تو پھر خان صاحب ان لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جنہوں نے فالمدبرات امر کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام ہوا پر موکل ہیں میکائیل علیہ السلام بارش اور روئیدگی پر عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر اور اسرافیل علیہ السلام انہیں حکم فرمانے پر مامور ہیں تو پھر کیا یہ اکابر جنہوں نے فالمدبرات کی تفسیر میں ان حضرات ملائکہ کا ذکر کیا ہے اور تمام معتبر مفسرین نے راجح اور مختار تفسیر اس کو قرار دیا ہے تو پھر کیا ان تمام اکابر مفسرین کو کافر قرار دیا جائے گا اور خان صاحب اس امر کو تو تسلیم کرتے ہوں گے کہ ملک الموت روح قبض کرنے پر قادر ہیں کیونکہ ارشاد باری ہے۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم

تو خان صاحب ہی فرمائیں کہ روح قبض کرنا ماتحت الاسباب امور سے ہے یا مافوق الاسباب امور سے اگر ماتحت الاسباب امور سے ہیں تو پھر خان صاحب بھی کسی کی روح قبض کر سکتے ہیں اور اگر مافوق الاسباب امور سے ہے تو پھر خان صاحب کا یہ دعوی غلط ہو گیا کہ مافوق الاسباب امور میں صرف اللہ ہی متصرف ہے نیز خان صاحب اس آیت پر غور فرمائیں تو فتہ رسلنا لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ قرآن مجید کی آیات میں ٹکراؤ پیدا کرنے سے باز رہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا

نیز خان صاحب اس حدیث پاک پر غور کریں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انما ھلک من کان قبلکم ضربوا کتب اللہ بعضہ ببعض انما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً فلاتکذبوا بعضہ ببعض ماعلمتم منہ فقولوا بہ فما جھلتم منہ فکلوہ الی عالمہ۔ (ابن ماجہ۔ مسند امام احمد بسند صحیح)

بے شک تم سے پہلی امتیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا باہم تعارض پیدا کر دیا۔ قرآن پاک کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں قرآن پاک کے بعض کی بعض کے ذریعے تکذیب نہ کرو جو کچھ اس میں سے جانتے ہو بیان کر دیا کرو اور جو نہیں جانتے اس کو جاننے والے کی طرف سپرد کر دیا کرو۔

خان صاحب کی خدمت میں ایک گزارش:

خان صاحب کی پسندیدہ تفسیر روح المعانی میں مرقوم ہے کہ جو لوگ قطب کو زمین آسمان میں متصرف مانتے ہیں ان کی طرف سے یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے اذن سے قطب زمین و آسمان ہی متصرف ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے غیر اللہ کے متصرف ہونے پر آیت دلیل ہے فالمد برات امرا۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۱۱ زیر آیت من یدبر الامر مراح)

نیز خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر مافوق الاسباب میں غیر اللہ متصرف نہیں ہو سکتا تو پھر سلیمان علیہ السلام کو اس مسئلے کا علم نہیں تھا کہ کیا سلیمان علیہ السلام مسائل توحید میں اتنا ادراک نہیں رکھتے تھے جتنا اسماعیل دھلوی حسین علی اور ہمارے محترم خان صاحب کو حاصل ہے تو جب سلیمان علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔

ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین

اور خان صاحب ہی فرمائیں کہ آپ کا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کیا فتویٰ ہے تو پھر کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ سلیمان علیہ السلام ان سے بھی بڑھ گئے۔ نیز جس چیز کو آپ شرک سمجھتے ہیں ہر وقت اس کی تردید میں مصروف رہتے ہیں اور

اللہ تعالیٰ کے نبی کے سامنے ایک جن یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں محفل برخاست ہونے سے پہلے تخت پیش کر سکتا ہوں تو سلیمان علیہ السلام نے اس کی تردید کیوں نہ فرمائی بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے اس سے بھی جلدی چاہیے تو اللہ کے ولی نے عرض کیا میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت پیش کر سکتا ہوں لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ اپنے فتویٰ کفر کی زد میں انبیاء علیہم السلام کو نہ لے آئیں اور اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام سے بڑا موحد ثابت نہ کریں مسئلہ توحید میں انبیاء علیہم السلام کو جتنی شناسائی ہوتی ہے اور ان کے دل میں توحید کی جتنی عظمت جاگزیں ہوتی ہے وہ ہمارے اور تمہارے لحاظ سے کھربوں درجے زیادہ ہے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ توبہ کریں۔

خان صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ مسئلہ استمداد کے بارے میں مفصل بحث ہم نے گلدستہ توحید میں کر دی ہے وہاں مطالعہ کریں ہم قارئین کی بارگاہ میں گزارش کریں گے صرف گلدستہ توحید کے مطالعہ پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اگر واقعی ان کو حق کی طلب اور تلاش ہے تو گلدستہ توحید کے جواب میں لکھی گئی مبسوط کتاب گلشن توحید و رسالت کا بھی مطالعہ کریں تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں اور خان صاحب کے اس مقولہ کی حقیقت بھی سمجھ میں آجائے بضدھا تتبین الاشیاء۔

خان صاحب کا شرح مواقف کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب شرح مواقف کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں بت پرست دو واجب الوجود کے قائل نہیں اور نہ وہ بتوں کو صفات الوہیت سے متصف مانتے ہیں اگرچہ وہ ان پر الہ کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ انہوں نے تو انبیاء کرام یا نیک بندوں یا فرشتوں یا ستاروں کی تصویریں اور فوٹو بنا کر عبادت کے طور پر ان کی تعظیم

شروع کردی تاکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرسکیں۔

خان صاحب کے استدلال کا رد:

خان صاحب کا اس عبارت سے استدلال کرنا ہماری ناقص سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ بات یہ ہورہی ہے کہ مافوق الاسباب امور میں انبیاء علیہم السلام متصرف ہوسکتے ہے یانہیں اورخان صاحب نے حوالہ اس امر میں پیش کیا ہے کہ بت پرست انبیاء علیہم السلام کی یا بزرگان دین کی تصویروں کی عبادت کرتے تھے تو خان صاحب سے کوئی پوچھے کہ ان کی اس عبادت کو کون صحیح تسلیم کرتا ہے اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ کسی بھی غیر اللہ کی عبادت کرنا چاہیے تصویر کی عبادت ہو یا صاحب تصویر کی یہ عبادت شرک ہے جب ہم انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مخلوق مانتے ہیں تو پھر ہم جب ان کو ہی خدا نہیں مانتے اور نہ ہی عبادت کے لائق سمجھتے ہیں چہ جائیکہ ان کی تصاویر کو خدا تسلیم کریں کیا ہمارے امام کا یہ شعر خان صاحب نے حدائق بخشش میں ملاحظہ نہیں کیا جس سے ہمارے عقیدہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہا کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
کہ خالق کا بندہ اور خلق کا آقا کہوں تجھے

اور مشرکین مکہ جن کے بارے میں خان صاحب نے سابقہ غیر متعلق حوالہ پیش کیا ہے وہ خود قیامت کے دن عرض کریں گے۔

تاللہ ان کنا لفی ضلل مبین اذ نسویکم برب العلمین

تو خان صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بتوں کی صرف تعظیم کرتے تھے جبکہ مشرکین مکہ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جب تمہیں اللہ کے برابر سمجھتے تھے اور تمہاری عبادت کرتے تھے ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ۔

لم یکن لہ کفواً احد

نوٹ:

خان صاحب کی یہ صفت قابل داد ہے کہ کسی چیز کا جواب بنے یا نہ بنے کسی دلیل کا دعوی پر انطباق ہو یا نہ ہو کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں گویا ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود کے پورے پورے مصداق ہیں۔ اور خم ٹھونک کر میدان میں آنے کے پوری طرح دھنی ہیں آگے یہ قسمت کی بات ہے کہ خان صاحب وہ جنگ جیتیں یا ہاریں گویا خان صاحب اپنے اس شعر کے پورے مصداق ہیں۔

شکست وفتح نصیبوں سے ہے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

خان صاحب نے میر سید شریف جرجانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام اہل سنت محقق شمس المحدثین امام المتکلمین حضرت کا اگر واقعی ان کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ وہ شمس المحدثین ہیں اور امام المتکلمین ہیں تو اس شرح مواقف کے ص ۶۶۲ پر انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتا ہے۔ جب کہ خان صاحب نے اپنی اسی کتاب میں بار بار لکھا ہے کہ یہ نظریہ کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں یہ باطل پرستوں کا نظریہ ہے اور غیر اسلامی نظریہ ہے اب خان صاحب ہمیں صرف اتنا بتلا دیں کہ کیا جو ہستی امام اہل سنت بھی ہو اور شمس المحدثین بھی امام المتکلمین بھی ہو کیا وہ غیر

اسلامی نظریہ پیش کر سکتے ہیں اگر وہ غیر اسلامی نظریہ پیش کرنے والے تھے تو پھر آپ نے ان کو اتنے عظیم الشان القاب کیوں دیئے اور آپ ان کی عبارات سے استدلال کیوں کرتے ہیں نیز غیر اسلامی نظریہ پیش کرنے والے کو اتنے بڑے القاب دے کر اور رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر آپ کا انجام کیا ہوگا لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ یا ان کو اپنا بزرگ ماننا چھوڑ دیں یا ان کے ان اقوال کو جو اہل سنت پیش کرتے ہیں تسلیم کرنے کا اعلان کریں۔

مولوی سرفراز کی طرف سے حسین علی کی برات کی ناکام کوشش:

صاحب نور ہدایت مولانا حسین الدین شاہ صاحب نے مولوی حسین علی پر الزام قائم کیا تھا کہ مولوی حسین علی اللہ تعالی کے علم غیب کا قائل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب بلغۃ الحیر ان میں کل فی کتب معین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ علیحدہ جملہ ہے ماقبل کے ساتھ نہیں تاکہ یہ لازم آئے کہ تمام باتیں اولاکتب مبین میں لکھی ہوئی ہیں جیسا کہ اہلسنت کا مذہب ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں فرشتے۔ (بلغۃ الحیر ان ص ١٥٤)

تو اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے خان صاحب کہتے ہیں کہ بلغۃ الحیر ان حضرت کی اپنی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ حضرت کی تقاریر ہیں جو ان کے شاگردوں نے تحریر کیں۔ لہذا ان تقاریر کی ذمہ داری استاد پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ تو خان صاحب کی پیش کردہ صفائی کے بارے میں عرض یہ ہے کہ خان صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ حضرت کی اپنی تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت کی تقاریر ہیں لیکن جس صفحہ سے حضرت نے یہ عبارت نقل کی ہے یہ تقاریر غلام اللہ اور نذر شاہ عباسی نے قلمبند کی تھیں۔ لیکن

خان صاحب اس کے بعد والا جملہ چھوڑ گئے کہ حضرت نے بعد میں اس پر نظر ثانی بھی فرمائی تھی تو اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ حسین علی نے ان تمام عبارات کو ملاحظہ کیا تو اس کی تائید وتصدیق کے بعد یہ کتاب منظر عام پر آئی اور اس کتاب کے شروع میں کافی خواب بیان کیے گئے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالی کی بارگاہ میں بڑی مقبول ہے اور اللہ تعالی نے حسین علی کو اس کتاب کے لکھوانے کا الہام کیا تھا تو پھر حسین علی صاحب نے اتنی سستی کا مظاہرہ کیوں کیا کہ بعض تقاریر پر نظر کی اور بعض پر نہ کی کیا ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ جب یہ کتاب منظر عام پر آئے گی تو اگر اس میں غلطیاں ہوئیں تو میری طرف منسوب ہوں گی نیز حسین علی نے کتاب کے شروع میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے حسین علی کو کہا کہ آپ قرآن پاک کی تفسیر لکھیں تو پھر حسین علی نے انبیاء علیہا السلام کی فرمائش کی یہی قدر کی؟ کہ اپنی املائی تقاریر کو بالاستیعاب ملاحظہ بھی نہ کیا یہ ان کی کونسی دیانتداری ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ فیض الباری بھی تو انور شاہ کاشمیری کی املائی شرح ہے پھر اس شرح کو ان کی تصانیف میں کیوں شمار کیا جاتا ہے نیز بلغۃ الحیر ان کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے کہ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جو آیات معتزلہ کے مذہب کے خلاف آتی ہیں اس کا وہ صحیح مطلب بیان کرلیتے ہیں لیکن جو آیات کریمہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف آتی ان کا وہ صحیح مطلب بیان نہیں کرسکتے یہ عبارت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالی کے علم کو حادث مانتے ہیں خان صاحب نے حسین علی کی صفائی پیش کرنے کیلئے ان کی کتاب تحریرات حدیث کا حوالہ پیش کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز کو پیدا ہونے سے پہلے بھی جانتا ہے تو خان صاحب کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ ان کی آخری کتاب ہے اور اس میں مسئلہ تقدیر کو انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اگر ایک

کتاب میں گستاخانہ عبارت آجائے تو جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے اور اس عبارت سے رجوع نہ کیا جائے تو اس وقت تک دوسری عبارات سود مند نہیں ہوتیں انور شاہ کشمیری کے ملفوظات میں ہے کہ جب ایک جگہ توہینی کلمات ثابت ہو جائیں تو جب تک ان سے توبہ نہ کی جائے تو ہزاروں مدحیہ کلمات بھی فائدہ نہیں دے سکتے جب تک ان گستاخانہ کلمات سے توبہ نہ کی جائے۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۹)

اسی طرح دیوبندیوں کے ابن شیر خدا مرتضی حسن دربھنگی اپنی کتاب اشد العذاب میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو عیسی علیہ السلام کی گستاخیاں کی ہیں تو جب تک وہ ان سے توبہ نہ کرے اور تعریفی کلمات کہتا بھی رہے تو اس کو وہ تعریفی کلمات فائدہ نہیں دیں گے۔

لہذا خان صاحب کی یہ کوشش بے سود ہے کہ تحریرات حدیث کا حوالہ دے کر ان کی جان چھڑائیں نیز خان صاحب کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اشرف علی تھانوی کے پاس جب بلغۃ الحیر ان بھیجی گئی تو اس نے کہہ دیا کہ میں اس کو اپنے کتب خانے میں نہیں رکھنا چاہتا اور نہ اپنے متعلقین میں سے کسی کے کتب خانے میں یہ کتاب دیکھنا چاہتا ہوں لہذا فوراً اس کتاب کو واپس بھیج دیا جائے۔

(امداد الفتاوی جلد ۶ ص ۱۲۱)

نوٹ:

اشرف علی تھانوی کا یہ اظہار ناراضگی اسی عبارت کی وجہ سے تھا جس عبارت کی خان صاحب صفائی پیش کر رہے ہیں جیسا کہ امداد الفتاوی کے اس جلد و صفحہ پہ یہ تصریح بھی موجود ہے۔

نیز خان صاحب بلغۃ الحیر ان کے ان الفاظ پر غور کریں کہ آیات قرآنیہ جیسا

کہ ولیعلم الذین اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں بعض مقام جو معتزلہ کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں اور اہل سنت والے معنی علم ظہور لیتے ہیں تو یہاں خان صاحب دیکھیں کہ مولوی حسین علی صاحب صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ آیات واحادیث ان کے مذہب کو ثابت کرتے ہیں اور ان کے مذہب پر پوری طرح منطبق ہیں تو یہاں صاف طور پر معتزلہ کے مذہب پر قرآن حدیث کو منطبق کیا جا رہا ہے اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جو مقام معتزلہ کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں۔

خان صاحب ہی بتلائیں کیا اس عبارت ہی معتزلہ کی واضح تائید نہیں خان صاحب کہتے ہیں کہ حسین علی نے یہ تو نہیں کہا کہ ولیعلم الذین امنوا آیت کریمہ کا انطباق ان کے مذہب پر صحیح ہے لیکن حضرت نے یہاں کوئی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا کیوں کہ حسین علی ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جو آیات واحادیث معتزلہ کے مذہب کے خلاف ہیں ان کا صحیح معنی کرتے ہیں یہ عبارت اس امر کی صاف غمازی کر رہی ہے کہ حسین علی صاحب اس بارے میں اہلسنت کے موقف سے مطمئن نہیں اور معتزلہ کا مذہب ان کے نزدیک قوی ہے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ حسین علی کی عقیدت سے بالاتر ہو کر اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے خادم و مرید ہونے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کچھ شرعی قواعد کا بھی لحاظ کر لیں اس سے ان کے دیوبندی ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا خان صاحب نے جو غلام اللہ خان کا حوالہ دیا ہے کہ اس نے رسالہ شائع کیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ بلغۃ الحیر ان کی اصل عبارت اسی طرح تھی کاتب کی غلطی سے یوں لکھی گئی جس سے اصل مطلب بدل گیا ہے۔

تو خان صاحب یہ فرمائیں کہ کیا غلام اللہ کو کاتب کی غلطی اس وقت یاد آئی جب اہل سنت کی طرف سے اعتراض ہوا پہلے ان پر اس غلطی کا انکشاف کیوں نہ

ہو سکا پھر کاتب کی غلطی لفظوں میں ہوئی یہ تو نہیں کہ عبارت ہی ساری کی ساری بگڑ کر رہ جائے یہ طریقہ کوئی اچھا نہیں کہ جب بندہ پھنس جائے اور کفر کے فتوے لگنے شروع ہو جائیں تو بجائے توبہ کرنے کے ساری غلطی کاتب کے سر تھوپ دی جائے۔

دیو بندیوں کے اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر منکر ہونے پر ایک اور دلیل:

بلغۃ الحیر ان کی عبارت کی غلطی کو تو خان صاحب نے شاگردوں اور کاتب کے ذمہ لگا دیا ہے لیکن اسماعیل دھلوی کی اس عبارت کے بارے میں خان صاحب کیا ارشاد فرمائیں گے وہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں صاف طور پر لکھتے ہیں۔ کہ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ٢٩)

اور خان صاحب شرح عقائد پڑھا پڑھا کے بوڑھے ہو گئے ہیں اور ان کو پتہ ہوگا کہ شرح عقائد کے اندر یہ عبارت موجود ہے۔

ان الصادر عن الشی بالقصد و لاختیار یکون حادثاً بالضرورۃ

جو امر کسی سے ارادے اور اختیار کے ساتھ صادر ہو وہ بالبداہۃ حادث ہوتا ہے تو گویا اسماعیل دھلوی کا نظریہ یہی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب حادث ہے کیا خان صاحب یہاں بھی فرمائیں گے یہ کتابت کی غلطی ہے یا املائی کتاب ہے کہ شاگرد سے غلطی ہو گئی ہے اور اسماعیل کی تقویۃ الایمان کے بارے میں رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے کہ اس کتاب کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور اس فتاوی رشیدیہ کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ بندہ کے نزدیک تقویۃ الایمان کے تمام مسائل صحیح ہیں اب خان کے پیر و مرشد حسین علی صاحب گنگوہی صاحب کے شاگرد ہیں تو ظاہر بات ہے ان کا بھی وہی عقیدہ ہوگا جو ان کے استاد کا ہے اور پھر خان صاحب کا نظریہ بھی وہی ہوگا جو گنگوہی صاحب کا ہے بلکہ پوری دیو بندی ذریت کا بھی یہی عقیدہ ہوگا کیوں کہ گنگوہی کا اپنے بارے میں ارشاد ہے کہ حق وہی ہے جو میری زبان سے نکلتا ہے میں کچھ نہیں مگر نجات موقوف ہے میری اتباع پر تو اگر حسین علی گنگوہی صاحب کے فتوے کو نہ مانے کہ پوری تقویۃ الایمان پر عمل کرنا فرض ہے تو ہدایت و نجات سے محروم ہو جائے گا اور اگر مانے تو اس کا مسلک بھی یہی ثابت ہوگا کہ وہ بھی اللہ کے علم کو حادث مانتا ہے پھر خان صاحب پر گویا کہ یہ مقولہ سچا آئے گا۔

القرار مامنہ الفرار

اسی طرح انور شاہ کشمیری نے بھی فیض الباری کے اندر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم چابی کی طرح ہے جس طرح چابی سے جب چاہے کوئی تالہ کھول لے اللہ تعالیٰ کے پاس بھی غیب کے خزانوں کی کنجیاں ہیں جب چاہے غیب دریافت کر لے۔ خان صاحب نے ایک بڑا عجیب دعویٰ کیا ہے کہتے ہیں کہ حسین علی تو ساری زندگی درس دیتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہی علم غیب جانتا ہے وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علم غیب نہیں جانتا تو خان صاحب کا یہ دعوی بڑا عجیب ہے کیونکہ ضروری تو نہیں کہ جو آدمی کافی عرصہ ایک عقیدے کا پرچار کرتا رہے تو اس سے اس عقیدہ کا انکار صادر نہ ہو سکے کیا حسین علی کے سارے اقوال قرآن کی آیات کی طرح ہیں کہ ان میں تعارض نہیں آسکتا؟ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے علم غیب عطائی کے انکار کی ان پر یہ نحوست پڑی ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے منکر ہو بیٹھے ہوں جس طرح شاہ اسماعیل دھلوی نے انبیاء علیہم السلام کی نفی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کو بھی حادث قرار دے ڈالا۔

خان صاحب کا ایک اور بے بنیاد دعوی:

خان صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۳۶ پر لکھتے ہیں حضرت حسین علی اہل سنت کے امام اور توحید وسنت کے داعی اور شرک کے مٹانے والے تھے۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ دعوی بالکل بے بنیاد ہے کہ حسین علی صاحب تو حید وسنت کے داعی تھے اور اہل سنت کے امام تھے کیوں کہ حسین علی نے اپنی اسی کتاب بلغۃ الحیر ان میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ میرا قبلہ تبدیل ہو جاتے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ابھی تو تمہیں یہ قبلہ پسند نہیں آگے چل کر پسند آجائے گا حالانکہ تمام مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ تحویل قبلہ نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ہوئی اور صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اس امر کو پسند فرماتے تھے کہ میرا قبلہ وہی ہونا چاہیے جو ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا نیز بخاری ومسلم میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ماری ربک الایارع فی ھواک یارسول اللہ ﷺ نبی کریم علیہ السلام نے آپ کے عرض کرنے کے باوجود سکوت فرمایا اگر ان کا یہ نظریہ غلط ہوتا تو سرکار علیہ السلام ان کو ٹوک دیتے اس طرح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم نازل ہونا چاہیے اور پردے کا حکم نازل ہونا چاہیے شراب کی حرمت واضح طور پر نازل ہونی چاہیے تو اللہ رب العزت نے ان کی تمام خواہشات کو پورا فرما دیا بلکہ امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ارشاد فرمایا ہے کہ بیس آیات اللہ رب العزت نے حضرت عمر کی مرضی کے مطابق نازل فرمائی ہیں اور وہابی حضرات خود بھی ایک موقع پر تسلیم کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے

تو اللہ رب العزت نے ان کی مرضی کے مطابق حکم نازل فرمایا اور وہابی حضرات اس واقعہ کو نبی علیہ السلام کے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں چلو یہ تو ثابت ہو گیا کہ اللہ رب العزت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق قرآن مجید اتارا تو پھر وہابی حضرات کو کیا بغض ہے نبی کریم علیہ السلام کی ذات سے کہ آپ کی خواہش کے مطابق تحویل قبلہ ماننے کو بھی تیار نہیں ہیں جبکہ نبی کریم علیہ السلام کے غلاموں کیلئے کئی امور کا صدور ان کی خواہش کے مطابق تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں کم از کم وہابی حضرات اس آیت پر ہی غور کر لیتے

فسبح اطراف النھار وآناء الیل لعلک ترضی

نیز یہ آیت کریمہ کاش وہابی حضرات پڑھ لیتے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی۔

کاش حسین علی اور اس کی ذریت اس آیت کریمہ کو ملاحظہ کر لیتے۔

لھم مایشاون عندربھم

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

ولکم فیھاماتشتھی انفسکم

جن کے غلاموں کی اللہ رب العزت اتنی عزت افزائی فرمائے گا ان کی خواہش سے قبلہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا نیز آیت کریمہ لعلک ترضی اور

ولسوف یعطیک ربک فترضی

سے تو صاف ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالی نبی کریم علیہ السلام کی رضا کا طلب گار ہے خان صاحب کو چاہیے کہ حسین علی کا خاتم المریدین ہونے پر فخر نہ کریں بلکہ نبی کریم علیہ السلام کی غلامی میں داخل ہو جائیں۔

حسین علی کی مریدی کے بغیر نجات ممکن ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کی

غلامی کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے تو ہم خان صاحب سے یہ عرض کریں گے کہ آپ کس سے اپنا تعلق توڑ چکے ہیں اور کس سے اپنا تعلق جوڑ چکے ہیں۔

از کے بریدی وکے پیوستی

خان صاحب اس حدیث پہ غور فرمائیں نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لوکان موسی حیاً ما وسعه الااتباعی

نیز فرمایا۔

لوبدالکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل

تو خان صاحب اس امر پہ غور کریں کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کو جس کو یہ برداشت بھی نہیں ہوا کہ قرآن پاک سے سرکار کی یہ شان کیوں ثابت ہو رہی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی خواہش سے قبلہ تبدیل ہو گیا تو وہ قرآن مجید کی تحریف معنوی پر اتر آیا۔ اور آیت کریمہ۔

فلنولینك قبلة ترضاها

کا ترجمہ یہ کر دیا کہ ابھی تو آپ تو یہ قبلہ پسند نہیں ہے آگے چل کر آپ راضی ہو جائیں گے تو جس آدمی کو سرکار علیہ السلام کی ذات پاک سے اتنا بغض ہو اس کا خاتم المریدین بن کر آپ کیا حاصل کریں گے بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب

تو جب اللہ کے ولی سے عداوت رکھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے تو پھر نبی الانبیاء ﷺ کے ساتھ عداوت رکھنے والے کے خلاف اللہ تعالیٰ کا کتنا سخت اعلان جنگ ہوگا تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سخت اعلان جنگ ہو خان

صاحب کو چاہیے کہ ان کی مریدی سے تائب ہو جائیں اور مسلک اہل سنت میں شامل ہو جائیں نیز خان صاحب کا یہ دعوی کہ حسین علی اہل سنت کا امام تھا بڑا خطرناک دعوی ہے کیونکہ اس نے اپنی کتاب بلغة الحیران میں تحریر کیا ہے کہ انبیاء اولیاء نعوذ باللہ شیطان ہیں آیت کریمہ ومن یکفر بالطاغوت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ طاغوت کا معنی ہے کلما عبد من دون اللہ اس لحاظ سے انبیاء کو بھی طاغوت کہا جا سکتا ہے اور دیو بندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی نے اپنی آخری کتاب البوادر والنوادر میں طاغوت کا معنی لکھا ہے شیطان نیز ایک اور دیو بندی مولوی عبدالحفیظ بلیاوی نے اپنی کتاب مصباح اللغات میں طاغوت کا معنی لکھا ہے بدی اور برائی کا سرغنہ اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ جو آدمی انبیاء اولیاء کو بدی اور برائی کا سرغنہ قرار دے کیا وہ صاحب ایمان توحید وسنت کا داعی قرار دیا جائے خان صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ شرک وبدعت کے مٹانے والے تھے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا یہ کتاب وسنت کے بالکل خلاف ہے۔

نوٹ:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء اولیا کو طاغوت کہنا یہ حسین علی کا نظریہ نہیں ہے بلکہ غلام اللہ کا ہے تو ہم ان حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ چلو غلام اللہ کا نظریہ ہی سہی لیکن گستاخ رسول ﷺ کا جو حکم شرعی ہے وہ انہیں غلام اللہ پر لاگو کرنا۔ چاہیے اگر وہابی حضرات یہ کہیں کہ یہ لفظ بولنا گستاخی ہی نہیں ہے تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خان صاحب پوری دیو بندی قوم کے طاغوت ہیں۔

قارئین کی خدمت میں ایک گزارش:

جو حضرات طاغوت والی عبارت کے مفصل رد کو ملاحظہ فرمانا چاہیں تو وہ حضرات

علامہ غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت مولانا احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کی کتاب مبارک صصام کا مطالعہ فرمائیں نیز راقم کی کتاب عبارات اکابر کی عبارات کا تحقیقی جائزہ جلد دوم کا مطالعہ فرمائیں جس میں اس بارے میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

خان صاحب کے امام اہل سنت کا ایک بھیانک خواب:

مولوی حسین علی بلغۃ الحیر ان کے شروع میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام پل صراط سے گر رہے ہیں اور میں نے ان کو گرنے سے بچایا۔

اگر وہابی حضرات یہ کہیں کہ یہ تو خواب کی بات ہے تو وہابی حضرات ہی بتلائیں کہ اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں صاحب بلغۃ الحیر ان کی جوتوں سے مرمت کر رہا ہوں تو کیا دیو بندی حضرات اس کے اس بیان کر دہ واقعہ کو صحیح تسلیم کرلیں گے اور اس خواب بیان کرنے والے کی اس بات کا برا نہیں منائیں گے۔

نیز خان صاحب سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ جب حسین نے بقول اپنے نبی کریم علیہ السلام کو سہارا دیا ہے اور نیچے گرنے سے بچالیا ہے تو حسین علی خود کہاں کھڑے تھے تو ظاہر بات ہے خود نیچے کھڑے تھے تب ہی نبی کریم علیہ السلام کو اس نے سہارا دیا ہے بقول اپنے جہنم میں ان کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

نوٹ:

ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ خوابوں کی دنیا الگ ہے لیکن چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں ایسا بھیانک خواب نہ ہم نے کسی کتاب میں پڑھا نہ کسی سے سنا جو کہ دیو بندی مجدد نے بیان کیا نیز خوش عقیدہ آدمی اگر کوئی دیکھے چاہے اس کی ظاہری صورت بھیانک ہی کیوں نہ ہو جس طرح امام بخاری علیہ الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام کے عظام مبارکہ کو اکٹھا کر رہے ہیں یا نبی کریم علیہ السلام کے جسم اقدس سے مکھیوں کو دور کر رہے ہیں تو علماء نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ حضرت امام نبی پاک علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کو جمع فرمائیں گے اور ضعیف اور موضوع احادیث کو صحیح احادیث سے جدا کریں گے لیکن چونکہ وہ خوش عقیدہ تھے اس لئے علماء نے ان کے خواب کی یہ تعبیر فرمائی لیکن حسین علی کا سرکار علیہ السلام کی ذات پاک سے بغض رکھنا اور بد عقیدہ ہونا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کے چاہنے سے قبلہ تبدیل نہیں ہوا بلکہ آپ کی مرضی کے برعکس تبدیل ہوا ہے تو یہ بغض مصطفیٰ کا ہی کرشمہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان پر صراحتاً دلالت کرنے والی آیت کو اپنے زعم فاسد کی وجہ سے نبی کریم علیہ السلام کی شان مبارکہ کی نفی میں پیش کرنے کی کوشش کردی نیز انبیاء واولیاء کو شیطان قرار دے دیا تو ان دلائل سے ثابت ہوا کہ وہ انتہائی بد عقیدہ شخص تھا تو اس طرح کے بد عقیدہ خواب کو اس کے خبث باطن پر ہی محمول کیا جائے گا کیونکہ علم معانی کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کہے۔

انبت الربیع البقل

تو اس کے اس قول کو کفر یہ نہیں کہا جائیگا بلکہ مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی دہریہ کہے کہ

انبت الربیع البقل

تو اس کے اس قول کو کفریہ کہا جائیگا اور اس کے اس قول کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا تو پتہ چلا کہ قائلین کے اختلاف سے بھی بعض اوقات حکم کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

مجدد دیوبند کی شان اہل بیت میں گستاخی:

مولوی حسین علی اپنی کتاب بلغة الحیر ان میں آیت کریمہ افمن یمشی مکبا الخ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ اے کورکورانہ مرودر کربلا چوں حسین اندر بلا تا نیفتی چوں حسین اندر بلا۔

تو مولوی حسین علی نے اس آیت کی تفسیر میں گمراہ آدمی کی مثال بیان کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کا ذکر کر دیا اور ان کو اس آیت کا مصداق بنا دیا کہ جو آدمی اوندھا ہو کر چلے۔

دیکھیں یہ کتنی بڑی گستاخی کا اس نے ارتکاب کیا حالانکہ مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن اور دوسری اہل بیت ایک کی شان دوسرے سے زیادہ ہے لہذا میرے بعد ان دونوں سے تمسک کرنا تب ہی تم نجات پا سکو گے۔

اسی طرح جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے فرمایا کہ میں تمہارے اندر دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں اکٹھے رہیں گے حتی کہ حوض کوثر میں میرے پاس حاضر ہوں گے۔

تو جن ہستیوں کے دامن تھامنے کو نبی علیہ السلام ہدایت کا ذریعہ قرار دیں دیوبندیوں کے مجدد ان کو گمراہ قرار دیں تو ثابت ہوا کہ دیوبندی مجدد کی سوچ اور نبوی سوچ کے اندر زمین و آسمان کا فرق ہے تیز جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

حسین منی وانا من حسین

تو جس ہستی پاک کے بارے میں نبی کریم علیہ السلام فرمائیں کہ وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں تو ان کو گمراہ قرار دینا یہ کہاں کی دین داری ہے۔ نیز نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقدابغضنی

جس نے حسنین سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

اس حدیث پاک کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا اور علامہ ذھبی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا۔ جن کی محبت کو سرکار علیہ السلام اپنی محبت قرار دیں اور جن سے بغض رکھنے کو سرکاﷺ اپنے ساتھ بغض رکھنا فرمائیں ان کو گمراہ قرار دینا کہاں کی شرافت ہے۔ نیز نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم

جس نے پنجتن پاک کے ساتھ جنگ کی میری بھی اس کے ساتھ جنگ ہے اور جس نے ان کے ساتھ صلح کی میری بھی اس کے ساتھ صلح ہے جامع ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث پاک موجود ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ ملاحظہ ہو تقریب تہذیب التھذیب نیز ملاحظہ ہو تنقیح الرواۃ مسلم شریف میں بھی روایت ہے۔ کہ جب آیت کریمہ۔

تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم الخ

نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی، حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت حسنین کریما کو فرمایا کہ۔ ھؤلا اہل بیتی اور صحیح مسلم شریف اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے آیت کریمہ۔

انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرات حسنین کو یمین اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ الزہراء کو اپنی کملی میں لے کر فرمایا۔

الھم ھؤلاء اھل بیتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا

اب خان صاحب ارشاد فرمائیں کہ جن ہستیوں کو اللہ رب العزت ہر قسم کے گناہوں سے پاک رکھنے کا اعلان کرے اور سرکار علیہ السلام بھی ان کی تطہیر کیلئے دعا فرمائیں اور حسین علی ان کی بارگاہ میں دریدہ ذہنی کام لیتے ہوئے انہیں گمراہ قرار دے تو کیا اس کی یہ حرکت قرآن کی اس آیت اور حدیث رسول ﷺ کا مذاق بنانا نہیں۔ نیز پہلی آیت کریمہ جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ تم فرمادو کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اس آیت کے اندر ان بھی ان حضرات کی عظمت وشان کا اظہار ہے۔ پھر پتہ نہیں اس مصنوعی شیخ القرآن کو یہ آیات اور احادیث کیوں نظر نہ آئیں نیز بخاری شریف میں حدیث پاک ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما

جن ہستیوں کی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اتنی عزت ہو کہ ان سے محبت کرنے والے بھی اللہ کے محبوب بن جائیں تو ایسی ہستیوں کو گمراہ قرار دینا اور اس آیت کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوتی ہے ان حضرات پر منطبق کر دینا یہ کہاں کی دیانتداری ہے نیز حدیث پاک ہے الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔

حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور علامہ ذھبی نے بھی ان کی موافقت فرمائی۔ جن ہستیوں کو نبی کریم علیہ السلام جنتی جوانوں کا سردار قرار دیں ان کو کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کا مصداق بنانا کسی سنی کا کام تو

نہیں ہوسکتا بلکہ کسی جلے بھنے خارجی کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد پاک ہے۔

مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجاومن تخلف عنھا ھلک

میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا تو جن ذوات قدسیہ سے تعلق جوڑنے کی سرکار علیہ السلام ترغیب دلائیں جب کہ یہ ذات شریفہ ان کو گمراہ قرار دے دے تو پھر اس کا نبی کریم علیہ السلام کی اہل بیت بلکہ خود نبی پاک سے کیا تعلق ہوسکتا ہے یہ حدیث پاک مسند امام احمد میں موجود ہے اور اس کی کئی اسناد ہیں مجموعہ اسانید کی وجہ سے یہ روایت حسن درجے کی ہے نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمہ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے محبت کرو کیونکہ اللہ تعالی تمہیں پالتا ہے اور مجھ سے محبت کرو کیونکہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے یہ حدیث پاک جامع ترمذی میں ہے اور حسن حدیث ہے اور مشکوۃ شریف کی تخریج کے اندر بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا گیا ہے جامع ترمذی شریف اور نسائی شریف میں حدیث پاک ہے۔

نبی کریم علیہ السلام تے فرمایا کہ جب تم دعا کرو اور درود پاک پڑھو پھر تمہاری دعا قبول ہوگی اور درود پاک کے اندر نبی کریم علیہ السلام کا ذکر بھی ہے اور اہل بیت کرام کا بھی تو جن کی ذات پاک پر درود پڑھنے کی وجہ سے ہماری دعائیں قبول ہوجاتی ہیں ان پر کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کے چسپاں کرنا پرلے درجے کی شقاوت اور حماقت ہے نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک جو بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا۔

ارقبو محمد ﷺ فی اهل بیته

نبی کریم علیہ السلام کے اہل بیت کے بارے میں سرکار علیہ السلام کا خیال کیا کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ۔

هل انبت الشعر علی رؤسنا الا الله والتم الاصابه

کے اندر رہے کہ اس کی سند صحیح ہے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو ارشاد فرمائیں کہ ہمارے سر پر جو بال اُگے ہیں وہ اللہ نے لگائے ہیں اور آپ نے اگائے ہیں اور حسین علی اتنی مقدس ہستیوں کو راہ راست سے بھٹکا ہوا قرار دے تو پھر اس کا اور حضرت عمر کے نظریے کا آپس میں کوئی توافق نہیں ہوسکتا بخاری شریف میں حدیث پاک ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یلث فی امتی احد فعمر

پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوئے تھے جن کو اللہ کی طرف سے الہام کیا جاتا تھا اگر میری امت میں کوئی ایسی ذات ہے تو حضرت عمر کی ذات ہے۔ نیز مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے۔

ان الحق ینطق علی لسان عمر

مسند امام احمد طبرانی میں صحیح حدیث ہے شک اللہ رب العزت حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے جن کا کلام الہام ربانی سے صادر ہوتا ہو وہ تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اس قدر عقیدت کا اظہار فرمائیں اور جن کے بارے میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہو ان الشیطین لیوحون الی اولیاء ہم وہ امام حسین علیہ السلام کو گمراہ قرار دیں اس پر یہی کہا جا سکتا کہ۔

ببیں راہ تفاوت از کجا است تا بکجا

نوٹ:

حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے حسین علی کے بارے میں چند سخت الفاظ لکھے تو خان صاحب کو فوراً حدیث قدسی یاد آگئی۔

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب

حالانکہ یہ حدیث قدسی تو حسین علی پر بچی آتی ہے کیونکہ جب ایک عام ولی کے ساتھ عداوت رکھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے جن کے قدموں کی خاک سے کروڑوں ولی تیار ہوتے ہوں ان سے عداوت رکھنے والے کا کیا انجام ہوسکتا ہے خان صاحب بیچارے حسین علی کی ایک عبارت کا جواب دیتے دیتے نئی مصیبتوں میں پھنس گئے گویا ان پر یہ شعر سچا آتا ہے۔

عجب الجھا ہے سینے والا چاک دامن ماہ کنعان کا
جو ادھر سے ٹانکا ادھر سے ادھڑا ادھر سے ٹانکا ادھر سے ادھڑا

خان صاحب نے امام شعرانی کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ اصل شارع اللہ تعالیٰ ہے نبی کریم علیہ السلام کو شارع کہنا یہ مجاز ہے اس کے جواب میں ہم امام شعرانی کی مفصل عبارات پیش کریں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ امام شعرانی کا بھی وہی مسلک ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے ہم اختصار کی خاطر ان کی عربی عبارات کا اردو ترجمہ پیش کریں گے چنانچہ امام شعرانی علیہ الرحمۃ کتاب میزان الشریعت جلد اول ص ۱۱۵ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ موکد ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی طرف سے فرض کردیا جبکہ اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کریں جسے نہ چاہیں نہ کریں۔ اسی طرح اسی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی

علیہ کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے وہاں کی گھاس کاٹنے سے منع فرمایا تو حضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ اذخر کی گھاس کو اس حکم سے نکال دیجئے فرمایا اچھا نکال دی اور اس کا کاٹنا جائز کر دیا اگر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور علیہ السلام ہرگز جرات نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔

(کتاب المیزان جلد اول ص ۴۵)

اسی طرح اسی کتاب میں ص ۷۰ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جس کیلئے جو چاہیں جائز کردیں اور جو چاہیں کسی کیلئے حرام کر دیں۔

اسی طرح اپنی کتاب کشف الغمہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو یہ حق حاصل تھا کہ جس کو چاہیں کسی حکم سے مستثنیٰ کردیں جس طرح آپ نے حضرت خزیمہ کی گواہی دو کے برابر کردی اور حضرت ام عطیہ کو نوحہ کرنے کی اجازت دے دی حضرت اسماء بنت عمیس کیلئے سوگ معاف کر دیا اور ایک آدمی کا اسلام صرف اس شرط پر قبول کرلیا کہ وہ دو نمازیں پڑھے گا اور حضرت انس کو رخصت دی کہ وہ سورج کے طلوع ہوتے وقت روزہ رکھ سکتے ہیں۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۵۰ مرقاۃ جلد اول ص ۵۵۰)

کذافی فیض القدیر للمناوی ج ۵ ص ۴۵ ۔ ۴۶ نیز ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ للسیوطی علیہ الرحمۃ

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عبارت جو اسی مضمون پر مشتمل ہے الصارم المسلول کے صفحہ ۴۱ پر موجود ہے اور اسی مضمون کی عبارت نیل الاوطار جلد ۲

ص ۲۹۵ پر موجود ہے مسک الختام جلد ۲ ص ۵۱۲ پر موجود ہے اسی طرح دیوبندیوں کے انور شاہ کشمیری بھی لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جو رمضان شریف میں جماع کرنے والے کو کفارہ معاف کردیا تھا یہ نبی کریم علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ (فیض الباری جلد ۳ ص ۱۶۲)

خان صاحب کا شیخ محقق کے نام سے دھوکا دینا:

خان صاحب نے حضرت شیخ کا نام لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کو تشریعی طور پر مختار نہیں مانتے۔

تو اس کے بارے میں ہم یہ گزارش قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ شیخ علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی طرف احکام سپرد ہیں جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں اور جس کیلئے چاہیں تخصیص فرمادیں نیز ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۳۷ اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۳۰۲ اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۳۸۵ مدارج النبوۃ شریف جلد ۲ ص ۱۸۳ نیز ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۱۲۳ نیز ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۰۹۔

خان صاحب کی خدمت میں باادب گزارش ہے کہ آئندہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نام اس سلسلہ میں پیش نہ کریں بلکہ توبہ کریں۔

نوٹ:

جس طرح کی عبارات حضرت شیخ صاحب نے تحریر فرمائی ہیں اسی طرح کی عبارات نووی شرح مسلم جلد اول ص ۳۰۴ ۔ نسیم الریاض جلد ۲ ص ۳۵ ۔ مواہب لدنیہ جلد ۵ ۔ زرقانی علی المواہب جلد ۵ ص ۳۲۵ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کی شرح مسلم جو فتح الملہم کے نام سے موسوم ہے اس کی جلد ۲ پر بھی اسی طرح کی

عبارات موجود ہیں نیز ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۶۴ زرقانی جلد ۵ ص ۳۲۲ خان صاحب کو چاہیے ان عبارات کا بغور مطالعہ کریں اور نبی کریم علیہ السلام کو مختار کل مان لیں اس میں ہی ان کا فائدہ ہے۔

خان صاحب کی توجہ کیلئے ایک ضروری نوٹ:

دیوبندیوں کے معتبر عالم خلیل احمد انبٹھوی اپنی کتاب بذل المجہود میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو حق حاصل ہے کہ جس چیز کو چاہیں فرض کردیں اور جس چیز کو چاہیں کسی پر حرام کردیں، جس کو چاہیں فرائض معاف کردیں۔

(بذل المجہود جلد ۳ ص ۲۲۲)

خان صاحب کو چاہیے کہ کم از کم اس حوالہ کو تسلیم کرتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام کو مختار کل مان لیں نیز انہوں نے جو عبارتیں پیش کی ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور پر شارع اللہ تعالیٰ ہی ہے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبی کریم علیہ السلام بھی اگر چاہیں تو فرض کرسکتے ہیں اور چاہیں تو حرام وناجائز کرسکتے ہیں۔ جس طرح ابن تیمیہ نے کہا۔

قداقامه الله مقام نفسه في امره ونهيه واخباره وبيانه فلايجوز ان يفرق بين الله ورسوله في شي من هذه الامور.

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۴۱)

خان صاحب کی غلط بیانی اور غلط مطالبہ:

حضرت مولانا حسین الدین شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ خبر واحد کے عقائد میں حجت ہونے کے بارے اگر تصریح درکار ہو تو توضیح تلویح کا رکن ثانی ملاحظہ

فرمائیں جس کو علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ جو شرح عقائد کے مصنف ہیں انہوں نے تحریر فرمایا۔ تو خان صاحب اس کے جواب میں چیلنج دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کونسی توضیح وتلویح ہے اور رکن ثانی ہے جس کا مولف نور ہدایت نے حوالہ دیا ہے تو خان صاحب کو چاہیے کہ ذرا آنکھیں کھول کر توضیح وتلویح ص ۴۶۴۔ ہم خان صاحب کی تسلی کیلئے توضیح کی ایک عبارت پیش کررہے ہیں۔

شاید کے تیرے دل میں اتر جائے میری بات

علامہ تفتازانی ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان الا حاديث في احكام الاخرة انما وردت لعقد القلب والجزم بالحكم وفي غيرها للعمل دون الاعتقاد فوحيث لا تيان بما كلفنابه في كل منها

اور اس سے چند سطر اوپر لکھتے ہیں۔

ان الاحاديث في باب الاخرة منها ماالشتهر ليوجب علم طمانية ومنها ماهوخبرالواحد فيفيد الظن وذلك في التفاصيل اوالضروع ومنها ماتواتر واعتضد بالكتاب وهو في الاصول فيفيد القطع.

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات کے بارے میں جو احادیث ہیں ان میں سے بعض مشہور ہیں وہ علم طمانیت کا فائدہ دیتی ہیں اور بعض اخبار احاد ہیں جو ظن کا فائدہ دیتی ہیں تو حشر نشر کی تفاصیل اور فروعات کی تفاصیل کے بارے میں وہ حجت ہیں اور بعض ان میں سے متواتر بھی ہیں تو وہ اصول میں اور اجمالی عقیدے کے بارے میں حجت ہیں مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی حشر کو اجمالی طور پر بھی نہ مانے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر حشر کی تفاصیل کا انکار کرے اور آخرت کے مراتب اور درجات کی تفصیل کو نہ مانے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

تلویح کی منقولہ بالا عبارات سے ثابت ہوگیا کہ ہر قسم کے عقیدہ کیلئے قطعی

دلیل درکار نہیں ہوتی بلکہ بعض ایسے عقائد بھی ہوتے ہیں جو اخبار احاد سے ثابت ہوتے ہیں۔

خان صاحب ہی بتلائیں کہ جنت کے درجات کی تفصیل اور محشر کے مکمل واقعات کیا قرآن پاک کی قطعی الدلالۃ آیات اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں تو پھر کیا خان صاحب کا ان پر ایمان نہیں ہے اگر نہیں ہے تو اپنے دماغ کا علاج کرائیں اور اگر ہے تو اپنے اس نظریہ کو چھوڑ دیں کہ کوئی عقیدہ ظنی نہیں ہوتا امید ہے خان صاحب کو توضیح تلویح کی عبارت نظر آجائے گی اور ان کو یہ سمجھ آجائے گا کہ بعض عقائد قطعی ہوتے ہیں اور بعض قطعی نہیں ہوتے ہیں یعنی ظنی ہوتے ہیں۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کیا حضرت ابوبکر صدیق خلفاء ثلاثہ سے افضل ہیں یا نہیں؟ اور ان کو باقی خلفاء سے افضل سمجھنا اہل سنت کا عقیدہ ہے یا نہیں تو کیا یہ عقیدہ بھی قطعی ہے اور کیا اس عقیدہ کے اثبات کیلئے آپ کے پاس قطعی دلائل موجود ہیں نیز یہ بتلائیں کہ المہند میں لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے روضہ اقدس کی شان عرش سے زیادہ ہے۔ اور اس امر کو اپنا عقیدہ قرار دیا گیا ہے تو کیا یہ بھی قطعی عقیدہ ہے اور اس کے بارے میں بھی آپ کے پاس قطعی دلائل موجود ہیں نیز خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور اس بارے میں حضرت نے ایک کتاب بھی لکھی ہے تسکین الصدور تو کیا اس کتاب میں خان صاحب نے اپنے اس عقیدہ کے اثبات کیلئے دلائل قطعیہ پیش کئے ہیں نیز خان صاحب بتلائیں کہ فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ اسماعیل قطعی جنتی ہے تو اس کے قطعی جنتی ہونے میں آپ کے پاس کوئی آیت یا خبر متواتر ہے۔

خان صاحب کا ایک عجیب خبط:

مولانا حسین الدین شاہ صاحب نے اس امر پر دلیل دیتے ہوئے کہ بعض عقائد ظنی بھی ہوتے ہیں یہ دلیل دی تھی کہ شرح عقائد میں انبیاء علیہم السلام کے فرشتوں پر افضل ہونے پر یہ دلیل دی گئی ہے۔

ان الله اصطفي ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران على العالمين

اب اعتراض یہ وارد ہوا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور لفظ ال ابراہیم اور ال عمران اپنے عموم پر نہیں ہے اس سے وہ لوگ مستثنی ہیں جو ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عمران کی آل میں سے تو ہیں پر نبی نہیں تو ان کو تو اللہ تعالی نے تمام عالمین پر فوقیت نہیں دی تو اس آیہ کریمہ سے جب بعض افراد مستثنی ہوگئے تو پھر آیہ کریمہ میں تخصیص ہوگئی اور جب عام میں تخصیص ہوجائے تو وہ ظنی ہوجاتا ہے اور ظنی دلیل سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ تو شارح عقائد علامہ تفتازانی نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مسئلہ ظنی ہے یہاں ظنی دلائل بھی کافی ہیں خان صاحب کہتے ہیں جھگڑا مسئلے کا نہیں عقیدے کا ہے اور کوئی عقیدہ ظنی نہیں ہوتا۔

لیکن خان صاحب خود ارشاد فرمائیں کیا شرح عقائد میں فقہ کے مسائل بیان کیے گئے یا عقائد کے جس بحث میں انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے کیا یہ عقیدہ سے متعلق ہے یا کسی اور فن سے متعلق ہے فرشتوں سے افضل ہونے والا مسئلہ اگر عقیدہ سے متعلق ہے پھر خان صاحب کا یہ کہنا کہ جھگڑا عقیدے کا ہے مسئلے کا نہیں ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو کیا یہ مسئلہ عقیدے کے متعلق نہیں تھا نیز شرح عقائد کے شارح علامہ پرہاروی نے بھی اس کی شرح میں یہی ارشاد فرمایا کہ اعتقادی مسائل دو قسم کے ہوتے ہیں کچھ قطعی ہوتے ہیں کچھ ظنی ہوتے ہیں اور

افضلیت رسل بر ملائکہ والا عقیدہ ظنی ہے اس میں ظنی دلائل کافی ہیں۔

نیز خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ دجال کے اختیارات کا جس حدیث میں ذکر ہے وہ بھی تو خبر واحد ہے وہاں آپ یہ بحث کیوں نہیں چھیڑتے کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا کیا دجال کو مختار ماننے کیلئے خبر واحد حجت ہے اور نبی کریم علیہ السلام کو مختار ماننے کیلئے خبر واحد حجت نہیں ہے۔

خان صاحب کا اہل سنت پر ایک الزام:

خان صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اہل بدعت کی گاڑی ضعیف شاذ و منکر **یا** پھر خبر واحد سے چلتی ہے۔

خان صاحب کے الزام کا جواب:

یہ بات تو اہلسنت کو کرنی چاہیے تھی جو خان صاحب نے کر دی کیوں کہ ان کے قاسم العلوم والخیرات قاسم نانوتوی نے ایک شاذ اور منکر اثر لے کر قرآن کریم کی آیت میں تحریف معنوی کر دی اثر ابن عباس جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس زمین کے علاوہ باقی چھ زمینیں اور بھی ہیں جن میں آدم علیہ السلام جیسے چھ آدم ہیں نوح علیہ السلام جیسے چھ نوح ہیں اور نبی کریم علیہ السلام جیسے چھ نبی اور موجود ہیں حالانکہ محدثین نے فرمایا کہ یہ اثر اسرائیلیات میں سے ہے اور شاذ ہے جیسا کہ علامہ ذھبی نے تلخیص المستدرک میں امام بیہقی نے شعب الایمان میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس اثر کو شاذ قرار دیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ النہایہ میں حافظ سخاوی نے المقاصد میں امام سیوطی نے الحاوی للفتاوی میں علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں علامہ ابن حجر مکی نے فتاوی حدیثیہ میں علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں علامہ آلوسی نے روح المعانی میں علامہ قسطلانی

مواہب جلد میں علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اس اثر کو منکر اور اسرائیلیات سے ماخوذ قرار دیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود قاسم نانوتوی اپنی کتاب کا نام رکھتے تحذیرالناس عن انکار اثر ابن عباس یعنی دوسرے لوگوں کو وہ ڈرانا چاہتے ہیں کہ اس اثر کا انکار نہ کرو بلکہ اس کو تسلیم کرو دوسروں سے اس منکر اثر کو منوانا چاہتے ہیں اور خود قرآن کی آیت کے منکر ہو گئے کیونکہ جب آیت کریمہ خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کر دیا گویا قرآن کا انکار کر دیا قرآن مجید لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے۔

اسم للنظم والعنی جمیعا

قرآن پاک لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے جس طرح کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ لفظ خاتم النبیین قرآن مجید میں واقع ہی نہیں ہوا۔ جس طرح وہ کافر ہے اسی طرح اس آیت کا معنی تبدیل کر کے کوئی اور معنی کر دینا یہ بھی صریح کفر ہے۔ جس طرح کوئی آدمی یہ تو تسلیم کرے کہ قرآن مجید میں اقیمو الصلوۃ کا لفظ آیا ہے لیکن اس کا معنی ورزش کرنا ہے جو حکم اس شخص کا ہوگا وہی نانوتوی صاحب کا ہوگا لہذا خان صاحب کے اکابر پر اہل سنت کی طرف سے یہ الزام ہے کہ انہوں نے ایک شاذ معلل اثر کو لے کر قرآن مجید کی قطعی آیت کا انکار کر دیا تو خان صاحب پہلے اپنا تو فکر کریں کہ ان پر یہ بات تو بچی نہیں آ رہی کہ الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ اور جہاں تک خان صاحب کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اہل سنت والجماعت خبر واحد سے استدلال کرتے ہیں یہ ان کا اعتراض بجائے خود غلط ہے کیونکہ خبر واحد سے استدلال کرنا کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔

چنانچہ خان صاحب کے پسندیدہ محدث اور شارح علامہ علی قاری مرقاۃ جلد

اول ص ۱۹۲ پر فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ احادیث مبارکہ کو اپنے ظاہری معانی پر حمل کیا جائے اور ان پر خبر واحد کہہ کر طعن نہ کیا جائے محض اسلئے کہ وہ اس شخص کے عقیدہ اور نظریہ کے خلاف ہوں اور جو شخص ایسا اقدام کرے گا تو وہ خبر کثیر سے محروم رہے گا اور سلف صالحین کے طریقہ کا مخالف ٹھہرے گا کیونکہ وہ ایک ایک راوی کی نبی کریم علیہ السلام سے بیان کردہ روایت کو ثابت و برحق مانتے تھے اور اسی کو سنت تسلیم کرتے تھے جو اس کی پیروی کرتا اس کی تعریف کی جاتی اور جو مخالفت کرتا اس کو عیب لگایا جاتا۔

خان صاحب اپنی کتاب ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ اس عبارت کو بھی قبول کریں۔

خان صاحب کا سرکار علیہ السلام کے اختیارات پر پیش کردہ دلائل کا جواب:

مولف نور ہدایت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب نے نبی کریم علیہ السلام نے نبی اکریم کے مختار کل ہونے پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ سرکار علیہ السلام کو اور باقی انبیاء کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے دیں۔

تو خان صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اختیار دیتا ہے کہ تمہارا وقت وفات آچکا ہے اگر تم وفات پانا چاہتے ہو تو ملک الموت حاضر ہے اور اگر دنیا میں قیام پر رہنا چاہتے ہو تو تمہاری عمر بڑھا دیتے ہیں کیونکہ ہم اس امر پر قادر ہیں تو خان صاحب لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو

ترجیح دیتے ہیں اور دار آخرت میں جلوہ گری فرماتے ہیں۔

سرفرازی تاویل کا رد:

خان صاحب کی اس تاویل کے باوجود اہل سنت کا مسلک ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اہل سنت کا نظریہ یہ تھا کہ عام انسانوں کے برعکس انبیاء علیہم السلام اپنی وفات میں با اختیار ہوتے ہیں کیونکہ عام انسانوں کو اس طرح کا قطعی کوئی اختیار نہیں دیا جاتا کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو دار بقا کی طرف منتقل ہو جائیں تو اس سے تو وہابیہ کے عقیدہ باطلہ کی تردید ہوتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

نیز ان کے اسی عقیدہ فاسدہ کی بھی تردید ہوتی ہے کہ جس کا نام محمد یا علیؑ ہے وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں جبکہ بخاری کی حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ۔

مامن نبی یمرض الاوقد یخیر بین الدنیا والاخرۃ

نیز نبی کریم علیہ السلام کا یہ ارشاد پاک۔

ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا والاخرۃ فاختار ماعندہ

یہ حدیث پاک بخاری و مسلم میں منقول ہے ان دونوں احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے اندر با اختیار ہیں۔ اور خان صاحب کے پاس اہل سنت کی اس دلیل کا کوئی جواب نہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بولتے رہیں یا لکھتے رہیں (اہل سنت کی طرف سے پیش کردہ ایک اور حدیث پاک اور خان صاحب کا جواب دینے سے فرار)۔

مولف نور ہدایت نے نبی کریم علیہ السلام کے مختار ہونے پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک صحابی کے بارے میں فرمایا کہ خدا اس پر رحمت کرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب عامر کیلئے تو

شہادت واجب ہوگئی آپ نے ان کو ہمارے لیے باقی کیوں نہ رکھا تاکہ ہم ان سے فائدہ اٹھاتے تو اہلسنت کا استدلال یہ تھا کہ صحابہ کرام کا نظریہ اس متفق علیہ روایت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان سے ان کی وفات جلدی ہوگئی اگر سرکار علیہ السلام یہ ارشاد نہ فرماتے تو صحابہ کرام ان سے زیادہ عرصہ استفادہ کرسکتے تو اہل سنت کا استدلال اس امر سے ہے کہ موت اگر اپنے وقت پر آتی اور سرکار علیہ السلام یہ جملہ نہ ارشاد فرماتے تو ان کا ابھی وصال نہ ہوتا تو نبی کریم علیہ السلام ان کے وصال کو جو ابھی کافی موخر تھا اپنے فرمان سے مقدم کردیا اگر ان کی موت کا وقت یہی مقرر تھا تو سرکار علیہ السلام رحمۃ اللہ والا ارشاد فرماتے یا نہ فرماتے تو اس سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا لیکن حضرت عمر کا یہ عرض کرنا اس بات پر دلیل ہے۔ کہ سرکار کی دعا کی وجہ سے ان کی وفات قبل از وقت ہوگئی اگر یہ صورت نہ مانی جائے تو حضرت عمر کا یہ فرمانے کا مطلب کیا ہوگا کہ آپ نے ہمیں ان سے فائدہ کیوں نہ پہنچایا اس لئے علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ آپ نے ہمیں ان سے فائدہ کیوں نہ پہنچایا کی شرح کرتے ہوئے لکھا کہ آپ نے ان کو ہمارے لئے باقی کیوں رکھا تاکہ ہم ان کی ذات سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہی مطلب اس حدیث پاک کا امام نوویؒ نے بھی بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کو یہ معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ جب ایسے موقع پر ان الفاظ سے کسی کیلئے دعا کرتے ہیں اس کو شہادت کی موت عطا ہوتی ہے۔

تو علامہ نووی اور علامہ قسطلانی کی عبارت میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں کا مضمون ایک ہی ہے خان صاحب نے بلاوجہ امام نووی کی عبارت پیش کرکے رعب جھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ امام نووی کے حوالہ سے بھی اہل سنت کے مسلک کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ جب نبی کریم

علیہ السلام کی دعا سے موت کا وقت مقدم ہو سکتا ہے تو موخر بھی ہو سکتا ہے۔

اہلسنّت کی طرف سے پیش کی گئی ایک اور دلیل کا خان صاحب کی طرف سے جواب:

مولف نور ہدایت نے بخاری و مسلم کے حوالہ سے سرکار علیہ السلام کی ایک حدیث پاک نقل کی تھی کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور روح قبض کرنی چاہی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی تو اس سے اہل سنت کا استدلال یہ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اتنا تصرف عطا فرمایا ہے کہ وہ تھپڑ مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال سکتے ہیں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو جو موسیٰ علیہ السلام کے بھی آقا ہیں آپ کے تصرفات کا کیا عالم ہوگا۔

تو خان صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام قسطلانی نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پتہ نہیں چلا کہ یہ ملک الموت علیہ السلام ہیں اس لئے آپ نے ان کو تھپڑ مارا لیکن خان صاحب یہ تو تسلیم کریں نا کہ چلو ان کو پتہ نہ بھی چلا ہو ان کا اختیار تو پھر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جان لینے کا ارادہ کرنے والے کو تھپڑ مار کر واپس بھیج دیا پھر اللہ رب العزت نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہیں فرمایا کہ میرے بھیجے ہوئے رسول فرشتے کے ساتھ تو نے کیا سلوک کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو فرمایا کہ جا کر ان کی بارگاہ میں عرض کرو۔ کہ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ لو جتنے بال نیچے آجائیں گے اتنے سال تمہاری عمر بڑھا دی جائے گی تو اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اگر چاہتے تو اپنی عمر میں اضافہ فرما سکتے تھے۔

اور خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ کیا ہماری عمر خواہ ہم کتنی ہی خواہش

کیوں نہ " کریں بڑھ سکتی ہے؟ تو پھر خان صاحب کو سوچنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام موت وحیات تک کا اختیار رکھتے ہیں پھر ہماری ان کے سامنے کی حیثیت ہوسکتی ہے نیز خان صاحب کو اپنے اس نظریے پر بھی غور کرنا چاہیے جو اسماعیل دھلوی نے پیش کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بت یہ ایک جیسے ہی عاجز اور بے اختیار ہیں کیا جو ہستی ملک الموت کو واپس بھیج دے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار بھی ملے کہ تم بیل کی پشت پر ہاتھ رکھو جتنے نیچے بال آئیں گے اتنے ہی سال تمہاری عمر بڑھا دی جائے گی تو کیا ایسی مقدس ہستیاں بتوں جیسی بے اختیار اور عاجز ہوسکتی ہیں نیز دیو بندیوں کے ابن حجر ثانی ۱ کی یہ عبارت خان صاحب کے ملاحظہ نہیں کی جوانہوں نے اپنی کتاب فیض الباری شرح بخاری جلد ۴ ص ۴۸۶ پر لکھی ہے۔

چنانچہ کشمیری صاحب کی اصل عبارت یہ ہے۔

وانما فقأ عينه فقط لانه كان ملك الموت والالا ندقت السماوات السبع من لطمة غضبه

ترجمہ:

موسیٰ علیہ السلام کی صرف آنکھ نکالنے پر اکتفا کیا ہے ورنہ موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کی طاقت یہ ہے کہ سات آسمان ان کے تھپڑ سے تباہ ہو جائیں۔

تو خان صاحب کو چاہیے کہ اپنے ابن حجر ثانی کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے خدو داد تصرفات پر ایمان " لے آئیں اور اس باطل نظریہ سے توبہ کریں کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہم السلام اس طرح ہوتے ہیں جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتی ہے کاش خان صاحب یہ باطل نظریہ اپنانے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کر لیتے۔ جو قرآن پاک میں موجود ہے

جوانہوں نے جادوگروں کو فرمایا۔

فالقوا ما انتم ملقون

اگر موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہوتا اور یہ یقین نہ ہوتا کہ میرا عصا ان کے تمام جادوؤں کو باطل ٹھہرا دے گا تو آپ اتنی بے نیازی سے یہ ارشاد نہ فرماتے کہ تم پھینکو جو بھی چاہتے ہو گویا آپ یہ فرما رہے تھے جو قدرتیں اور طاقتیں اللہ نے مجھے بخشی ہیں ان کے سامنے تمہاری تمام شعبدہ بازیاں ہیچ ہیں۔

خان صاحب کے ایک اور استدلال کا جواب:

خان صاحب نے نبی کریم علیہ السلام کے بے اختیار ہونے پر ایک دلیل یہ پیش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وربك يخلق مايشاء ويختار ماكان لهم الخيرة

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چیز چاہتا ہے اختیار فرماتا ہے ان کو اختیار حاصل نہیں ہے۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ کہ کفار مکہ نے یہ کہا تھا کہ ہمیں نبی کیوں نہ بنایا گیا حالانکہ ہم مال و دولت میں نبی کریم علیہا السلام پر فوقیت رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے پیدا کرے۔ اور جسے چاہے منصب نبوت کے لئے منتخب کرے۔ کفار کو اس چیز کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ یہ ہماری اپنی مرضی ہے کہ جس کو چاہیں نبوت عطا فرمائیں۔ جس طرح فرمایا۔

الله اعلم حيث يجعل رسالته

اهم يقسمون رحمة ربك

توان آیات سے صاف ثابت ہے کہ نبوت عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہے نبوت عطا فرمائے۔ نیز خان صاحب پر دلیل تب دیتے جب ہم نبی کریم علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے والا سمجھتے۔ نیز اگر آیت کا وہ مطلب لیا جائے۔ خان صاحب نے سمجھا ہے کہ کسی مخلوق کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ تو یہ جبریہ والا عقیدہ بن جائے گا۔ حالانکہ خان صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ عام انسانوں کو بھی امور عادیہ کے اندر اختیار حاصل ہے۔ تو پھر کیا خان صاحب عام انسان کو امور عادیہ میں بااختیار مانتے ہیں اور نبی کریم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو امور عادیہ کے اندر بھی بااختیار نہیں مانتے۔ تو خان صاحب کی پیش کردہ آیت کا وہی مطلب ہے جو تم نے عرض کیا ہے۔ نیز اگر خان صاحب آیت کریمہ۔

ویختار اور ماکان لهم الخیرة

میں اختیار کا اصطلاحی معنی سمجھا ہے تو پھر اپنے قاسم العلوم والخیرات محمد قاسم نانوتوی کے اس شعر پر بھی غور کرنا چاہیے۔

فلک پہ عیسیٰ ادریس ہیں تو خیر سہی
زمین پہ جلوہ نما ہیں احمد مختار

اسی طرح علامہ آلوسیؒ کی اس عبارت پر غور کریں جو انہوں نے آیت کریمہ۔

قد جاء کم من اللہ نور

کی تفسیر میں لکھی ہے۔

ھو نور الانوار والنبی المختار

پھر خان صاحب کو چاہیے کہ یہاں ان اشعار، عبارات بھی کا وہی معنی سمجھیں جو انہوں نے آیت کریمہ کا سمجھا۔

خان صاحب کو نانوتوی صاحب کے اس شعر پر بھی غور کرنا چاہیے۔

ہوا اشارا میں دو ٹکڑے یوں قمر کا جگر
کوئی اشارا ہمارے بھی دل کے ہو جائے پار

اور اسی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

عرش پر اگر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے
جس میں محو خواب ہے کون و مکان کا تاجدار

خدا تیرا تو جہاں کا ہے واجب الطاعت
جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر ۶۔۵)

نیز اپنے مشہور مصنف عاشق علی میرٹھی کی اس عبارت پر غور کریں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام دوسرے بادشاہوں کی طرح بیت المال کے صرف محافظ نہیں تھے بلکہ مختار کل، مالک و متصرف اور مجاز تھے کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ (ترجمہ القرآن عاشق علی میرٹھی)

سلیمان علیہ السلام کے اختیار کا دائرہ کتنا وسیع تھا اس کی وضاحت گذشتہ اوراق میں کر چکے ہیں۔

خان صاحب کی ایک مضحکہ خیز حرکت:

اہل سنت کی طرف سے جب یہ دلائل پیش کیے گئے کہ نبی کریم علیہ السلام نے کھجوروں کے خشک خوشے کو حکم دیا تو وہ سجدہ کرتے نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا جیسا کہ صحیح ابن حبان میں حدیث ہے اور اسی طرح جامع ترمذی میں بھی حدیث پاک ہے جو نور ہدایت میں بھی پیش کی گئی تھی کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک آدمی کو فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بلاؤں اور وہ رسالت کی گواہی دے تو

کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے ۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے بلانے پر وہ خوشہ نیچے بھی اترا اور پھر واپس اپنی جگہ پر جا کر لگ بھی گیا۔ اور وہ آدمی مسلمان بھی ہو گیا اور اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا حضرت ابو ھیرہ کو حافظہ عطا فرمایا۔

تو خان صاحب ان تمام احادیث کے جواب میں ہی کہتے ہیں کہ یہ معجزہ ہے اور معجزہ میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان احادیث سے واضح طور پر یہ پتہ چل رہا ہے کہ یہ معجزات نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوئے۔ خان صاحب ہی بتلا دیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے کھجور کے خوشے کو بلایا تھا یا حضرت ابو ھیرہ کو حافظہ عطا کیا تھا کیا نبی کریم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ خوشہ نیچے آئے اور حضرت ابو ھیرہ کا حافظہ قوی ہو جائے یا جب نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جابر کے کھانے میں لعاب دہن مبارک ڈالا تو آپ علیہ السلام یہ چاہتے تھے یا نہیں کہ یہ کھانا ہزار آدمی کا کفایت کرے۔ اسی طرح حضرت صدیقہ کو سرکار نے کچھ جو عطا فرمائے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے جو ایک صاع کی مقدار تھے اور ان میں ایسی برکت رہی کہ کافی عرصہ تک کفایت کرتے رہے حتی کہ جب ایک لونڈی نے انہیں ماپ دیا تو وہ ختم ہو گئے کیا یہاں نبی کریم علیہ السلام نے یہ ارادہ فرمایا تھا یا نہیں کہ یہ جو انہیں کافی عرصہ تک کفایت کریں۔

خان صاحب کو چاہیے کہ احادیث مبارکہ میں غور و خوض بھی کر لیا کریں نیز یہ امر بھی بڑا حیران کن ہے کہ خان صاحب کا دعوی بھی یہی ہے کہ معجزات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور دلیل بھی یہی دیتے ہیں کہ معجزات غیر اختیاری ہوتے ہیں گویا دعوی بھی وہی دلیل بھی وہی حالانکہ یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ جبکہ ان احادیث میں ادنی سا غور کرنے سے ایک ادنیٰ عقل والے کو بھی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ معجزات جو کہ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں نبی کریم علیہ السلام سے صادر ہوئے وہ

آپ کے ارادے اور مرضی سے صادر ہوئے صاحب نور ہدایت نے حضرت ابو ھیرہ والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد الساری کے حوالہ سے ایک عبارت لکھی تھی۔ جس کا جواب خان صاحب گول کر گئے ہیں ہم اس عبارت کا ترجمہ دوبارہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ صاحب ارشاد الساری ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ یہ واقعہ نبی کریم علیہ السلام کے روشن معجزات سے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابو ھیرہ سے نسیان کو دور کر دیا جو کہ انسان کے لوازمات سے ہے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ لفظ انسان نسیان سے مشتق ہے اور اس کا حصول چادر کے پھیلاؤ میں ایک ایسا امر ہے کہ جس میں عقل کیلئے دم مارنے کی مجال نہیں۔

ویسے تو خان صاحب کا دعوی کہ وہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے پھر پتہ نہیں یہ عبارت جو ارشاد الساری جلد اول صفحہ ۳۷ پر موجود تھی حضرت کی نگاہوں سے کیوں اوجھل رہی شاید خان صاحب مطالعہ تو کرتے ہوں گے لیکن جب کوئی مقام اپنی طبع اقدس پر گراں گزرتا ہو گا کتاب کو بند کر دیتے ہوں گے کیونکہ جو آنکھیں ہر وقت نبی کریم علیہ السلام کے کمالات کی نفی ملاحظہ کرنے کی عادی ہوں تو ان کو پھر نبی کریم علیہ السلام کے کمالات پر دلالت کرنے والے حوالہ جات کیسے نظر آئیں اور حضرت علامہ قسطلانی صاحب ارشاد الساری نے حضرت عطا سے یہ بھی نقل فرمایا تھا کہ حضرت ابو ھیرہ کا نسیان دور کرنا نبی کریم علیہ السلام کا مافوق الاسباب تصرف ہے۔ تو ان کی یہ عبارت بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوا نیز لفظ تصرف سے بھی معجزہ کا اختیاری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر لفظ تصرف سے انبیاء علیہم السلام کا مختار ہونا ثابت نہ ہوتا تو شاہ اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں ہرگز نہ لکھتا کہ جو کسی مخلوق کیلئے کائنات میں تصرف ثابت کرے گا ذاتی قدرت سے یا عطائی قدرت سے کرے تو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں بلکہ خان

صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور میں لکھتے ہیں کہ مشرک کا معاملہ ہی جدا ہے وہ غیر اللہ کو امور میں متصرف الامور سمجھتا ہے اور یہ عقیدہ کفریہ ہے نیز خان صاحب بتلائیں کہ اگر لفظ تصرف سے انبیاء علیہم السلام کا مختار ہونا ثابت نہیں ہوتا تو ان کو اعلیٰ حضرت کہ اس شعر پر اعتراض کیوں ہے۔

ذی تصرف بھی ماذون بھی مختار بھی ہے عبدالقادر
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

نیز خان صاحب ہی بتلائیں کہ اگر تصرف کا لفظ کسی نبی یا ولی کیلئے بولا جائے یا پرانے اکابر اس لفظ کو انبیاء اولیا کے لئے استعمال کریں۔ تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے جسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم ہے اور اصل طاقت اللہ تعالیٰ کی ہے تو پھر کیا وہابی حضرات انبیاء اولیا کے لئے یہی مفہوم لے کر لفظ تصرف بولیں گے۔

ثابت ہو گیا کہ جب لفظ تصرف بولا جائے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ جس کے لئے لفظ بولا گیا اس کے ارادے اور اختیار سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب نے اپنی آخری کتاب البوادر والنوادر میں تحریر کیا ہے کہ تصرف میں ظاہر یہی ہے کہ وہ اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ لہذا خان صاحب سے گزارش ہے کہ توبہ کریں اور تنقیص شان رسالت مآب علیہ السلام سے باز آ جائیں تب ہی ان کو نبی پاک علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی اگر اسی راہ پر چلتے رہے جس پر اب گامزن ہیں تو ان کو ہرگز نبی کریم علیہ السلام کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ کیونکہ ارشاد باری ہے۔

مالظلمین من انصار

نیز ارشاد باری ہے۔

مالظلمین من حمیم ولاشفیع یطاع

نیز اس آیت کریمہ پر غور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وجوہ یومئذ خاشعة عاملة ناصبة تصلی نارا حامیه

نیز اس آیت کریمہ پر غور کریں۔

لهم من فوقهم ظلل من النار و من تحتهم ظلل

نیز خان صاحب نے یہ حدیث پاک پڑھائی بھی ہوگی دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ ۶۹ گنا زیادہ گرم ہے اور اگر خان صاحب تائب ہو جائیں تو پھر اس آیت کریمہ کی رو سے ان کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

قل للذین کفروا ان ینتهوا یغفر لهم ماقدسلف

(پارہ ۹ سورۃ انفال)

نیز ارشاد رسول علیہ السلام ہے۔

الاسلام یهدم ما کان قبله

(بخاری شریف)

مرادِ ما نصیحت بود کردیم
حوالت باخدا کردیم ورفتیم

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه
وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

الاستدراکات

مولوی سرفراز صاحب صفدر تقریباً اپنی ہر کتاب میں فقہاء کرام کا ایک حوالہ ضرور اس طرح کا دیتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کا علم غیب تسلیم کرنے والا کافر ہے۔

اپنی ایسی کتاب راہ ہدایت کے اندر بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا ہے انہوں نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی پاک علیہ السلام کیلئے علم غیب تسلیم کرنے والے کافر ہیں۔ حالانکہ حضرت خانصاحب ان کی مشہور عالم تفسیر مظہری کا مطالعہ فرمالیتے تو اس طرح کی رکیک بات نہ کرتے۔ حضرت اپنی تفسیر میں آیت کریمہ۔ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء۔ (سورۃ بقرۃ پارہ ۳) کے تحت فرماتے ہیں کہ من علمہ سے مراد علم غیب ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے علم غیب کا مخلوق میں سے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا عطا فرمائے۔ (جلد اول) نہ جانے سرفراز صاحب کی عقابی نگاہوں سے تفسیر مظہری کی یہ عبارت کیوں مخفی رہی۔ ویسے حضرت کا یہ دعویٰ ہے کہ میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ لیکن پتہ نہیں کہ متداول کتابوں کی عبارات سے حضرت کو صرف نظر کیوں ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی سرفراز صاحب نے جو کتاب لکھی اس میں اصل موضوع تو سرکار ﷺ کے اختیارات کا نفی کرنا تھا تو علم غیب کی نفی کا حوالہ دینا اور قائلین علم غیب کی تکفیر کرنا ویسے بھی غلط مبحث ہے اور ان کی کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے غلط مبحث کر دیا تو ہم نے گذشتہ اوراق میں اس کا جواب مفصل انداز سے دیا کہ ارشاد الطالبین کی جو عبارت حضرت نے پیش کی ہے۔ وہ محض الحاقی ہے مزید حضرت کی خدمت میں گذارش یہ ہے کہ اگر آپ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو بیہقی وقت مانتے ہیں اور ان کی علمی عظمت کے قائل ہیں تو انہوں نے آیت کریمہ۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ ثم ان علینا بیانہ۔ (پارہ نمبر ۲۹ سورۃ

قیامۃ) کے ماتحت جو ارشاد فرمایا ہے کہ محکم اور متشابہ کا بیان اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ نبی پاک ﷺ متشابہات کو نہ جانتے ہوں۔ کیا اب خانصاحب بھی نبی پاک ﷺ کیلئے متشابہات کا علم تسلیم کریں گے۔ نیز قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ۔ یسئلونك عن الروح (پارہ نمبر ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ نبی پاک ﷺ سے کس طرح روح کا علم مخفی رہ سکتا ہے جبکہ اکابر اولیاء بھی روح کو جانتے ہیں۔ کیونکہ ارشادی باری ہے۔ کنت سمعہ' الذی یسمع بہ بصرہ' الذی یبصُرُ بہ تو اس حدیث قدسی کی رو سے اولیاء کو بھی روح کا علم حاصل ہے تو نبی پاک ﷺ کو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا۔ نیز سرفراز صاحب اور ان کے پرستار یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر ارشاد الطالبین کی یہ عبارت واقعی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تو پھر اس عبارت کی رو سے علامہ ابن ہمام کی بھی تکفیر ہو جائے گی کیونکہ وہ اپنی کتاب تحریر الاصول میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ قل لایعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ۔ (پارہ نمبر ۲۰ سورہ نمل) کا مطلب یہ ہے لایعلم بدون تعلیم اللہ الا اللہ (جلد اول ص ۲۱۱ طبع بیروت) یہی عبارت بعینہٖ تفسیر مظہری کے اندر موجود ہے اگر ارشاد الطالبین کی عبارت کا وہ مطلب لیا جائے جو خانصاحب نے سمجھا ہے تو پھر علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور خود قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر ہو جائے گی۔ علامہ ابن ہمام اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ الا تری ان تلك الایۃ توجب ہر علم الغیب علی اللہ تعالیٰ ثم لا یمتنع ان یعلمہ' غیر اللہ بتعلیمہ کما قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول اور یہی عبارت کشف الاسرار شرح اصول ج ۴ ص ۲۶۰ پر موجود ہے تو پھر کیا ارشاد الطالبین کی اس عبارت سے صرف بریلویوں کا کفر ثابت ہوگا یا پھر اساطین اسلام بھی کافر ٹھہریں گے۔

کتنے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
جنہیں آسمان نے ڈھونڈا تھا خاک چھان کر

تحریر کی اس مذکورہ بالا عبارت سے سرفراز صاحب کی اس بات کا جواب بھی ہو جائے گا جو علامہ ابن ہمام کی کتاب مسایرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے تو مسایرہ کی اس عبارت سے مراد ذاتی علم غیب لینا پڑے گا کیونکہ علامہ ابن ہمام خود تحریر کے اندر علم غیب ثابت کر رہے ہیں تو کیا معاذ اللہ وہ اپنے آپ کو کافر بنا رہے ہیں۔ لہٰذا بزرگان دین کی عبادات سوچ سمجھ کر نقل کرنی چاہئیں۔ تا کہ عند اللہ اور عند الناس رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اگر غلط استدلال کیا گیا۔ جب کوئی خادم جوابی کارروائی کرے گا تو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حرا عاقل کند کار کہ باز آید پشمانی

مولوی سرفراز صاحب کے شعبہ کا ازالہ

حضرت اپنی کتاب دل کا سرور میں ارشاد فرماتے ہیں۔ نبی پاک علیہ السلام نے اپنے اوپر شہد کو حرام ٹھہرالیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (سورۃ تحریم پارہ نمبر ۲۸ آیت نمبر ۱) سرفراز صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کی ہے۔ سرفراز صاحب کا اس طرح کا ترجمہ کرنا محض غلط ہے۔ کیونکہ تمام معتبر مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ’’آپ اس چیز سے نفع اٹھانے سے کیوں رکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کی ہے۔ اس آیت کا یہی مطلب علامہ آلوسی نے روح المعانی میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا ہے۔ بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے حلال کو حرام کرنا تو کفر ہے تو نبی

پاک علیہ السلام کی طرف اس امر کو کیسے منسوب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کا یہی مطلب مراد لینا واجب ہے کہ آپ باوجود حلت کے اعتقاد کے شہد کے استعمال سے کیوں گریز فرماتے ہیں۔ اس آیت کا یہی مطلب روح البیان، ابو سعود، البحر المحیط اور احکام القرآن للجصاص، تفسیر نیشاپوری، تفسیر ابن جریر، تفسیر مظہری، تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر صاوی، تفسیر جمل، تفسیر حداد، تفسیر کشاف، تفسیر قرطبی، تفسیر معالم، تفسیر حسینی، تفسیر بیضاوی، شیخ زادہ، عنایت القاضی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اب اس آیت کی تفسیر میں عقائد میں اہلسنت کے حضرت علامہ امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ حضرت اپنی کتاب تاویلات اہل السنۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ومن قال بانّہٗ حرّم ما احلّ اللّٰہ لہٗ فقد قال امراً منکراً ولو اعتقد ذلک کان کفراً منہٗ اذمن حرّم ما احلّ اللّٰہ تعالیٰ کان کافراً ومن کان اعتقادہٗ فی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ھذا فھو کافر۔

(ص ۱۴۱۱ سورۃ تحریم ج ۵)

’’جو آدمی یہ کہے نبی پاک ﷺ نے اس چیز کو حرام کیا جو اللہ نے آپ کیلئے حلال کی تھی تو اس نے بہت بری حرکت کا ارتکاب کیا، اگر اس نے اس طرح کا عقیدہ رکھا تو یہ اس کا کفر ہوگا۔ کیونکہ جو حرام ٹھہرائے اس چیز کو جو اللہ نے حلال کی وہ کافر ہے تو جس کا عقیدہ نبی الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں ایسا ہو تو وہ کافر ہے۔ مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

لکن الامر عندنا لیس علیٰ ما ظنہ ابوبکرٍ ولا علیٰ ما سبق الیہ وھم بعض الجھال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم حرم شیاً۔

لیکن معاملہ ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے جیسے ابو بکر اصم نے بیان کیا ہے اور

نہ اس طرح کہ بعض جاھلوں نے گمان کیا۔ بلکہ جو نبی پاک علیہ السلام بابت اس طرح کا گمان کرے تو اس نے گویا نبی پاک علیہ السلام کی طرف کفر منسوب کیا۔ (تاویلات اھل السنۃ ص ۱۷ طبع پشاور)

تو سرفراز صاحب نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے تفاسیر کو بالکل ملحوظ میں رکھا اور تفسیر بالرائے کر کے وادی ضلالت میں بھٹکتے رہے اور مولانا سیّد حسین الدین شاہ صاحب کے سامنے چونکہ تفاسیر کی یہ عبارات تھیں اس لئے آپ نے اس آیت کا مطلب صحیح بیان فرمایا اور سرفراز صاحب کے بیان کردہ مطلب کی تغلیط فرمائی۔ لیکن سرفراز صاحب بجائے اس کے غور کرتے انہوں نے شاہ صاحب کے بارے میں سوقیانہ الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیے اور ان کے بیان کردہ مطلب کو جو بالکل صحیح تھا۔ ناسمجھی کی وجہ سے اور عقل کی کمی کی وجہ سے غلط قرار دے دیا۔ سرفراز صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ بغیر سوچے سمجھے کسی بات کو غلط نہ کہا کریں۔

گر سخن بشنوی ز اھل دل مگو خطا است
سخن شناس نئی دل برا خطا ایں جا است

کم من عائب قولا صحیا وعافتہ من الفھم السقیم

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس سے بھلا کیا قصور ہے آفتاب کا

آیت کریمہ کا صحیح مطلب

اللہ رب العزت فرمانا یہ چاہتے ہیں۔ اے نبی مکرم ﷺ ہم نے شہد حلال کیا آپ کی خاطر اگر آپ استعمال نہ فرمائیں پھر ہمارے حلال کرنے کا کیا فائدہ۔ سرفراز صاحب اگر اس بات پر غور کر لیتے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک عذر کی وجہ سے فرمایا تھا میں اونٹ کا گوشت استعمال نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے

آپ اس کے استعمال کیوں باز رکھ رہے ہو۔ لیکن خلاق عظیم ارشاد فرما رہا ہے آپ اپنی ازواج مطہرات کا لحاظ تو فرما رہے ہیں لیکن میری مرضی کا خیال تو نہیں فرمایا ہم نے حلال ہی آپ کی خاطر ٹھہرایا ہے۔ جس طرح فرمایا:

الم نشرح لک صدرک۔ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کھول دیا۔

ورفعنا لک ذکرک۔ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

اصل وجہ یہ تھی کہ اللہ رب العزت نے نبی پاک علیہ السلام کی توجہ ہٹا دی تا کہ امت کو مسئلے کا علم ہو جائے یعنی کسی حلال چیز کو حرام کہہ دیا جائے تو شرعاً وہ حرام نہیں ہو جاتی بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

قد فرض اللّٰہ لکم تحلۃ ایمانکم۔

مولوی سرفراز صاحب کے اور شبہ کا ازالہ

صحیح مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ جب سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم پر حج فرض ہے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر حال حج کرنا فرض ہے تو سرکار علیہ السلام خاموش رہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے تو سرکار علیہ السلام خاموش رہے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے سرکار علیہ السلام پھر خاموش رہے پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا لو قلت نعم لوجبت۔

اس آیت کا جواب دیتے خانصاحب رقمطراز ہیں کہ سرکار علیہ السلام کے ہاں فرمانے سے مراد یہ ہے کہ اگر میں خداوند قدوس کی وحی کے ذریعے ہاں کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ آگے سرفراز صاحب نے آیت نقل کی ہے کہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ لیکن سمجھ نہیں آتی کہ خانصاحب کو یہ آیت کریمہ اس وقت یاد کیوں نہیں آتی جب وہ یہ استدلال کر رہے تھے کہ اگر نبی پاک

علیہ السلام مختار کل ہوتے تو اللہ رب العزت آپ ﷺ کو کیوں ارشاد فرماتا کہ آپ شہد کو کیوں حرام ٹھہراتے ہیں۔ اس وقت خان صاحب یہ تاویل کر دیتے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ میں شہد استعمال نہیں کروں گا یہ بھی اللہ کی وحی سے تھا۔ یہ آیت کریمہ اس وقت کیوں بھول گئی تھی یا جنگ تبوک کے قیدیوں سے فدیہ لینے والے معاملے پر جب آپ اعتراض کرتے ہیں یا جنگ تبوک کے موقعہ پر منافقوں کو اجازت دینے والے معاملہ پر اعتراض کرتے ہیں یا جب آپ سے تین واقعہ کے بارے میں سوال کیا۔ اصحاب کہف، روح اور ذوالقرنین کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا لیکن پندرہ دن وحی نہ آئی تو وہابی اس کو بھی اپنے دعویٰ علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں اس وقت یہ آیت کیوں نہیں یاد آئی۔ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى۔

سرفراز صاحب اور ان کے پیروکاروں کی مزید توجہ کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ چوتھی صدی کے چوٹی کے فقیہہ حضرت ابوبکر جصاص اپنی تفسیر احکام القرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ولو قلت نعم لو جبت فاخبر انه لو قال نعم لو جبت بقوله اور یہی بات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے بھی ارشاد فرمائی جن کے بارے میں سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی مفصل عبارات حجت ہیں پتہ نہیں سرفراز صاحب میاں کرم کرتے ہیں یا نہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام کا نعم فرمانا عام تھا۔ وحی سے ہو یا اجتہاد سے (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی مرقاۃ)

مولوی سرفراز صاحب کی بہت بڑی خیانت مجرمانہ

مولوی سرفراز اپنی کتاب ''دل کا سرور'' میں صحاح ستہ کی حدیث پاک جو امام بخاری ومسلم کے علاوہ دیگر تمام ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی جس نے دن اندر رمضان شریف میں بیوی کے ساتھ جماع کر کے روزہ فاسد کر دیا تھا تو سرکار

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پندرہ صاع کھجوریں اس کو عطا فرمائیں کہ جاؤ ان کے ذریعے کفارہ ادا کر دو اور مساکین کو کھلا دو۔

حالانکہ معمول کے مطابق کفارہ کی مقدار ساٹھ صاع ہونی چاہیے تھی کیونکہ ساٹھ مسکینوں کو دوپہر اور شام کو نصف نصف صاع دینا ہوتا ہے یا ان کو ایک ایک صاع کھجور عطا کر دے۔ اس میں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی کہ آپ نے پندرہ صاع کا حکم فرمایا۔ دوسرا یہ کہ جب اس اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے زیادہ فقیر اس پورے شہر میں نہیں ہے تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چلو تم خود کھالو''۔

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفارہ معاف نہیں فرمایا تھا نہ کہ آپ کی کوئی خصوصیت ہے بلکہ آپ نے اس کا کفارہ اس کی خوشحالی تک موخر کر دیا کیونکہ ابھی تک وہ غریب تھا۔ اس سلسلے میں سرفراز صاحب نے فتح القدیر ص ۲۶۵ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ فتح القدیر کے اندر زہری کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ صرف اس اعرابی کی رخصت تھی اگر آج کوئی اس طرح کرے گا تو اس کا کفارہ کے بغیر چارہ نہیں ہوگا اور صاحب فتح القدیر نے فرمایا و جمہور العلماء علی قول الزھری اور اس کے بعد صاحب فتح القدیر نے فرمایا والظاهر انه' خصوصية لانه' وقع عندالدار قطنى فى هذا الحديث فقد كفر الله عنك۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۵) ویسے تو مولوی سرفراز صاحب صفدر جمہور جمہور کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ اعرابی سے کفارہ معاف نہیں ہوا تھا بلکہ موخر ہوا تھا۔ حضرت نے یہاں جمہور کی پیروی کیوں نہیں کی حالانکہ جمہور خصوصیت کے قائل ہیں اور رخصت کے قائل ہیں اور امام ابن شہاب تابعی کا بھی یہی قول ہے اور سرفراز صاحب نے احسن الکلام میں تحریر کیا ہے کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد بہتر جانتا ہے تو یہاں بھی ابن شہاب زہری حدیث کے راوی بھی تھے تو حضرت نے ان کی بات کو بھی نظر انداز کر دیا اور حضرت کا وہ کلیہ کدھر گیا کہ

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو اور حضرت کا بار بار یہ ارشاد فرماتا اور لوگوں کو تلقین کرنا کہ حق جمہور کیساتھ ہیں اور پھر صاحب فتح القدیر کی عبارت نقل کرنے میں بددیانتی کا مظاہرہ کرنا یہ حرکت ایک عام آدمی کو زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ آدمی اس حرکت کا ارتکاب کرے جو اپنے آپ کو شیخ الحدیث کہلواتا ہے اور اس کیساتھ ساتھ روحانی پیشوا ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا مدعی ہے اور پیری مریدی کا ڈھونگ بھی رچائے ہوئے ہے۔

مولوی سرفراز صاحب کی تضاد بیانی

ابوداؤد شریف ص ۶۱ اور مستدرک للحاکم میں حدیث پاک ہے جس کو حاکم اور ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ پانچ نمازوں کی پابندی کیا کرو۔ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں تو بڑا مصروف آدمی ہوں ایسا حکم ارشاد فرمائیں کہ پانچ نمازیں بھی نہ پڑھنی پڑیں اور ان کے ترک کا گناہ بھی نہ ہو۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ فجر اور عصر کی پڑھ لیا کرو۔ اب اس حدیث پاک سے سرکار علیہ السلام کا اختیار و کمال ثابت ہورہا تھا تو سرفراز صاحب اس روایت کو شہید کرنے پر مصر ہوگئے اس کے راوی داؤد بن ابی ہند پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ راوی اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک ثقہ ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ کثیر الاضطراب اور کثیر الخلاف ہے یعنی حضرت کہنا یہ چاہتے ہیں کہ توثیق کرنے والے صرف بعض محدثین ہیں جبکہ تضعیف کرنے والے زیادہ ہیں اور حوالہ صرف امام احمد کا پیش کیا گویا اکیلے امام احمد اس کے نزدیک جمہور ہیں اور حضرت اسی راوی کی توثیق کرتے ہوئے اپنی دوسری کتاب 'احسن الکلام'' میں فرماتے ہیں۔ داؤد بن ابی ہند کو امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ 'سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ 'ابن معین' ابو صالح اور نسائی ثقہ کہتے ہیں۔ یعقوب بن شیران کو ثقہ اور ثبت کہتے ہیں ابن حبان ان کو متقنین میں شمار کرتے ہیں ابن خراش

ان کو ثقہ کہتے ہیں اور ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابو حاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ذھبی ان کو الامام اور الثبت لکھتے ہیں۔ (حاشیہ احسن الکلام ص ۹۵)

نوٹ حضرت کی تضاد بیانی یہاں سے بھی ثابت ہے کہ امام احمد کو جارحین کے اندر بھی شمار کردیا بلکہ صرف ان کی جرح نقل کی اور توثیق کرنے والوں کے اندر بھی ان کو شمار کردیا۔

سرفراز صاحب نے اس امر پر بھی غور نہیں کیا کہ جب ابن حسین' امام نسائی اور ابوحاتم جیسے متشدد محدثین جب اس راوی کی توثیق کرتے ہیں تو صرف امام احمد کی جرح مبہم کا کیا اعتبار ہے اور پھر سرفراز صاحب کے پیشوا ظفر احمد عثمانی قواعد علوم حدیث میں لکھتے ہیں کہ جب ایک ہی محدث سے کسی راوی کی توثیق بھی منقول ہو اور تضعیف بھی منقول ہو تو ترجیح توثیق کو ہوگی۔ پھر امام احمد کی جو جرح نقل کی گئی ہے وہ جرح مبہم ہے اور خود سرفراز صاحب نے الرفع والتکمیل سے نقل کیا ہے کہ جرح مبہم قبول نہیں ہوتی۔ نیز اگر مان بھی لی جائے کہ جرح مفسر ہے تو پھر جب ان سے توثیق بھی ثابت ہے تو بموجب قاعدہ اذا تعارض تساقطا دونوں اقوال ساقط ہوجائیں گے نیز سرفراز صاحب نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ جب امام حاکم جیسے ماہر محدث اور ذھبی جیسے ناقد جو انتہائی متشدد آدمی تھے وہ اس روایت کو علی شرط مسلم صحیح قرار دیتے ہیں پھر ان کو اس پر جرح کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اپنے مطلب کی روایت میں خود اس راوی کو ثقہ قرار دے چکے ہیں تو سرفراز صاحب کو اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ

اُلٹی سمجھ خدا کسی کو نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ ادا نہ دے

سرفراز صاحب کے پیشوا خلیل احمد انبیٹھوی اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہم اختصار کی خاطر صرف ترجمہ پیش کررہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث

سے بالکل یہ بات ظاہر ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے انہیں تین نمازیں معاف کردی تھیں اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ہے کہ جس کو چاہیں جس حکم سے مستثنیٰ کردیں اور جس سے چاہیں جو فرض معاف کردیں۔ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۳۲)

امید ہے کہ اب سرفراز صاحب بھی کہتے نظر آئیں گے۔

من ازسگان گاہ ہرگز نہ نالم
بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد

مولوی سرفراز صاحب کا ایک اور مغالطہ

مسند احمد کے اندر حدیث پاک ہے حضرت اسماء بنت عمیس کے خاوند جب شہید ہوئے تو نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم تین دن سوگ کرو پھر جو مرضی چاہے کرو۔

مولوی سرفراز صاحب امام طحاوی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ پہلے سوگ تین دن ہوتا تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ اس کے بارے میں سرفراز صاحب کی خدمت میں گذارش یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں متفق علیہ حدیث پاک ہے کہ ”سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کسی عورت کیلئے حلال ہے کہ کسی پر سوگ کرے جس کی مقدار تین دن سے زیادہ نہ ہو سوائے بیوی کے کہ وہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرسکتی ہے“ اور سرفراز صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تمام روایات صحیح ہیں بلکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو خان صاحب کے ممدوح ہیں۔ وہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث کا انکار کرنے والا زندیق ہے۔ سرفراز صاحب کا رسالہ ”ملا علی قاری اور علم غیب“ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں نیز سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ جس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت مولا علی کی نماز کی خاطر ڈوبا ہوا سورج واپس آ گیا تھا۔ اس روایت کو امام طحاوی نے مشکل الآثار میں صحیح قرار دیا ہے بلکہ ان

کے علاوہ درجنوں محدثین اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل راقم کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ میں منقول ہے۔ منجملہ کوششیں کرنے والوں میں قاضی عیاض، ابن حجر عسقلانی، ابن سید الناس، ابوزرعہ، علامہ بدرالدین عینی وغیرہ ہیں لیکن اس کے باوجود سرفراز صاحب اپنی کتاب ”دل کا سرور“ میں اس کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ یہاں امام طحاوی کا فیصلہ کیوں منظور نہیں ہے حالانکہ ان کے ساتھ درجنوں محدثین اور بھی ہیں پھر خانصاحب اس بات سے بے خبر تو نہیں ہوں کہ پہلے قرآن مجید میں حکم یہی تھا کہ بیوہ عورت کی عدت سال ہوگی۔ اس کے بعد نیا حکم آیا کہ بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی تو ظاہر ہے بیوہ کی عدت ساری کی ساری سوگ پر ہی مشتمل ہے کیونکہ خوشبو نہیں لگا سکتی، مہندی و سرمہ وغیرہ نہیں لگا سکتی بلکہ سرکار علیہ السلام سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ بیری کے پتے سر پر تھوپ لے“ جمہور کے قول کے مطابق غزوہ موتہ ۸ھ میں پیش آیا۔ حضرت جعفر طیار اسی میں شہید ہوئے تو ظاہر امر تو یہی ہے کہ آیت کریمہ کی جن عورتوں کے خاوند فوت ہو جائیں وہ چار ماہ دس دن عدت گزاریں غزوہ موتہ سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی یا سرفراز صاحب ثابت کریں کہ غزوہ موتہ پہلے پیش آیا ہو اور یہ آیت کریمہ بعد میں نازل ہوئی ہو۔ ودونہ خرط القتاد۔

خانصاحب اگر امام طحاوی کی بات مانتے ہیں۔ انہوں نے اسی کتاب میں حدیث پاک نقل کی ہے جو حضرت اعشی مازنی سے مروی ہے ایک آدمی نے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی یا مالک الناس مجمع الزوائد میں ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ کیا سرفراز صاحب اس روایت کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا اپنی عین اسلام کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ نیز اس حدیث سے استدلال کرنے میں اہلسنت منفرد تو نہیں ہیں بلکہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مواہب کی شرح جلد ۵ ص ۳۲۵ پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اس امر کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض ج ۳ میں اس حدیث میں بیان کی گئی رخصت کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رخصت قرار دیا ہے۔ خانصاحب اپنے آپ کو شیخ القرآن کہلاتے ہیں کیا ان کو یہ آیت کریمہ یاد نہیں ہے۔ **واتبع سبیل من اناب الی** تو پھر حضرت بزرگان دین کی راہ پر کیوں نہیں چلتے اور بجائے ان کی راہ پر چلنے کے بزرگان دین کی پیروی کرنے والوں کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں۔

ایک گذارش

صحاح ستہ کی حدیث پاک جس میں اعرابی کو خود اس کا کفارہ کھلا دیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول تھا کہ اس اعرابی کی خصوصیت تھی کہ اب اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر رمضان شریف کے اندر جماع کرے گا تو اس کو کفارہ دیئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ مولوی سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ زہری کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کفارہ موخر کیا تھا معاف تو نہیں کیا تھا تو اس کے بارے میں گذارش یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ اور سیر میں تصریح کی ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بہت بڑے فقہاء میں ہوتا ہے اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں تحریر کیا ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اجل فقہاء میں سے ہیں نیز یہ بھی فرمایا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد ہیں نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو احکام کے بارے میں ہیں ان کے بارے میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجتہاد کے اندر اور مسائل کے استنباط میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ مقدمۃ اشعۃ اللمعات میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے شیخ نور الحق

صاحب تیسیر القاری میں فرمایا ہے۔ اس کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے صحیح میں ان کے اقوال بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے الاکمال میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو اجل فقہاء اور محدثین میں شمار کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۹ صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فقہاء حدیث کے معنی بہتر جانتے ہیں۔ سرفراز صاحب خود اس بات کے قائل ہیں کہ فقہاء حدیث کے معنی بہتر جانتے ہیں تو لہٰذا یہاں ان کی بات وہ کیوں نہیں مانتے؟ حدیث پاک کی بات یہ بہتر جانتے ہیں یا وہ

وما علینا الا البلاغ المبین

علامہ خفاجی کا ارشاد

اشرق علیهم نوره الروحانی الربانی وصارت فی ارواحهم قوی مستعده لاظهار المعجزات کما لاولیاء أمة

ترجمہ: جب انبیاء علیہم السلام پر سرکار والا صفات کا نور چمکا اور ان کی ارواح میں ایسی قدرتیں پیدا ہو گئی جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اظہار معجزہ پر قادر ہو گئے جس طرح نبی پاک ﷺ کی امت کے اولیاء کا حال ہے۔ (نسیم الریاض جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۹۳)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵۰ پر ارشاد فرماتے ہیں اللہ نے نبی مکرم ﷺ کو معجزہ پر قدرت بخشی اصل عبارت حاضر خدمت ہے۔

لان المعجزة مع التحدی من النبی قائم مقام قول الله الذی اقدره علی ذلك

بظاہر امر ہے کہ علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف کے شارح ہیں اور انہوں نے شفاء شریف کی ہزاروں صفحات میں شرح فرمائی ہے۔ اگر شفاء شریف کی یہ عبارت جو سرفراز صاحب نے نقل کی ہے کہ معجزہ اللہ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ اگر یہی مطلب ہوتا جو انہوں نے کشید کیا ہے کہ معجزہ نبی کے ارادے کے بغیر صادر ہوتا ہے تو پھر شارح شفاء شریف کو اس بات کی سمجھ کیوں نہ آئی خان صاحب نے معجزہ کو مقدور انبیاء ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے تو کیا معاذ اللہ علامہ خفاجی اس عبارت سے کافر ہو گئے ہیں۔ علامہ صاحب (خفاجی رحمۃ اللہ علیہ) اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۳ پر یوں رقمطراز ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو تمام جہانوں میں تصرف حاصل ہے۔

الحقیقة المحمدیة صورة الاسم الاعظم الجامع لاسماء فله التصرف فی العوالم ۔ (کذا فی زرقانی جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۸ فتاوی حدیثیہ صفحہ ۲۰۲)

علامہ صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۹ پر نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کی کنیت کی وجہ بیان فرماتے ہوئے یوں گویا ہیں۔

انه کنی به لانه یقسم الجنة بین اهلها یوم القیامة

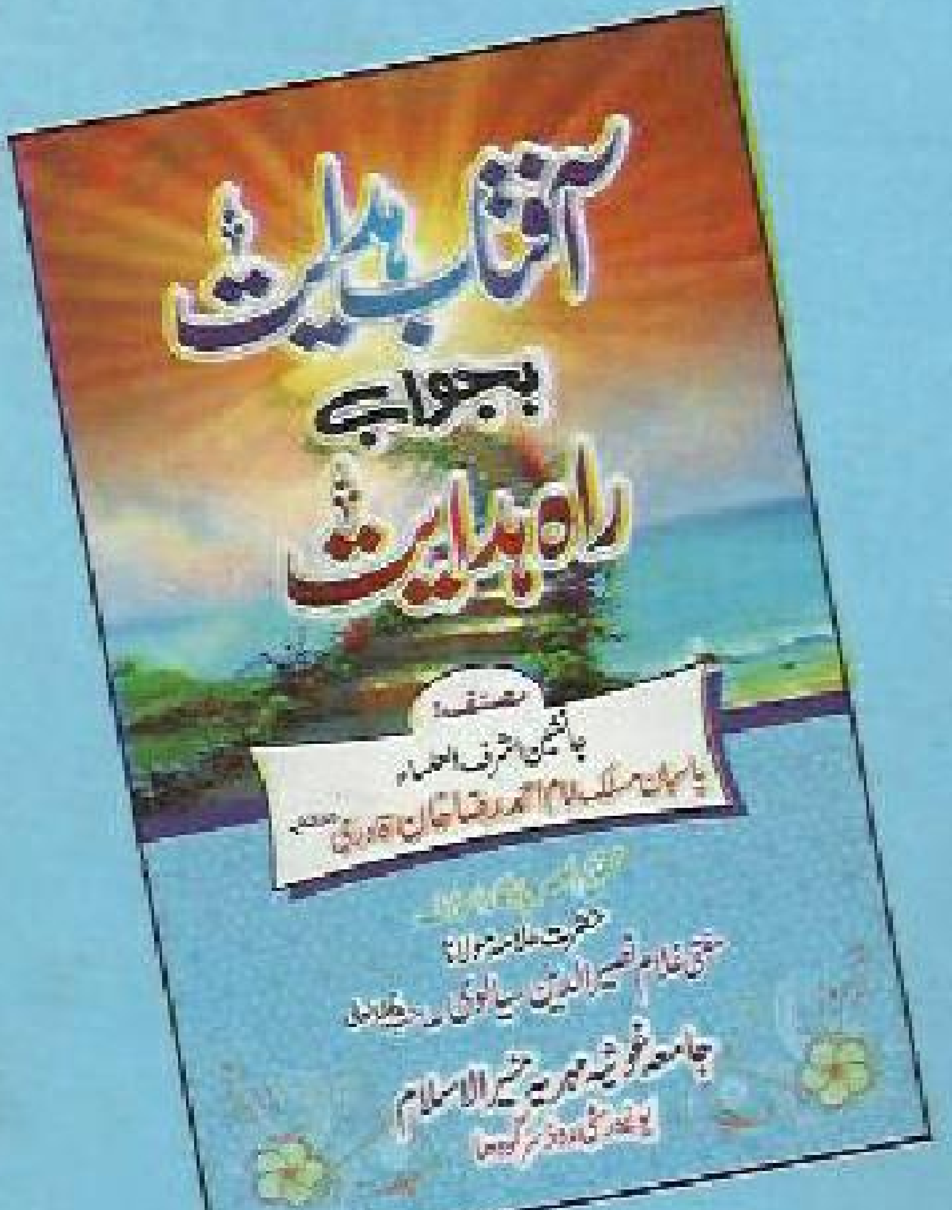

آفتاب ہدایت

بجواب

راہ ہدایت

مصنف:
جانشین اشرف العلماء
پاسبان مسلک امام احمد رضا خان قادری

[illegible]

حضرت علامہ مولانا
محقق غلام نصیر الدین سیالوی مدظلہ

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام
[illegible] سرگودھا